أيما رجل قال لأخيه كافر فقد باء بها احدهما (متفق عليه)

قرآن و سنت اور عبارات فقہاء کرام کی روشنی میں تکفیر کے اصولوں کا بیان

مصنف

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۰ لاہور

أيما رجل قال لأخيه كافر فقد باء بها احدهما (متفق عليه)

قرآن و سنت اور عباراتِ فقہاءِ کرام کی روشنی میں تکفیر کے اصولوں کا بیان

- کفر و ایمان کی بحث
- توہینِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین
- مسلمان کو کافر کہنے کی شناعت
- کیا وضعِ حدیث کفر ہے؟
- اہلِ قبلہ کی تکفیر
- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت
- توہینِ رسالت
- نبوت اور عقیدہ ختمِ نبوت
- شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور علمائے کرام
- کیا شیخ اکبر کے کافر ہونے میں شک کرنا کفر ہے؟

مصنف عمیر محمود صدیقی

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

Ph. Shop: 042-37248657 - 042-37249558

Mob:0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email:zaviapublishers@gmail.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2014ء

بار اول.................................500

ہدیہ.................................500

ناشر.................................نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5551519
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز، فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510

انتساب

اہل اسلام کی
تکفیر کرنے والوں کے نام

فہرست

❀ ❀ ❀

ابتدائیہ

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے اور بے شمار درود وسلام حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر جن کے لیے اللہ رب العزت نے افلاک کی تخلیق فرمائی ، اللہ رب کریم ہم سب کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کے وسیلے سے ایمان کامل عطا فرمائے ۔ امین

پیش نظر کتاب ''تھذیب الافکار باصول الاکفار '' تقریباً دو سال قبل مجلہ ''فقہ اسلامی'' میں اشاعت خاص کی صورت میں شائع ہوئی اور اس مقالے کو'' حرمت تکفیر مسلم '' کے نام سے رسالے (فقہ اسلامی مئی تا ستمبر ۲۰۰۹ء) کی زینت بنایا گیا۔ فقہ اسلامی میں شائع ہونے کی وجہ سے یہ مقالہ اندرون و بیرون ملک میں علمی مراکز اور ذوق مطالعہ رکھنے والے حضرات تک با آسانی پہنچ گیا۔ جس کے نتیجے میں بعض حلقوں سے تنقید اور کئی اہل علم وحلم احباب کی جانب سے حوصلہ افزائی فرمائی گئی ۔ ہم ان دو سالوں میں خاص طور پر تنقید برائے اصلاح کے منتظر رہے اور الحمد للہ ہمارے دوستوں اور بزرگوں نے ہمیں اس حوالے سے شکریہ ادا کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ تاہم پیش نظر کتاب میں ذکر کردہ مسائل پر کسی علمی حلقے کی جانب سے کوئی معقول اور لائق التفات اعتراض تا حال سامنے نہیں آیا جس کی وجہ سے اس کتاب میں ذکر کردہ مسائل کو تبدیل کیا جاتا یا جس کا جواب اس دوسری اشاعت کے ساتھ شامل کیا جاتا البتہ اصلاح کی گنجائش ہر جگہ موجود ہوتی ہے اس لیے ہم اپنی اصلاح کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھیں گے ۔

اس کتاب کی تالیف کا سبب اہل سنت و جماعت میں بالخصوص اور امت میں بالعموم تکثیر اہل اسلام کے بجائے تکفیر اہل اسلام کے بڑھتے ہوئے رجحان کو کم کرنا ہے ۔ معین

اشخاص کے کفر پر اپنی رائے کے مطابق فتاویٰ تکفیریہ جاری کرنا، پھر اس پر ایمان لانے کا دوسروں کو مکلف بنانا اور انکار کی صورت میں دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کی وعید سنانا معمول بن گیا ہے۔ مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور بٹتے چلے جا رہے ہیں اور ہر فرقے کا یہ دعویٰ ہے کہ وہی ما انا علیہ و اصحابی پر قائم ہے۔ ہر گروہ نے اپنی اپنی رسی کو الگ تھاما ہوا ہے اور یہ زور اس قدر زیادہ ہے کہ اس خول سے جو شخص باہر نکلنا چاہے تو اسے دائرۂ اسلام سے خارج تصور کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات اس مشغلۂ تکفیر میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ اپنے فتویٰ کے مطابق کافر و مشرک ہونے والے کو مرتد قرار دے کر قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات اس کا دائرہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ ریاست کے تمام ادارے اور افراد کافر قرار دے دیئے جاتے ہیں۔ خاص طور پر اہل سنت کے ان فتاویٰ تکفیریہ کا شکار اکثر ان کے اپنے ہی ہوتے ہیں جن کو سنیت یا اسلام سے خارج کرتے کرتے انہوں نے اپنی تعداد کو کافی کم کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحب علم و ورع کو بھی کافر قرار دیا گیا۔ شب و روز اسلام کی خدمت کا صلہ ہم اپنے ہی اکابر کو اختتام زندگی پر ''تکفیر'' کی صورت میں دیتے ہیں۔ اپنے اختراع کردہ اصولوں کی بنیاد پر زور و شور سے اپنے لوگوں کو دائرۂ اسلام سے نکالنے کی مہم جاری ہے جس کے نتیجے میں شاید آج اہل سنت میں کوئی بھی ایسا نہ ہو جو ان کی زد سے باہر ہو۔ مختار مسعود آواز دوست میں کہتے ہیں:

> ''قدرت کا نظام اصولوں کے تابع ہے۔ بڑے آدمیوں کی پیدائش کے بھی تو کچھ اصول ہوں گے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑے آدمی انعام کے طور پر دیئے جاتے ہیں اور سزا کے طور پر روک لیے جاتے ہیں۔''

اہل سنت شاید اسی سزا میں مبتلا ہیں۔ غالباً اس سزا کی بڑی وجہ ان کا باہم ایک دوسرے کی رائے کو تحمل و تامل سے نہ سننا اور اپنی بات کو ''حرف قطعی'' سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کی ''متعدی تکفیر'' کا بازار گرم کیے رکھنا ہے۔ کسی کی رائے سے ادب کے ساتھ

اختلاف کرنا اہل علم کا حق اور حق کو قبول کرنا ادب حق ہے۔تاہم علمی مسائل میں اہل سنت کا ایک دوسرے کی تکفیر کرنا کسی طور پر درست نہیں۔علمائے اہل سنت کو چاہئے کہ تکفیر اہل سنت کے بجائے تکثیر اہل سنت پر زور دیں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی تحریر وتقریر سے اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے۔بقول ابن انشاؔ،''ایک دائرہ اسلام کا دائرہ کہلاتا ہے۔پہلے اس میں لوگوں کو داخل کیا کرتے تھے۔آج کل داخلہ منع ہے،صرف خارج کرتے ہیں''۔قرآن حکیم کے مطابق اللہ رب العزت نے ہمارا نام ''مسلمین'' رکھا ہے لیکن محض مسلم ہونے پر اکتفا کرنا کسی کو برداشت نہیں۔رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قرب قیامت میں ایک ایسا وقت آئے گا کہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہا اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ہم یہی مشاہدہ عصر حاضر میں کرتے ہیں کہ مختلف گروہوں کے ناموں کی ابتدا یا انتہا میں اسلام کا لفظ شامل ہوتا ہے لیکن ان کی دعوت کا محور یا مرکز اسلام نہیں بلکہ خاص نظریات، رسومات یا شخصیات کی تشہیر ہوتا ہے۔قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے اہل ایمان کو دعوت دی ہے کہ وہ شرک کے مقابلے میں اہل کتاب کو لا الہ الا اللہ کی طرف دعوت دیں اور اس کلمہ پر ان کے ساتھ اتفاق کریں جو ان میں اور ہم میں برابر ہے۔اس وقت اہل اسلام کو چاہیے کہ جب کفر اسلام کے مقابلے میں ایک ملت ہے اور مسلمانوں کی جغرافیائی اور نظریاتی حدود پر حملے ہو رہے ہیں تو وہ حرم کی پاسبانی اور اپنی بقا کے لئے اپنی اپنی رسیوں کو چھوڑ کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر جمع ہو جائیں۔

اس مقالے کی تیاری کے دوران ہر قدم پر استاذی مکرم شامیٔ دوراں مفتی سید شاہ حسین گردیزی صاحب مدظلہ العالی کی ترغیب، رہنمائی محبت، شفقت اور مہربانیوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔آپ نے بالخصوص کئی ایک نازک مقامات پر اپنے علمی فیضان اور کتب خانے سے راقم کو بھرپور طور پر مستفیض ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔آپ نے ما بخلت بالافادۃ کا کلی طور پر اظہار فرمایا اور راقم بھی و ما استنکفت عن الاستفادۃ کی عملی تصویر بنا رہا۔آپ کی علمی مجالس اور درس میں حاضری سے روز بروز اپنے طالب علم ہونے

کا احساس بڑھتا جا رہا ہے۔اللہ رب العزت آپ کو اپنی شان کے مطابق اجر عظیم عطا فرمائے۔آخر میں راقم زاویہ پبلشرز کے مالک نجاب علی تارڑ اور بالخصوص حضرت علامہ مفتی سید عظمت حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی شکرگزار ہے کہ آپ نے اس کو باقاعدہ کتاب کی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کروایا۔اللہ رب العزت آپ کی اس مخلصانہ کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔امین

عمیر محمود صدیقی

استاذ جامعہ علیمیہ اسلامیہ

۹ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

btm1432@gmail.com

شمس الائمہ شامی دوراں مفتی سید شاہ حسین گردیزی حفظہ اللہ

مہتمم دارالعلوم مہریہ، گلشن اقبال کراچی

یہ دور مسلمانوں کے عروج کا نہیں زوال کا ہے اور جب قوموں پر زوال آتا ہے تو اس کا اثر ہر شعبہ اور ہر طبقہ پر ہوتا ہے جس سے زوال پذیر لوگ بہت برے طریقہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ ان کا ایمان اور عمل بلکہ تدبر و تفکر کی قوتیں بھی ضعف کا شکار ہو جاتی ہیں۔ دور عروج کی بلندیاں پستیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور ان کا احساس فکر ان ذلتوں کے احساس سے بھی خالی و عاری ہو جاتا ہے۔ وہ اعداء کے مکاید کو ناکام بنانے کی سوچ سے لاتعلق ہو کر خانمائے احبا کو خاکستر بنانے کی تدبیروں میں لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ غیر منقسم ہندوستان میں انگریزی استعمار کے قیام سے مسلمان آپس میں ایسے دست و گریبان ہوئے کہ سینہ اسلام کو چاک کر کے تکفیر مسلم کی سنگ بنیاد رکھ دی۔ معمولی مسائل جن کے جواز و عدم جواز پر گفتگو ہو سکتی تھی انہیں شرک قرار دے کر ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت کو تکفیری تیروں اور نیزوں سے زخمی کرنا شروع کر دیا گیا۔ شہروں اور دیہاتوں میں بسنے والے ہر مسلمان گھر میں تکفیر کے پیغامات ارسال کرنے لگے اور یہ سب کچھ مسلم دور حکومت میں نہ ہوا بلکہ انگریزی دور میں ہوا۔ اب اس دور میں بھی مسلمان اسی کار شر میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے گروہ میں بیٹھ کر اسی حق کے اظہار پر فخر کرتے ہیں مسالک کی تکفیر اور پھر اشخاص کی تکفیر مبہم ہی لوگوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

ہمارے عزیز گرامی مولانا عمیر محمود صدیقی نے اپنی جوانی کے ابتدائی دور میں اس مسئلہ کی طرف توجہ کی اور نہایت محنت شاقہ سے یہ مضمون ترتیب دیا۔ اس دوران وہ میرے رابطے میں رہے اور ہر ہر مسئلہ پر مشاورت کرتے رہے ایک عرصہ کی پیہم جدوجہد کے بعد یہ مضمون تکمیلی مراحل طے کر پایا اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے تحقیق و تفتیش کے جذبہ نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ وہ لوگ جن کے دل میں اسلام کی اشاعت و فروغ اور تکثیر مسلمین کا جذبہ ہے وہ ضرور اس سے فائدہ اٹھائیں گے، اللہ تعالیٰ مخلص مسلمانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شاہ حسین گردیزی

فقیہ العصر شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ

مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی

شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور

علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ جن اہل اسلام سے ضروریات دین اور قطعیات اسلام کا صریح انکار ثابت نہ ہوتا ہو ان کی تکفیر سے اجتناب کرنا لازم ہے کیونکہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام کا تعین کرنا اور کسی مسلمان کے کسی قول وفعل پر ان کا اطلاق کرنا سخت احتیاط کا متقاضی ہے۔ آج کل جس طرح ہر دوسرے شخص کی تکفیر کی جارہی ہے، یہ کوئی اسلام کی خدمت بلکہ اپنے ایمان کو معرض خطر میں ڈالنے کے مترادف ہے کیونکہ کسی بھی مسلمان کی تکفیر یقیناً گہرے غور وفکر اور تدبر کا تقاضا کرتی ہے اور کسی کی تکفیر کرنے میں معمولی لغزش بھی خود تکفیر کرنے والے کے لیے خطرہ ایمان بن سکتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی تکفیر کرتا ہے تو دونوں میں سے ایک پر کفر واجب ہو جاتا ہے اگر وہ شخص جس کی تکفیر کی جائے وہ مستحق کفر ہو اور فی الواقع کافر ہو تو وہ کافر ٹھہرتا ہے بصورت دیگر غلط تکفیر کرنے والے پر کفر لوٹ جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے عقائد کفریہ نہیں تو اس کے سب عقائد ایمان پر ہی محمول ہوں گے اور ایسے شخص کو کافر کہنا دراصل ایمان کو کفر کہنا ہے اور یہ بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (المائدہ:۵)

ترجمہ: اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت ہے اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی نہایت قابل توجہ ہے کہ اگر اہل اسلام میں سے کسی سے کفر صریح کا صدور ہو جائے تو پھر بھی اس کی تکفیر میں بے جا حزم و احتیاط سے کام لینا درست نہیں ہے کیونکہ جس طرح ایمان کو بلاوجہ کفر قرار دینا کفر ہے اسی طرح کفر کو بھی بلاوجہ ایمان قرار دینا بھی کفر ہی ہے۔ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں امام الحرمین کا یہ قول نقل کیا ہے:

لان ادخال كافر في الملة الاسلامية أو اخراج مسلم عنها عظيم في الدين (شرح شفا: ۲/۵۰۲)

ترجمہ: کسی کافر کو اسلام میں داخل سمجھنا یا مسلمان کو اسلام سے خارج سمجھنا دونوں سخت چیزیں ہیں۔

علامہ عمیر محمود صدیقی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے مفصل کام کیا ہے جو "**کافرکون**" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ ان باتوں کو جمع کر دیا ہے جو کسی بھی مفتی کو فتویٰ تکفیر جاری کرنے سے پہلے ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے۔ فتویٰ تکفیر کا اجرا چونکہ گہرے غور وفکر اور حزم واحتیاط کا متقاضی ہے اس لیے یہ کام بوقت شدید ضرورت صرف دینی علوم میں رسوخ رکھنے والے جید، ثقہ، مستند اور معتبر علماء کو ہی کرنا چاہیے۔ محلے محلے میں جو تکفیر مسلم کا بازار گرم ہو چکا ہے، یہ بے حد خطرناک ہے۔ کئی اہل علم وجوہ کفر اور لزوم والتزام کفر سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھار ان سے بھی ان کے اطلاقات کے حوالے سے بے احتیاطی ہو سکتی ہے لہذا کسی مسلمان کی تکفیر کے فتویٰ کے اجراء سے پہلے خوب

غور و فکر اور احتیاط لازم ہے۔ جواں سال فاضل محقق عزیزم عمیر محمود صدیقی کی بہت مفید کاوش
سے عوام اور خواص کو تکفیر مسلم جیسے بے حد نازک مسئلے کی حساسیت سے آگاہی حاصل ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں اس علمی و تحقیقی کاوش پر اجر عظیم عطا فرمائے اور اسے
اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ (آمین)

حضرت علامہ ڈاکٹر حبیب الرحمن

habibaims@hotmail.com

مخلوقات میں تنوع، عادات اور طبیعتوں میں اختلاف، شعوب و قبائل میں افتراق و
انتشار اور افکار و نظریات اور ایمان و معتقدات اور مسائل کی حقیقتوں کو سمجھنے کے اصولوں میں
تضاد و خلاف ہونا ایک بدیہی بلکہ فطری امر ہے۔ کائنات کے جملہ اختلافات رب تعالیٰ کی
قدرت اور خلاّقیت کا مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اشیاء باہم ایک دوسرے سے نوع،
کیفیت، کمیت اور حیثیت میں مختلف ہوں اسی لئے "ہر گل را بو دیگر" کے مصداق جملہ خوب
و ناخوب اس کی قدرتِ تخلیق کا شاہکار ہے۔ اگر رب تعالیٰ چاہتا تو تمام نوع انسانی کو یک
رنگ، یک زبان اور ایک قوم و ایک قبیلہ بنا دیتا لیکن ان ظاہری تضادات و اختلاف کو رب
تعالیٰ لوگوں کے مابین باہم تعارف و آزمائش قرار دیتا ہے۔ ہر انسان اپنے طول و عرض،
صفات و خصوصیات، قابلیتوں اور صلاحیتوں میں بہر صورت دوسرے انسانوں سے مختلف ہوتا
ہے۔ بشمول دوسرے اعضائے بدن کے خود اسکی آنکھ اور انگوٹھا اور اس میں موجود معجزاتی
اختلاف تو اتنی بڑی حقیقت ہے کہ روئے زمین کا کوئی انسان اس معاملے میں دوسرے کسی
فرد حتیٰ کہ خود اپنی اولاد، والدین اور بہن بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ بھی مشابہ نہیں ہے۔ اور
یہی سبب ہے کہ ہر انسان دیکھتا اور سمجھتا بھی اپنے انداز سے ہے۔ اسکی پسند و ناپسند کا معیار
اور دوستی و دشمنی کے پیمانے بھی اپنے ہوتے ہیں اور حق و ناحق اور صحیح و غلط کی جانچ کے
اصول بھی اس کی اپنی سمجھ کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ استاذ سے ہر طالب علم،

والدین سے ہر بچہ، بڑے سے ہر چھوٹا، پیر و مرشد سے ہر مرید، جنرل سے ہر سپاہی، حاکم سے تمام رعایا، اور امام سے تمام مجتہدین ہر معاملے میں متفق نہیں ہوتے اور نہ ہی شاید یہ اتفاق ضروری بھی ہو بشرطیکہ اختلاف کی بنیاد حق اور سچ ہو نہ کہ ذاتی پسند و ناپسند۔

اختلافِ رائے ذہنی، فکری، علمی اور نظریاتی (Idealogical) پختگی کی دلیل ہے نہ کہ دشمنی و عداوت کی نشانی۔ آج کے دور میں اگر کلامی مباحث، اختلافی موضاعات اور مناظرہ بازی کی بنیاد اس اصول پر کہ (Lets agree to disagree) یعنی ہم اسی بات پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ ہمارے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف موجود ہے رکھ دی جائے تو کم از کم مسلمانوں کو آپس میں سینکڑوں اختلافات باہم مل بیٹھنے اور ایک دوسرے کو سننے سے ہی حل ہونے کی کوئی مستقل صورت بن سکتی ہے۔ کیونکہ اس اصول کے تحت اختلاف کی موجودگی کے باوجود دوسروں کی رائے کو سننے اور سمجھنے کا حوصلہ ہی ہمیں آپس کی منافرت، دشمنیوں بغض و کینہ، تکبر اور حسد سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ آج مسلمان اہلِ شرک و کفر اور یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں خود اپنے مسلمانوں سے زیادہ خوفزدہ ہیں۔ مسلمان اہل علم و قلم کفار مشرکین کے ردتغلیط کے مقابلے میں خود مسلمانوں کے خلاف لکھ، بول اور چھاپ رہے ہیں۔ اور بعض حضرات جن کی عقل کے ساتھ ساتھ بصیرت و بصارت بھی زائل ہو جائے انہیں دنیا کے سب سے بڑے گمراہ اور منافق خود مسلمان بلکہ اپنے ہم مسلک افراد ہی نظر آتے ہیں۔

اختلاف کے وسعتیں جب اتحاد کے آخری درجہ سے بھی زیادہ پست ہو جائیں تو آدمی کے حواس بلکہ اسکی فطرت بری طرح مضمحل ہو جاتی ہے اور وہ متفقہ اصول اور نقطہ اتحاد کو بھلا بیٹھتا ہے امت کا عظیم اور وسیع تصور اس کے لیے محض ایک واہمہ بن کر رہ جاتا ہے۔ ایسا شخص جو اسلام کی عظمت کے تصور سے نابلد اور اسلام کے مفہوم سے ناآشنا ہو تو ایسا فرد بظاہر جملہ کتابی علوم کے حامل ہونے کے دوسرے تمام اہل علم و فضل اور اصحاب فتویٰ و تقویٰ کی

تغلیط ہی کو سب سے اہم اور کارِ عظیم گردانتا ہے۔ اسی لئے اختلافی موضوعات اسکی تحریروں، تقریروں، بیانات اور گفتگو کا عنوان وحید بن کر رہ جاتا ہے۔ اور اس کا سبب خود اسکی اپنی ذات، تصورات، خیالات، افکار، ماحول اور شخصی و علمی محدودیتیں ہوتی ہیں جس کے چھوٹے نخلستان میں اسے سوائے اپنے ذات کے پورا عالم ریگستان نظر آتا ہے۔ اسی لئے احکام میں عام کو خاص، ظن کو قطعی، متشابہ کو محکم اور خفی الدلالۃ کو واضح الدلالۃ سمجھنا اس کی مجبوری بن جاتی ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ وہ ان احکام کے اطلاقات کے تصور سے بھی بے نیاز ہو کر اپنی رائے اور خیال کو ہی عبارۃ النص اور دلالۃ النص متصور کرتا ہو۔ چنانچہ اپنی رائے اور پسند کے خلاف کسی کا قول ان حضرات میں سے کسی کے ہاتھ لگنے کی دیر ہے پھر وہ اس کلام کا نہ سیاق دیکھتے ہیں اور نہ سباق اور نہ ہی انہیں کسی معاملے کے پس منظر معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی پیش منظر کو دیکھنے کی۔ انہیں شدید تکلیف اور دکھ اس بات کا ہو رہا ہوتا ہے کہ اب تک ایک نیا شکاری ان کے کفر و شرک اور گمراہی و نفاق کی سنگ باری سے کیوں مامون و محفوظ ہے اور جب کسی اہل ایمان کو اور عقائد حقہ کے سچے اور حق پرست پیروکار کو عامۃ الناس کے سامنے کھلی مجلس میں اپنے تبرا و استہزاء کا نشانہ نہ بنا لیا جائے تب تک ان محروم العلم والعقل لوگوں کے دل کو ٹھنڈ اور سکون کی کیفیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا کہ اہل دین اور حاملین کتاب و سنت ہونے کے دعویدار ہونے کے باوجود دین اور دینداروں کے ساتھ دشمنی پر مبنی یہ رویہ اور مزاج پیدا ہونے کی آخر وجوہات کیا ہیں؟ کیا واقعتاً سچ اور حق کی تلاش مطلوب ہوتی ہے یا مزعومہ گمراہ افراد کی اصلاح و تربیت مقصود ہوتی ہے یا خیر خواہی کے جذبے اور اخروی فلاح و نجات کے تصور نے ان بظاہر علمائے امت اور واعظین مسلک کے چین و آرام کو غارت کر کے رکھ دیا ہوتا ہے؟ تو اس کا واضح جواب ہے کہ ایسا بالکل بھی نہیں بلکہ ہرگز نہیں ہے۔

ہر دوسرے شخص کو اپنی تغلیط، تفسیق اور تکفیر کا نشانہ بنانے والے مدعیان علم و دانش دراصل ماضی میں خود ایسے اسباب کا شکار رہے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے دائرہ ہی میں کولہو کے بیل کی طرح گھومنے پر مجبور محض ہوتے ہیں۔ ذیل میں ان اسباب کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے جو پوری ملت اسلامیہ کو بالعموم اور اہلسنت و جماعت کو بالخصوص ٹکڑے ٹکڑے اور تقسیم در تقسیم کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔

پہلا سبب تعلیم و تربیت کا ماحول ہے۔ انسان جس ماحول میں پرورش پاتا، بڑھتا، شعور کی عمر کو پہنچتا اور تعلیم و تربیت کا حصول کرتا، اپنے دوستوں کا انتخاب کرتا اور اپنے لئے بڑے اور بزرگ شخصیات کا تعین کرتا ہے اس کا لا محالہ اثر اسکی شخصیت اور سوچنے کے انداز پر پڑھتا ہے۔ لہذا جس ماحول میں اسلام کی خدمت مخالفین کی دریافت کی بنیاد پر کی جاتی ہے اور مسلک کے تحفظ کا علَم اپنے ہم مسلک و ہم مشرب کو استخفاف و تکفیر کی بنیاد پر بلند رکھنے کی سعی نامشکور کی جاتی ہو اور مزعومہ مخالف کو سماعی اقوال اور قیاسی پیمانوں کی بنیاد پر دین و مسلک سے خارج کیا جاتا ہو۔ ایسے اسلاف کے اخلاف، اور اکابرین کے اصاغرین اپنے بزرگوں کی سنت پر عمل پیرا نہ ہوں تو پھر خود ان کا اپنا دین و ایمان اور عقائد خطرہ کی زد میں آ جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کسی شخص، تنظیم، جماعت، عالم دین یا بزرگ کے عقیدہ و مسلک اور ایمان و یقین کے بارے میں کوئی شوشہ اور شگوفہ چھوڑنے کی زحمت فرما دیں پھر تماشہ دیکھیں۔ "دین کی خدمت" میں منہمک" یہ واعظین وظالمین دنیا کے تمام کام اور اپنے جملہ فرائض ترک کر کے اس "فرض منصبی" کے کما حقہ ادائیگی کے لئے سر تا پا جس محنت و زحمت اور ہنگامے و بلوے، لچھے دار وعظ و پانچ چھ افراد پر مشتمل "عظیم الشان" جلسہ و جلوس کا انعقاد و انصرام فرمائیں گے کہ دیکھ کر آپ بھی جھوم بلکہ گھوم کر رہ جائیں گے۔ مال و دولت اور وقت وصلاحیتوں کی بے دریغ قربانی دیکھ کر آپ انگشت بدنداں رہنے پر مجبورہ جائیں گے۔ کیونکہ

یہی وہ حضرات اور ان کے سرپرست ہیں کہ قرآن کریم کے حفظ و ناظرہ کے مدرس کی ماہانہ تنخواہ دینے کے لئے وسائل کی کمیابی اور عدم دستیابی کا رونا روتے رہتے ہیں لیکن کسی کی تحقیر و تذلیل کروانی ہو تو ان کے بٹوں (Purse) میں سے مال و دولت کے دریا اُبل پڑتے ہیں۔ ان کے کان میں سرگوشیاں کرنے والے کتنے ہی بڑے کذاب و خناس کیوں نہ ہو لیکن جاہلیت کا یہ مقولہ ان پر سو فیصد راس آتا ہے۔

کذّاب ربیعه افضل من صادق مضر

ترجمہ: یعنی قبیلہ ربیعہ کا جھوٹا بھی قبیلہ مضر کے سچے سے بہتر ہے۔

آپ کتنے ہی سچے ہوں لیکن جب کوئی "اَلامہ صاحب" آپ کے معاملے میں قاضی یا حکم (Judge) بن جائیں تو پھر آپ کی صداقت، دیانت، امانت، نجابت اور للّٰہیت اس لیے لائق اعتنا اور قابل توجہ نہیں رہ پاتی کہ "اَلامہ صاحب" کے پاس موجود اپنے بزرگوں کی عینک اور ذاتی چشمے سے سوائے اپنے "سخی سرپرستوں" اور "فیاض محسنوں" اور اپنے ہم نوالہ و ہم پیالہ مداحین کے القلیل کالمعدم گروہ کے کوئی دوسرا شخص اور اس کی صورت نظر ہی نہیں آتی۔

دوسرا سبب حرص و حسد اور کبر و نخوت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کسی کو کوئی عہدہ، منصب، مقام اور قیادت کی اہلیت اور قابلیت عطا فرما دی ہے یا کسی کے اخلاص، للّٰہیت، محنت و صداقت اور زبان و بیان یا قرطاس و قلم کی صلاحیت اور خوبیوں کی وجہ سے عزت و شہرت اور ناموری عطا فرمائی ہے اور لوگوں کے دلوں میں ایسے شخص کی عزت ادب اور احترام مسلسل بڑھنا شروع ہو گیا ہو تو واعظانہ شہرت، خطیبانہ مقبولیت اور لفاظی کے زور پر علمی رعب جھاڑنے والوں کو اپنی دکانداری خطرے میں نظر آنا شروع ہو جاتی ہے۔ انہیں اپنے ہم خرما و ہم ثواب مجمع کے چھٹنے اور جھڑنے کا خوف دامن گیر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو

واعظین وخطباء دینی محافل اور مجالس اور جلسوں میں اللہ کی رضا اور دین کی تبلیغ و دعوت کے بجائے اپنی جابرانہ طلب (Forced Demand) پر مختلف قسموں اور رنگوں کے وعظ پڑھتے ہیں انہیں اسلام اور اپنے مسلک سے کتنی محبت ہو سکتی ہے۔ ہر ذی شعور پر یہ بات عیاں ہے۔ کیونکہ اگر دعوت وتبلیغ دین کا پیمانہ حق پرستی کے بجائے زر پرستی اور خدمتِ دین کے بجائے خدمتِ شکم اور لذت کام ودھن بن جائے تو ایسے مصنوعی حق پرستوں کے لئے حق پرستی کا معیار اگر مخالفت حق نہ ہو تو آخر کیا ہو! اور یہی وجہ ہے کہ اہلسنت و جماعت کا کون سا حقیقی عالم دین، بزرگ، ولی شیخ طریقت، سرتاجِ شریعت ان مذہبی گویوں اور مراثیوں کے طعن وتشنیع اور سب وشتم سے محفوظ رہ سکا ہے۔ نام لے لے کر ہر بزرگ کی خانہ ساز اور دو کوڑی کے جعلی فتووں کے ذریعے تذلیل، تفسیق اور تکفیر کی بھونڈی کوشش ہی ان بدنصیبوں کا کل مبلغ علم وعقل اور مجموعہ فکر و دانش ہے۔ مسلمانوں اور بالخصوص اہلسنت کے وسائل کو بری طرح لوٹنے والے ان ''الاموں'' نے اہلسنت و جماعت کو محض اپنی ذاتی انا نفس پرستی اور جہالت کی وجہ سے ''شفا حفرۃ من النار'' کا مصداق بنا کر رکھ دیا ہے۔ آج اگر وہ تمام بزرگانِ دین اور اولیائے امت، جن کی فضائل ومناقب میں واعظین کا یہ ٹولہ رطب اللسان رہتا ہے، زندہ ہوتے یا بالفرض ان میں سے کوئی بھی ہستی ان حضرات کی اپنے سے عقیدت کی جانچ کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئے تو یہ اپنی تکفیری اور تفسیقی توپوں کا رخ ان بزرگوں کی طرف پھیر کر ان کو اسلام اور سنیت سے پہلے ہلّے میں خارج کر دیں گے۔ اور خلق خدا کو ان اہل اللہ سے بدظن اور متنفر کرنے کے لئے ان سے جو بن پڑے گا یہ بلا کسی شرم وحیاء اور روک ٹوک کے کرتے چلے جائیں گے، وجہ صاف ظاہر ہے کہ پردہ فرمائے ہوئے کسی بزرگ کی تعریف سے ان کے کاروبار کو کوئی مندا اور گھاٹے کا خطرہ نہیں ہوتا جبکہ کسی زندہ بزرگ کی تعریف اور کسی موجود عالم دین کی علمیت کا اعتراف ان کے دینی کاروبار اور مذہبی تجارت

کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

تیسرا سبب ان مدعیان علم کا کفر، شرک نفاق اور مغربی تہذیب کے غلبہ کی حقیقت اور مضمرات سے مکمل لاعلمی اور اسلام کی دعوت کے تہذیبی، ثقافتی، نظریاتی فکری اور کلامی پہلوؤں سے مکمل عدم واقفیت ہے۔ صرف نحو، عربی اور فقہ وحدیث کی چند ابتدائی یا متوسط درجہ کی کچھ کتابیں پڑھ کر (سمجھ کر نہیں) ان علمی بونوں (dwarfs) کو اس بات کا حق الیقین ہو جاتا ہے کہ روئے زمین پر اگر کوئی غزالی زمان یا رازی دوران ہو سکتا ہے تو یہ انہیں کی عالمی مرتب ذات ہے۔ اسی لئے بغیر کسی تردد کے وہ یقین کر بیٹھتے ہیں کہ دین اسلام اور اہلسنت و جماعت کی قیادت کا سارا بوجھ ان کے ناتواں کاندھوں نے اٹھا رکھا ہے اور اگر انہوں نے اپنے فرائض میں غفلت برتی یعنی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اسلام کی کشتی سے اٹھا کر جلد از جلد باہر نہیں پھینکا تو اسلام اور اہلسنت و جماعت کی کشتی ڈوب جائے گی اور ان کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اس مقدس فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے پورے خلوص اور ''شرح صدر'' سے علماء وصلحاء کے دین، ایمان اور عقائد پر، اپنی جہالت وخباثت کے کوڑے لگاتار برسا رہے ہوتے ہیں۔ ان کی نظر میں کسی اجتہادی خطاء کا نتیجہ بھی ضلالت اور گمراہی ہے (جبکہ آنحضرت ﷺ نے اجتہادی خطاء پر ایک اجر کی بشارت دی ہے) ان کی نظر میں کسی کی بھول وچوک بھی جہنم کی آگ میں لے جانے والی ہے جبکہ خود بھی کبیرہ کے بھی مرتکب ہو جائیں تو پھر بھی مومن کے لئے جنت کی بشارت پر مشتمل جملہ آیات قرآنیہ و احادیث مبارکہ کا مصداق اول وآخران کی اپنی ذات قرار پاتی ہے۔

چوتھا سبب ان تکفیری رویوں کے حامل واعظین کا یہ ہے کہ یہ اسلام کے دعوتی اور تبلیغی اسلوب سے بالکلیہ نابلد ہیں اور بالفرض اگر اس اسلوب کو جانتے بھی ہوں تو اس کے برتنے کے ہرگز روادار نہیں کیونکہ مبلغ اور داعی بہر صورت صرف واعظ اور خطیب بلکہ خشک

مفتی و عالم دین سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ مبلغ و داعی انسانوں کے حقیقی خیر خواہ ہوتے ہیں جبکہ خشک مولوی و مفتی بین السطور کے بجائے فی السطور دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ مبلغ و داعی جوڑنے، قریب لانے اور دین اور رب تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اتباع کی طرف واپس ہونے، پلٹنے کی دعوت دیتا ہے، اس کے لئے وہ اپنے وسائل وقت، صلاحیتیں، قابلیتیں اور علم و مال کو خرچ کرنا سعادت سمجھتا ہے جبکہ دوسری طرف ان وسائل کو ہڑپ کرنے کے منصوبے بنائے جائیں۔ اسی لئے داعی اور مبلغ کسی بدعقیدہ، بدمذہب، گمراہ، عیسائی، یہودی قادیانی اور باطل پرست کو ڈانٹنے، مارنے جھڑکنے اور بھگانے کے بجائے پیار و محبت سے اپنے پاس بٹھا کر اس کی بات، دعوی، دلیل اور سوال یا اعتراض توجہ سے سن کر نہایت شفقت، نرمی حسن اخلاق اور پیار و محبت سے اس کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ خود نہ بھی جانتا ہوں تب بھی دلیل کے جواب میں دلیل لانے کے لئے تگ و دو اور بھرپور کوشش کرتا ہے نہ کہ آستین چڑھا کر گلا پھاڑ پھاڑ کر، اور چیخ و پکار یا غیض و غضب کی آگ سے دوسروں کو بھسم اور ختم کرنے کی کوشش کرنے والا ہوتا ہے۔ جبکہ مسلکی واعظین اور خطباء کا معاملہ بالکل جداگانہ ہے۔ کراچی کے ایک بہت بڑے مناظر اور واعظ جو ٹی وی چینلز پر وہ ''حسنِ خلق'' کے موضوع پر اکثر بڑی با اخلاق و باکردار گفتگو فرمایا کرتے ہیں ان کی خدمت میں ایک مرتبہ حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ ''خوش اخلاقی'' کا جو مظاہرہ وہ کر سکتے تھے انہوں نے خوب خوب اس کا ''حق ادا'' کیا۔ پھر جب ہم نے جناب محترم کی توجہ ان اور ان جیسوں کے رویے کے باعث اہلسنت و جماعت سے برگشتہ افراد و جماعت کی طرف دلا کر ان سے نرمی اور حکمت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کرنے کی گزارش کی تو اس پر حضرت نے بگڑ کر ارشاد فرمایا: کیا ہم نے تمام لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے؟ حالانکہ ان کے اس استفہام انکاری کا سیدھا اور آسان جواب یہ ہے کہ ہاں ہم ہی پہلے اپنے اور پھر تمام لوگوں

کے اصلاح کے ''ٹھیکے دار'' ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بالعموم اور علمائے کرام کو بالخصوص ابشار و تنذیر اور تبلیغ اسلام کا مسئول اور ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور جو شخص حکمت بالغہ اور موعظت حسنہ کے ساتھ عامۃ الناس کو دین اسلام اور عقائد حقہ کی دعوت دینے کی زحمت گوارا نہیں کرتا اسے چاہیے کہ مصنوعی علامہ، کاغذی شیر اور اشتہاری مبلغ اسلام بننے کے بجائے کوئی دوسرا باعزت اور حلال روزگار تلاش کرلے تاکہ لوگ اس کی بداخلاقی، بدتمیزی اور بدتہذیبی کی وجہ سے دین اسلام سے متنفر نہ ہوں ورنہ اللہ کے حضور جوابدہی کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے۔

حق و باطل اور سچ و جھوٹ میں فرق کرنے کے لئے جاری کردہ فتاویٰ اور کسی مسئلہ یا عبارت پر تغلیط، تفسیق اور تکفیر، مجتہدانہ شان کے حامل علمائے کرام کا کام ہے نہ کہ جامد مقلدین اور متعصب گروہ کے واعظین، اور علماء نما طلباء کا جن کا سارا مبلغ علم بے سروپا باتیں اہل علم کا منہ چڑا رہی ہوتی ہیں۔

ان تکفیری رویوں کا پانچواں سبب بعض حضرات کا بغیر علمائے کرام کے کسی اجماعی فیصلے یا متفقہ اعلان یا مزید سکوتی طور پر کسی کو بڑا ماننے یا قبول کرنے کے بجائے بزعم خویش خود اپنے آپ کو اس زمانے کا ''امام اعظم'' متصور کرنا اور اپنے کو جامع معقول و منقول کے القابات اور متکلم و مناظر اسلام کے خطابات و اعلانات کا حقیقی مصداق سمجھنا ہے حالانکہ معقولات کے لیے مطلوب عقل اور منقولات کے لئے مطلوب ذہن سے بالکلیہ محروم ان مفسدین کی نظر میں ہر وہ شخص جو ان کی سوچ، خیال اور فکر کے برعکس سوچتا اور سمجھتا ہے وہ ابتداء تفسیق اور باز نہ آنے پر تکفیر کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ان حضرات نے اپنے متعلقین کے درمیان اس بات کو بطور حقیقت کے پھیلایا بلکہ ان کے ذہنوں میں راسخ کر رکھا ہوتا ہے کہ صحت عقائد کی اسناد (Certificate) جاری کرنے یا نہ کرنے کا مکمل اختیار ان کو حاصل

ہے۔لہذا جب کسی کے ساتھ کسی نئے یا پرانے حساب کو چکانا مطلوب ہوتا ہے یا کسی کو بلیک میل کرنا ہو تو ان کی بارگاہ سے کفر وضلالت کے فتاویٰ، توپ کے گولوں کی طرح گن گرج کے ساتھ جاری کئے جاتے ہیں تا کہ متاثرہ فرد یا جماعت ان کے در پر اپنی جبیں نیاز خم کر کے ان کے دستِ جہالت پر دوبارہ کلمہ پڑھ کر از سرِ نو اسلام کے دائرے میں ان کی اجازت اور نظر عنایت سے داخل ہو سکے۔

اہلسنت و جماعت میں کئی افراد اور ادارے مختلف النوع صلاحیتوں کے حامل ہیں۔
اگر اہلسنت کے مالی وسائل کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی ان کے ہاتھ آجائے تو ہر سطح پر ہر قسم کا کام کرنا اور افراد کار تیار کرنا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔مگر چند متعصب اور مردم بیزار علماء نامی جہلاء نے کئی سنی اہل ثروت اور صاحب خیر افراد کو مسلک پرستی کے نام پر اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔
جن سے وہ حج اور عمرے کے ٹکٹ سمیت دوسرے کئی ذاتی وخاندانی معاملات ومسائل کے لیے مال بٹورتے رہتے ہیں۔چنانچہ جیسے ہی کوئی شخص آگے بڑھ کر کام شروع کرتا ہے اور لوگوں کی توجہ اس کی محنت اور کام کی وجہ سے اس کی طرف مبذول ہونا شروع ہوتی ہے یہ ظالم اس کا ناطقہ بند کرنے کے لئے اور اہل ثروت کا دھیان ومیلان اس سے پھیرنے کے لئے اس پر گمراہی اور کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔کام کرنے والا آدمی بیچارہ اپنا کام اور محنت چھوڑ کر پوری زندگی تہمتوں اور الزامات کی کالک سے اپنی جان چھڑا نہیں پاتا اور صفائیاں پیش کر کر کے دنیا سے چلا جاتا ہے اسی لیے ان حضرات کا بڑا مشہور مقولہ ہے کہ "نہ ہم کھیلتے ہیں اور نہ کھیلنے دیتے ہیں"۔اہلسنت کے ناتواں کندھے پتہ نہیں کس مجبوری کی وجہ سے اس نا قابل برداشت بوجھ کو اٹھائے ہوئے بلکہ سر پر چڑھائے ہوئے ہیں۔شاید اس لئے کہ اوپر سے تاک تاک کر یہ ہر ایک کام کرنے والے کا کام تمام کر سکیں۔
ان تکفیری فتاویٰ بازی کا ایک اور سبب علم وعمل کے اعتبار سے چھوٹا ہونے کے

باوجود بڑا بننے کا خمار ہے۔جن مذہبی افراد کو قیادت وسیاست کا بھوت سوار ہو جائے تو پھر کیونکر کسی اور کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا جا سکتا ہے۔چنانچہ تحقیر واستخفاف کا آسان ترین عمل یہ ہے کہ اپنے حریف پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا جائے تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری کے مصداق دوسروں کے علم وفضل کا انکار کا یہ آسان اور قابل قبول طریقہ ہے جس سے قابل استحقاق قائدانہ کردار تو کیا ادا کرے گا اسے اپنے دین وایمان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔کیونکہ یہ حضرات ہفتہ، پندرہ روزہ اور ماہانہ دروس میں فریق مخالف پر بغیر کوئی موقع ضائع کئے مسلسل تبرا کر رہے ہوتے ہیں۔

اس تکفیری قضیے کا ایک اور پہلو تعصب ہے۔اسلام تعصب کے جملہ منفی پہلوؤں کو مٹانے آیا ہے۔اوائل اسلام سے لے کر آج تک علمائے کرام اور بزرگانِ دین نے بتان رنگ و بو گرانے بلکہ توڑنے کے لیے ہمہ وقت کوششیں کیں اور ان کوششوں میں وہ کامیاب بھی رہے ہیں۔لیکن آج پورے عالم اسلام اور پاکستان میں بالخصوص، اسلام دشمنوں کی بڑھکائی ہوئی تعصب کی آگ نے معاشرہ کے کم وبیش ہر طبقہ کو متاثر کیا ہے مذہبی حلقوں کے بعض شریر الفطرت افراد مسلک پرستی کے آستانے پر سجدہ ریز نظر آتے ہیں۔چنانچہ تعصب خواہ لسانی ہو یا صوبائی، اپنی جماعت کا ہو یا اپنے پیر خانہ کا اس نے کئی ایک مسلکی ٹھیکیداروں کی سوچ وفکر کے زاویے بدل کر رکھ دیے ہیں۔محض ظن وتخمین کی بنیاد پر بھی کئی معتبر ومستند علمائے کرام اور نہایت محترم بزرگان دین، غیر مستند واعظین کے ہاتھوں دائرہ دین سے باہر دھکیل دیے گئے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ آپ اگر کوئی مثبت اور دینی تعمیری کام کرنا چاہیں تو آپ کو شدید محنت، تقویٰ، للہیت واخلاص اور قربانی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے جبکہ اس کے برعکس اگر کسی کی پوری زندگی کی محنت اکارت کرنی ہو تو اس کے لئے کسی محنت اور قربانی کی ضرورت نہیں پڑتی

سرف کسی پر الزام، تہمت یا ایک فتویٰ جڑ دیں آپ چند دنوں میں ''محسن اہلسنت''، 'مبلغ اسلام'، مناظر اسلام، وکیل احناف، فاتح نجدیت اور نہ جانے کیا سے کیا بن جائیں گے۔ اور اس پر مستزاد لوگوں کو اپنی کشف و کرامات اور پیشگوئیوں کے لامتناہی سلسلہ کا اسیر بنانے کے فن سے اگر کچھ واقفیت رکھتے ہوں تو پھر کوئی بھی شخص آپ کے ''فیض'' کے سامنے بند باندھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اور مزید یہ کہ کسی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے آج کسی نص قرآنی ،حدیث تواتر اور اجماع امت کی ضرورت تو ہے نہیں کہ آپ سے پوچھا جائے کہ آپ نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر تہمت باندھنے کی ہمت کیسے کی۔ کفر بازی کی ساری شعبدہ بازی اقوال علمائے کرام اور عبارات اکابر کی روشنی میں سر انجام پاتی ہے جو اگر چہ کہ خیر القرون سے نہ بھی ہوں لیکن ان کا مقام و مرتبہ یا ان کی مجتہدانہ رائے اور مخلصانہ فتویٰ کو آپ کی نگاہ میں نص سے زیادہ اہمیت حاصل ہے جبکہ اس کے مقابلے میں آپ کے سامنے اسوۂ رسول، تعامل صحابہ، اور حیات تابعین کا کوئی عملی نمونہ سامنے رکھ دیا جائے تو وہ لائق اعتنا نہیں رہتا۔
(فنعوذ باللہ من ذالك)

امام ابراہیم نخعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ احکام شریعت معنوی حیثیت سے مصالح و مفادات انسانی پر مشتمل ہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کی بنیاد ایسے مضبوط اور محکم اصول اور علتوں پر تعمیر ہوتی ہیں جو ان سارے مصالح پر حاوی ہوں۔ اور ان سب کا منبع و ماخذ کتاب اللہ و سنن رسول (ﷺ) ہیں۔ فروعی احکام کی مشروعیت بھی انہی اسباب و علل کے تحت ہیں اور فقیہہ (یعنی مفتی و قاضی) وہی ہے جو ان احکام کی علتیں اور ان کی غرض و غایت سمجھتا ہو تا کہ کسی بھی حکم کو وہ مصالح کے ساتھ مربوط رکھ سکے۔ (صفۃ الصفوۃ ۳/۸۶)

سیدنا علیؓ نے جہاد و قتال میں بھی اپنے مسلمان بھائیوں اور اہل علم و فضل کی تحقیر و تکفیر نہیں فرمائی حالانکہ جنگ و قتال احقاق حق، اور ابطال باطل کا آخری مرحلہ ہوتا ہے جنگ

جمل کے دوران حضرت علیؓ کا منادی آواز دیتا تھا کسی زخمی کو نہ مارا جائے اور نہ اس کا کام تمام کیا جائے۔

جنگ جمل کے بعد عمران بن طلحہؓ (جو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے رفقاء اور سیدنا علیؓ کے مخالفین میں سے تھے) ایک روز بعد از جنگ حضرت علیؓ کے پاس گئے تو سیدنا علیؓ نے آپ کو خوش آمدید کہہ کر قریب کرتے ہوئے فرمایا: میری تمنا ہے کہ مجھے اور آپ کے والد کو اللہ تعالیٰ ان میں سے بنائے جن کے بارے اُس نے فرمایا ہے:

" و نزعنا ما فی صدورھم من غل اخوا نا علی سرر متقبلن"

ترجمہ: اور ان کے سینوں میں جو کینہ تھا وہ ہم نے کھینچ لیا۔ وہ آپس میں (جنت میں) روبرو بیٹھے ہوئے بھائی ہوں گے۔

اس کے بعد سیدنا علیؓ نے حضرت طلحہؓ کے گھر والوں کے بارے میں فرداً فرداً پوچھنا شروع کیا۔ "اے برادرزادے بچے اور ان کی مائیں کیسی ہیں؟ فلاں کا کیا حال ہے؟ فلاں کس طرح ہے؟

کچھ لوگ جنہیں رسول اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل نہیں رہا تھا اور وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کی عظمت و شرافت کو اچھی طرح نہیں جانتے تھے۔ انہیں تعجب ہوا۔ ان میں سے دو آدمی جو قریب ہی فرش کے کنارے بیٹھے تھے وہ بول اٹھے اللہ تعالیٰ انصاف فرمائے۔ کل انہیں سے جنگ کر رہے تھے اور وہ پھر دوبارہ جنت میں آپ کے بھائی ہو جائیں گی۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت علیؓ نے غضبناک ہو کر فرمایا اٹھ جاؤ اللہ کی زمین سے دوری اور تباہی و بربادی رکھنے والے۔ میں اور طلحہؓ جنت میں اس طرح قریب نہ ہوں گے تو کون ہوگا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت علی بن یاسر رضی اللہ عنہ جو جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے موقف کے خلاف تھے ان کے سامنے کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ کہا تو آپ نے غصہ کے عالم میں اسے ڈانٹ کر کہا۔ چپ ہوجا! بھونکنے والے قبیح آدمی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ کو ایذا پہنچانا چاہتا ہے؟ وہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ہمارا امتحان لیا کہ ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں یاخداکیا۔

(حیاۃ الصحابہ ۳/۱۲)

سبحان اللہ اس پورے قضیہ میں جنگ وجدال بلکہ قتال کرنے والے فریق مخالف کی تکفیر تو بہت دور کی بات ہے۔ حضرت علیؓ نے جنگ میں حصہ لینے والے کسی بھی شخص کو گمراہ، بدمذہب، فاسق و فاجر تک نہ کہا اور نہ ہی ان میں سے کسی کی سیرت، اخلاق، عبادات، معاملات، اعمال کردار اور عبادات کی تحقیر و استہزا فرمائی اور نہ ہی اپنے جانثاران اور فدائین کو دوسروں سے برگشتہ کرنے کے لئے جھوٹ پر مبنی پروپیگنڈہ کیا بلکہ اس کے برعکس آپ نے عملی طور پر اس حقیقت کا ثبوت دیا کہ آپ کا قلب مبارک نور نبوت سے منور ہے۔ اور آپ کے جہاد وقتال کا مقصد بھی دنیاوی منصب و اختیار اور مال و اقتدار ہرگز نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ نے اپنی مومنانہ فراست سے شیطان کے امت میں افتراق، انتشار اور مزید قتل و غارتگری یا اختلاف ونفرت کی ہر ممکن کوشش کو ناممکن بنا کر رکھ دیا۔ دوسری طرف آج کے علماء نما جہلاء ہیں جو کسی بھی مخالف گروہ یا شخص کے بارے میں اپنی رائے کا آغاز ہی تکفیری کلمات سے کرتے ہیں اور اپنی دانست میں کسی کے ساتھ نہایت رقت القلب کا مظاہرہ فرمائیں تو اسے فاسق وگمراہ قرار دیتے ہیں۔ چھوٹی سی بات یا معمولی جزئی یا فروعی مسئلہ کو کائنات کا سب سے بڑا مسئلہ بنانے اور اہل ایمان کی لغزشوں اور اجتہادی خطاؤں کو اسلام اور کفر کے مابین جنگ بنانے کا فن تو کوئی ان ظالموں سے سیکھے۔ امام زہریؒ فرمایا کرتے تھے: حدیث ہمارے یہاں بالشت بھر کی ہوتی ہے جو عراق پہنچ کر بالشت سے زیادہ طویل

ہوجاتی ہے۔ ہمارے یہاں بھی تنکے کو درخت، ذرہ کو پہاڑ اور قطرہ کو سمندر بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ دوسرے کی ہجو، تکفیر و تفسیق کرنے میں سہولت رہے۔ جیسے جیسے خوف خدا، قبر کی تیاری اور آخرت کی فکر کا جذبہ کم ہوتا چلا گیا اور دنیاوی اغراض و مقاصد کا غلبہ ہوتا چلا گیا۔ ویسے ویسے مسلمان واعظین اور خطباء کے لئے دعوت دین کے حکیمانہ اسلوب کی اہمیت اور داعیانہ تڑپ کی ضرورت مفقود ہوتی چلی گئی جس سے یہ خود بھی اہل دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ٹھہرے اور دوسرے دین داروں کو بھی انہوں نے رسوا کروایا۔

اس پر مستزاد عقلی، علمی، تحقیق اور فکر جمود (Stagnation) نے ہمارے اہل دین کی قابل ذکر تعداد کی ذہنی سطح نہایت پست کر دی ہے۔ وہ اچھا سوچنے، اونچی پرواز، بلند نگاہ اور آگے بڑھنے کے جذبے کے بجائے اپنے چند رفقاء کے جھرمٹ میں بیٹھ کر "سب اچھا ہے" کی بانسری بجا رہے ہیں جبکہ عامۃ الناس مسلمان بالخصوص نوجوان الحادی طوفان اور بے حیائی کے ہر روز بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے ایمان ویقین کی راکھ میں دبی چنگاریاں کب تک سلامت رکھ پاتے ہیں۔ اس سے ہمارا مذکورہ بالا دیندار طبقے کو کوئی غرض نہیں ہے۔ مسلمان فرائض، سنتوں سے غافل ہوں، فسق وفجور میں ڈوبتے چلے جا رہے ہوں، شیطان کے بچھائے ہوئے خوبصورت جال کا شکار بن رہے ہوں، مسائل کی وجہ سے چور، ڈاکو، رہزن اور قاتل بن رہے ہوں یا کثرت مال و اسباب کی وجہ سے عیاش اور بدمعاش بنتے چلے جا رہے ہوں۔ یہ ہمارے دیندار طبقہ اور بالخصوص خطباء وواعظین کا دردسر نہیں۔ پچھلے دو سو سالوں سے اسلام اگرچہ کہ مسلمان حکومتوں اور حکمرانوں کی ترجیح نہیں رہا ہے۔ لیکن پھر بھی اسلام گھروں، تعلیمی اداروں، عدالتوں، اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں اس قدر تو آج [illegible] موجود رہا ہے کہ کوئی قانون، فیصلہ اور عمل اسلام کی تعلیمات کے خلاف کم از کم علی الاعلان تواتر کے ساتھ نہ ہو۔ لیکن اب تو یہ سب بھی قصہ پارینہ بنتا جا رہا ہے۔ لاکھوں مساجد، ہزاروں مدارس، خانقاہوں اور بے شمار علمائے کرام اور کروڑوں بظاہر دیندار مسلمانوں کی اس ملک میں

موجودگی کے باوجود چند ہزار خدا بے زار، شیطان کے پجاری، مغرب کے غلام اور عالمی طاقتوں کے کاسہ لیس سیکولر، لبرل، کمیونسٹ، ملحد اور بائیں بازوں (Leftist) کے اسلام اور پاکستان دشمن طبقہ کی آئے دن علی الاعلان باغیانہ روش پر کوئی نکیر کرنے والا نہیں ہے۔

بڑے شہروں میں اجازت یافتہ (Licenced) شراب خانے اور جوا خانے بلکہ بدکاری کے اڈے (Brothels) کے خلاف بولنے، لکھنے، مظاہرہ اور احتجاج کرنے والے کتنے واعظین وخطباء اور دیندار ہیں جو اس جہاد کے بھی علمبردار ہوں۔ کیا یہ سب کچھ کسی مخلص داعی، مبلغ اور عالم دین کو تڑپانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیا اس پورے فساد اور فتنہ کی اصلاح کی ذمہ داری بلکہ فریضہ اہل دین کو اپنی ترجیحات بدلنے کی دعوت نہیں دیتا۔ آج دینداروں کا سب سے بڑا دشمن خود دیندار نما افراد ہیں جو لاکھوں روپے خرچ کر کے اپنے مخالفین کے رد اور تکفیر میں جلسے، جلوس، کانفرنسیں، میٹینگیں، مناظرے، اشتہار بازی، فتویٰ بازی اور کتب وکتابچے شائع کرنا اور کروانے کو ہی اسلام کی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں۔

اس لیے ہماری گزارش ہے کہ بڑے علمائے کرام اور مفتیان دین، تمام یا کم از کم اہلسنت وجماعت کی مذہبی تنظیمات، دینی جماعتوں، مدارس اور خانقاہوں کے نامزد کردہ اہل علم و دانش پر مشتمل نمائندہ، فتویٰ بورڈ (Fatwa Board) تشکیل دے کر آپس کے تکفیری وتفسیقی معاملات ومسائل کو بحسن خوبی اور اجماعی طور پر (Unanimously) حل کیا جاسکتا ہے۔ اس بورڈ کا کم از کم فائدہ یہ ہوگا کہ کسی بھی شخص کے انفرادی رائے اور فتویٰ کو کسی دوسرے فرد کے اسلام اور عقائد کے بارے میں قول فیصل سمجھنے کے رویے کی حوصلہ شکنی ہو گی اور ذاتی بغض وعناد اور حسد ورقابت کا شر دوسروں کے ایمان وعقائد کی بنیادوں پر حملہ آور نہیں ہونے پائے گا۔ اور اہل علم کی مساجد کے محراب ومنبر اور اپنے قیمتی ذرائع ووسائل اسلام کی اعتقادی، فکری، نظریاتی، معاشرتی، معاشی، علمی، اخلاقی اور اصلاحی عظمت پر خرچ کرنے کی طرف متوجہ ہونا شروع ہو جائیں گے۔

پیش نظر کتاب حرمت تکفیر مسلم، نوجوان عالم دین، محقق ومبلغ اور صاحب قرطاس وقلم جناب حضرت علامہ مفتی عمیر محمود صدیقی صاحب نے اکیسویں صدی میں غلبہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے والے والے ایک اہم مسئلہ "مسلمانوں کے باہم تفسیق وتکفیر کے شرعی اصول و ضوابط" پر نہایت جامع اور مدلل علمی وتحقیقی کاوش ہے۔ پوری کتاب نفس مضمون پر ادلہ شرعیہ، اقوال فقہائے عظام و آرائے علمائے کرام کی تشریح توضیح، تاویل اور تطبیق (Application) کا خوبصورت مرقع ہے۔ آج جب پوری امت مسلمہ تکفیری فتاوی کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹتی چلی جارہی ہے۔ یہ کتاب امت کے بٹوارہ گروں کی شرعی حیثیت کے تعین کے ساتھ ساتھ علمائے کرام اور مفتیانِ دین کی خدمت میں ایک عالمانہ گزارش اور محققانہ عرضداشت ہے کہ وہ تکفیری روش اور تکفیری مزاج کی بیخ کنی میں مداہنت سے کام نہ لیں بلکہ شریروں کے پھیلائے ہوئے باہم تکفیری شر کو روکنے میں بھرپور کردار ادا کریں اور جہاں حقیقتاً تکفیر کی ضرورت محسوس ہو، اجماعی طور پر اس کے بارے میں فتویٰ جاری کیا جائے اور وہ بھی جملہ اصول وشرائط کو پیش نظر رکھ کر نہ کہ ذاتی پسند و ناپسند کی بناء پر۔

کتاب ھذا اہل علم، وکلائ، جج صاحبان اور بالخصوص شرعی عدالتوں کے جج صاحبان کے لئے (Referance) کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس اسلامیہ اور بالخصوص تخصص فی الفقہ یا قاضی کورس کروانے والے مدارس کے منتہی طلباء کے لیے اس کتاب کو بطور Resource Book کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ مصنف، طابع، ناشر اور وہ تمام افراد جنہوں نے اس سنجیدہ اور تحقیقی مواد کو کتاب کی صورت میں ڈھالنے میں معاونت فرمائی، جزائے خیر واجر عظیم عطا فرمائے۔

مفتی عمران خان نقشبندی

کسی خاندان ،قبیلہ ،قوم یا ملک کے لیے سب سے زیادہ مسائل اس وقت کھڑے ہو جاتے ہیں جب اس خاندان ،قبیلہ،قوم یا ملک کے لوگ خود آپس میں ہی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں ۔اسی طرح ایک مذہب کے لیے اپنی اصل ہیئت اور تابناکی کو قائم رکھنا کافی مشکلات اور مصائب سے دو چار ہو جاتا ہے جبکہ اس کے ماننے والوں میں دانا دشمن یا نادان دوست پیدا ہو جائیں ۔بیرونی مخالفتوں اور یورشوں کو تو پھر بھی قوت وطاقت اور اجتماعی کوشش سے کچلا جا سکتا ہے لیکن وہ اندرونی مسائل جو اپنوں کے ہی پیدا کئے ہوئے ہوں ان کو نہ تو طاقت وقوت سے حل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی حکمت و دانائی کے جوہر عمیق کی عملی کاوش کے بغیر اس سے چھٹکارا وفرار ممکن ہے اور مسئلہ تکفیر انہی اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے جس پر محقق عصر جناب مفتی عمیر محمود صدیقی صاحب نے یہ تحریر سپرد قرطاس کی ہے ۔اللہ ان کی اس علمی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے ۔آپ نے قرآن وسنت اور اقوال علماء کی روشنی میں ایک مفتی کے لیے صحیح طریقہ کار کی وضاحت کی ہے بلکہ یہ کوشش بھی کی ہے کہ ان حضرات تک یہ فکر پہنچائی جائے جو مسلمانوں کو کافر اور کافروں کو مسلمان بنانے میں مصروف ہیں ۔اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مصنف کی خدمت قبول فرمائے ۔آمین

مقدمہ

سب تعریفیں اس رب العالمین کے لئے جس نے اہل ایمان کے لئے ایمان کو محبوب اور کفر کو ناپسند فرمایا ۔بے شمار درود وسلام حضور رحمت عالمین ﷺ پر جن کے بارے میں اللہ نے ”لعلك باخع نفسك على اثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحديث اسفا“ ارشاد فرمایا ۔اللہ رب العزت ہمیں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے ۔

اللہ رب العزت کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے ۔جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایمان واسلام کی دولت عطا فرمائی یقیناً وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہے ۔جہاں مسلمانوں پر دین متین کا علم حاصل کرنا فرض ہے وہاں اتنے مسائل جاننا بھی ان کے لیے ضروری ہیں جن کے جاننے کی وجہ سے وہ اپنے دین کی حفاظت کرسکیں ۔اسی لئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و فی تبیین المحارم :لا شك فی فرضیة علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص لأن صحة العمل موقوفة علیه ،و علم الحلال و الحرام و علم الریاء ،لأن العابد محروم من ثواب عمله بالریاء ،و علم الحسد و العجب اذ هما یأكلان العمل كما تأكل النار الحطب ۔و علم البیع و الشراء و النكاح و الطلاق لمن أراد الدخول فی هذه الأشیاء ،و علم ا لالفاظ المحرمة أو المكفرة ،لعمری هذا من أهم المهمات فی هذا الزمان ،لأنك تسمع كثیرا من العوام یتكلمون بما یكفر و هم عنها غافلون،و الاحتیاط أن

یجدد الجاھل ایمانه کل یوم ،و یجدد نکاح امرأته عند شاھدین فی کل شھر مرۃ أو مرتین

(ردالمحتار: ج:۱/ص:۱۲۶)

فرائض خمسہ اور اخلاص کے علم کی فرضیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ اسی طرح حلال وحرام اور ریا کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیونکہ عابد ریا کی وجہ سے عمل کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور حسد وعجب کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیونکہ یہ دونوں عمل کو کھا جاتے ہیں جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ اور جو شخص خرید وفرخت، نکاح وطلاق کے معاملات میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس پر ان کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے۔ اور ان الفاظ کا علم جو حرام ہیں یا کفر کو واجب کرتے ہیں ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ میری عمر کی قسم! اس زمانہ میں ان کا علم حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ آپ عوام الناس میں سے بہت سے لوگوں کو وہ کلام کرتے ہوئے سنیں گے جس سے وہ کافر ہو جاتے ہیں اور اس سے غافل ہوتے ہیں۔ احتیاط اس میں ہے کہ جاہل اپنے ایمان کی تجدید روزانہ، اور اپنی بیوی سے اپنے نکاح کی تجدید دو گواہوں کی موجودگی میں ہر مہینہ ایک بار یا دو بار کر لیا کرے۔

معاشرہ میں بے شمار افراد ایسے ہیں جو ان مسائل سے یکسر غافل وجاہل ہیں جن کی وجہ سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اہل اسلام کی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول کرانے کے لئے ہر دور میں علماء عظام نے کئی ایک کتب ورسائل تصنیف فرمائے ہیں تا کہ خواص وعوام ان سے استفادہ کرتے ہوئے خود کو ان عقائد، افکار اور اعمال سے محفوظ رکھ سکیں جو ایمان پر منفی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کئی قارئین نے بجائے اس کے کہ ان کتب کے ذریعہ سے عوام وخواص کو کفر سے بچانے کی کوشش کرتے

اپنے مناظروں، تحریروں اور مکالموں کے ذریعہ سے تکثیر اہل اسلام کے بجائے تکفیر اہل اسلام پر زیادہ زور صرف کیا۔ جس کے نتیجہ میں شاید ہی ہمارے دور میں کوئی ایسی نامور علمی شخصیت ہو جو اپنے مسلمان بھائی کے فتویٰ تکفیر کی زد سے محفوظ ہو۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

رأی ابو حنیفة ابنه یتکلم فی الکلام فنھاہ فقال: انت تتکلم فیه فقال: نحن نتکلم کأن الطیر علی رءوسنا و انتم تتکلمون و یرید کل واحد منکم کفر صاحبه و من اراد کفر صاحبه فقد کفر ھو (فتاویٰ النوازل: ص:۸۶)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو مناظرہ کرتے دیکھا تو ان کو منع کر دیا۔ آپ کے صاحبزادے نے کہا کہ آپ خود تو یہ کام کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہم بات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ تم مناظرہ کرتے ہو تو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفر چاہتا ہے۔ جو اپنے ساتھی کے لئے کفر کا ارادہ کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نصیحت علماء کے لئے مشعل راہ ہے۔ انہیں چاہئے کہ اس کو لازم پکڑ لیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی مناظرانہ گفتگو اور تحریر میں اسی روش کو اختیار کیا جاتا ہے کہ کسی طرح سے اپنے مقابل کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جائے۔ اہل علم حضرات کو چاہئے کہ اس سے سختی کے ساتھ اجتناب کریں اور اکابرین امت کے عمل کو اختیار کریں۔

عوام وخواص میں سے اکثر لوگ مشغلہ تکفیر میں اس قدر آگے نکل جاتے ہیں انہیں اپنے متعلقین یا اپنی ذات کے سوا کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ جبکہ بعض لوگ اس قدر جہالت میں ڈوب جاتے ہیں کہ انہیں کوئی کافر معلوم نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تمام کاوشیں اسلام کا دائرہ اتنا وسیع کرنے میں صرف کرتے ہیں کہ کوئی بھی شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی اس دائرہ سے باہر نہ جاسکے۔ یہ تمام غیر معتدل رویہ کسی طور پر بھی درست نہیں۔ اللہ رب العزت کی دی ہوئی توفیق

سے راقم نے اس کتاب میں ایسا معتدل انداز اختیار کیا ہے جو قرآن وسنت اور اکابرین امت کے معمولات کے مطابق ہو۔اس کتاب کا موضوع اگرچہ اس کے نام "تھذیب الافکار باصول الاکفار" سے ظاہر ہے۔تاہم ہم ذیل میں اس کے مقصد کو مزید واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

ا۔ عوام اور علماء اس سے استفادہ کریں اور خود کو کفر،شرک اور گمراہی سے بچا سکیں نیز دوسرے مسلمانوں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔

ب۔ وہ اہل علم حضرات جو منصب افتاء پر فائز ہیں یہ کتاب ان کے لئے ممد ومعاون ثابت ہو سکے۔

ج۔ ان اصولوں کو سمجھنا جن کی بنیاد پر تکفیر کی جاتی ہے تاکہ غیر معتدل رویوں سے بچا جا سکے۔

د۔ ہم نے اس کتاب کو بالخصوص اہل سنت والجماعت کے لیے لکھا ہے تاکہ وہ ان اصولوں سے آگاہی کے بعد خود کو ایک دوسرے کی ناحق تکفیر سے بچا سکیں۔

کتب فتاویٰ اور اصول میں علمائے عظام نے کئی ایک اصول فتاویٰ نویسی کے درج فرمائے ہیں۔ذیل میں ہم صرف ان چند باتوں کو بیان کر رہے ہیں جن کا فتویٰ تکفیر میں اہتمام کرنا ضروری ہے۔ان مسائل کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

◆ ۱ مسئلہ اکفار میں صرف ائمہ مجتہدین کا اعتبار کیا جائے گا۔اس باب میں ہر وہ بات جو ائمہ مجتہدین کے خلاف ہو اگرچہ وہ متکلمین ومحدثین کی طرف ہی کیوں نہ منسوب ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاقتصاد فی الاعتقاد" میں اہل علم کو اعتقاد میں اقتصاد یعنی اعتدال اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے ہوئے آخری باب میں اصول اکفار پر گران قدر بحث کی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

"اعلم للفرق فی هذا مبالغات و تعصبات فربما انتهى بعض الطوائف الى تكفير كل فرقة سوى الفرقة التى

يعتزى اليها فاذا اردت ان تعرف سبيل الحق فيه فاعلم قبل كل شئ ان هذه مسألة فقهية إعنى الحكم بتكفير من قال قولا او تعاطى فعلا" (الاقتصاد فی الاعتقاد:ص:۳۰۲)

مسئلہ تکفیر میں بعض فرقوں نے مبالغہ آرائی اور تعصبات سے کام لیا ہے۔بعض گروہ اپنے فرقے کے سوا تمام فرقوں کی تکفیر کرتے ہیں۔اگر آپ اس بارے میں شاہراہ حق کو پہچاننا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ فقہی ہے یعنی کسی شخص کی کسی قول یا فعل کی وجہ سے تکفیر کا حکم دینا۔

◆ ۲ جس امر کے کفر ہونے میں مجتہدین کا اختلاف ہو اس میں تکفیر نہیں کی جائے گی۔البتہ احتیاطاً توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔موجب کفر صرف وہی امر ہو سکتا ہے جس کے موجب کفر ہونے پر اجماع ہو۔علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

و ألفاظه تعرف فی الفتاوىٰ بل افردت بالتاليف مع انه لا يفتى بالكفر بشئ منها الا فيما اتفق المشائخ عليه .... قال فی البحر و قد الزمت نفسى ان لا افتى بشئ منها

(الدر المختار:ج:۶/ص:۳۵۸)

کفر کے الفاظ کتب فتاویٰ میں معلوم ہیں بلکہ میں نے بھی اس مسئلہ میں ایک علیحدہ کتاب تالیف کی ہے لیکن ان میں سے کسی لفظ سے بھی کفر کا فتویٰ دینا صحیح نہیں سمجھتا۔ہاں اس صورت میں جس میں تمام مشائخ کا اتفاق ہو۔شیخ ابن نجیم نے البحر الرائق میں بھی کہا ہے کہ میں نے اپنے نفس پر یہ التزام کیا ہے کہ کسی مسلمان کو ان الفاظ سے کافر نہ کہوں گا۔

◆ ۳ کسی بات کو کفر قرار دینا مجتہدین کا کام ہے۔اگر مفتی مجتہد نہ ہو اور ناقلین کے زمرے میں شمار ہوتا ہو تو اسے چاہئے کہ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں ہی فتویٰ جاری کرے۔غیر مجتہد کا اس باب میں کوئی اعتبار نہیں۔علامہ شامی اپنے دور کے مفتیان

کرام کے بارے میں فرماتے فرماتے ہیں۔

و المراد بالمفتی الذی یتخیر بین الاقوال هو المجتهد الذی له قوة نظر و استنباط و اما اهل زماننا و اشیاخهم و اشیاخ اشیاخهم فلا یسمون مفتین بل ناقلون حاکون۔ (تنبیہ الولاۃ والحکام، ص:۳۲۹)

اور وہ مفتی جس کو ان حضرات کے اقوال میں اختیار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ مجتہد ہے جس کے پاس قوت نظر اور مسائل کو استنباط کرنے کا ملکہ ہو۔ جہاں تک ہمارے زمانے کے علماء اور ان کے اساتذہ اور ان کے اساتذہ کے اساتذہ کا تعلق ہے تو وہ مفتی نہیں کہلاتے بلکہ وہ تو (مفتیوں کے کلام کو) نقل کرنے والے اور حکایت کرنے والے ہیں۔

۴ اگر کسی فرد معین کے بارے میں کوئی عالم کفر کا فتوی جاری کرے اور اس فرد کے کفر میں علماء کا اختلاف ہو تو اس فتوی تکفیر پر ایمان لانے کا کسی دوسرے کو مکلف نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر تمام علماء اس کے کفر پر متفق ہوں تو ان کے راستہ کو چھوڑنا دنیا اور آخرت میں بربادی کا سبب ہے۔ جیسے مرزا قادیانی کا کافر ہونا۔

۵ اگر کسی مسئلہ میں تاویل ممکن ہو تو کسی بھی طرح اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

فی الیتیمیة: الاصل ان لا یکفر احد بلفظ محتمل لأن الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة و مع الاحتمال لا نهایة (الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۱۲)

اصول یہ ہے کہ کسی شخص کی بھی ایسے لفظ کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جائے گی جو اپنے اندر احتمال رکھتا ہو۔ کیونکہ کفر کی سزا انتہائی درجہ کی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی عقوبت انتہائی جرم پر ہو اور جب تک احتمال موجود ہو انتہائی

جرم نہ ہوگا۔

حضرت شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

و الذی تحرر انه لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن أو کان فی کفره اختلاف و لو روایة ضعیفة علی هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر بها و لقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منها۔

(البحر الرائق: ج:۵/ص:۲۰۱)

ترجمہ: مسلمان کے کلام کو جب تک اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ وہ اختلاف ضعیف روایت سے ہی کیوں نہ ہو اس کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ یہاں جو الفاظ کفر ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔ میں نے اس بات کا اپنے نفس پر التزام کیا ہے کہ ان الفاظ کی بنیاد پر فتویٰ نہ دوں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان النظر فی التکفیر یتعلق بامور:

احدها: ان النص الشرعی الذی عدل به عن ظاهره هل یحتمل التأویل أم لا؟ فان احتمل فهل هو قریب ام بعید؟ ومعرفة ما یقبل التأویل و ما لا یقبل لیس بالهین بل لا یستقل به الا الماهر الحاذق فی علم اللغة العارف باصولها ثم بعادة العرب فی الاستعما ل فی استعاراتها و تجوزاتها و منهاجها فی ضروب الامثال

(فیصل التفرقۃ: ص:۹۱)

ترجمہ: تکفیر میں غور و فکر بعض امور سے متعلق ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب

کسی نص شرعی کے ظاہر سے عدول کیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر تاویل کا احتمال رکھتی ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ تاویل قریب ہے یا بعید؟ اس بات کی معرفت رکھنا کہ کیا تاویل کو قبول کرتا ہے اور کیا تاویل کو قبول نہیں کرتا، آسان نہیں ہے۔ اس کو وہی شخص جانتا ہے جو علم لغت میں انتہائی ماہر ہو اور اس کے اصول جانتا ہو۔ پھر اسے عرب کی استعارات اور تجوزات میں لغت کے استعمال کی عادت کا معلوم ہونا اور ضرب الامثال میں ان کے استعمال کا طریقہ معلوم ہونا ضروری ہے۔

اب ہم بعض مثالیں پیش کریں گے جن سے درج بالا بات کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

☆ و سئل بعضهم عن قوله لامرأته :أنت عندی كالله عز اسمه ؛فقال:هذا كلام محتمل ،يجوز أن ينوی به انی مطيع لك كطاعتی لله عز اسمه و يريد المبالغة فی طاعته لها فلا يكفر و ان عنی انها تستحق العبادة كفر

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۲۱)

ترجمہ: علماء میں سے کسی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو میرے نزدیک اللہ کی طرح ہے۔ اس کا حکم کیا ہوگا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ کلام محتمل ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس کی نیت یہ ہو کہ میں تمہارا اسی طرح فرمانبردار ہوں جیسے میں اللہ کی اطاعت کرتا ہوں یعنی وہ اس کی اطاعت کرنے کے اظہار میں مبالغہ کرتا ہے۔ پس وہ کافر نہ ہوگا۔ اگر اس کی مراد یہ ہو کہ وہ عبادت کی مستحق ہے تو کافر ہو جائے گا۔

☆ لو قال له:امهل فقال:لا اقبل شفاعة النبی صلى الله عليه واله وسلم فی المهلة فكيف اقبلها منك؛ فقال:

ليس فی ذلك استخفاف بالنبی ﷺ لانه لا يجب عليه ان يمهل و لا ان يترك حقه و لو شفع فی الامهال

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۲۵)

ترجمہ: اگر کسی سے کہا گیا کہ مہلت دو۔ اس نے کہا کہ میں مہلت دینے میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت کو قبول نہ کروں گا تو تمہاری کیسے کرلوں؟ حضرت علی بن احمد نے کہا: اس سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ اس میں آپ ﷺ کا استخفاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ مہلت دے یا اپنا حق ترک کرے اگرچہ رسول اللہ ﷺ سفارش فرمائیں۔

☆ و فی الجامع الاصغر :اذا وقع بين الرجل و بين صهره خلاف فقال :ان كان صهری رسول الله(صلى الله عليه واله وسلم)لم اتمر بأمره لا يكفر

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۲۵_۳۲۶)

ترجمہ: جب کسی آدمی اور داماد کے درمیان اختلاف ہو جائے اور وہ شخص کہے کہ اگر میری بیٹی کے شوہر رسول اللہ ﷺ بھی ہوتے تو ان کی بات کو نہ مانتا۔ وہ کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔

☆ و فی الذخيرة و فی المنتقی :ابراهيم عن محمد عن ابی يوسف انه قال:الصلاة ركوعها و سجودها فريضة من الله. فمن قال ليست بفريضة فقد أخطأ و لم يكفر ،لأنه تأول و أراد بهذا التاويل ان الصلاة قد تجوز بدون الركوع و السجود بان عجز عنهما فقد أشار ان مثل هذا التاويل يمنع التكفير و ان لم يكن معتبرا من كل وجه

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۳۵)

ترجمہ: نماز کا رکوع اور سجود اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ یہ فرض نہیں

ہے تو اس نے خطا کی وہ کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے یہ تاویل کی ہے کہ نماز کبھی بغیر رکوع اور سجود کے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے وہ ان کی ادائیگی سے عاجز ہو۔ اس طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ اس طرح کی تاویل تکفیر کو منع کرتی ہے اگر چہ وہ ہر اعتبار سے معتبر نہ ہو۔

☆ وفی اصول الصفار سئل عمن أنکر القراءة فی الصلاة هل یکون کافرا؟ قال: نعم لأنه انکر الاجماع و فی الفتاویٰ العتابیة: یضرب ولا یکفر لانه تاول بان الصلاة قد تجوز بدون القراءة بان عجز عنها

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۳۵)

ترجمہ: اس کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ کہے کہ نماز میں قراءت نہیں ہے۔ کیا وہ کافر ہو جائے گا؟ جواب میں فرمایا کہ جی ہاں کیونکہ اس نے اجماع کا انکار کیا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اسے مارا جائے گا اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اس کی تاویل یہ ہے کہ بعض اوقات نماز بغیر قرأت کے بھی جائز ہوتی کہ وہ قرأت سے عاجز ہو۔

☆ وفی واقعات الناطقی: قال محمد رحمه الله: قول الرجل: لا اصلی یحتمل اربعة اوجه:

احدها: لا اصلی لانی صلیت

و الثانی: لا اصلی بامرك فقد امرنی بها من هو خیر منك

و الثالث: لا اصلی فسقا و مجانة فهذه الثلاث لیس بکفر

والرابع: لا اصلی اذ لیست تجب علی الصلاة او لم اؤمر بها جحودا بها و فی هذا الوجه یکفر و قال الناطقی: اذا اطلق فقال لا اصلی لا یکفر لاحتمال هذه الوجوه

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۳۵-۳۳۶)

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا تو اس میں چار احتمالات ہیں:

ا۔ میں نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ میں پڑھ چکا ہوں۔

ب۔ میں تمہارے حکم سے نماز نہیں پڑھوں گا۔ مجھے اس ذات نے نماز کا حکم دیا ہے جو تم سے بہت بہتر ہے۔

ج۔ میں فسق کی وجہ سے یا رکاوٹ کی وجہ سے نماز نہیں پڑھوں گا۔

ان تینوں صورتوں میں وہ کافر نہیں ہوگا۔

د۔ میں نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ نماز فرض نہیں ہے یا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔ ناطقی فرماتے ہیں کہ اگر اس نے مطلق لا اصلی کہا وہ ان وجوہ احتمالات کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔

☆ و قال القاضی بدر الدین رحمه الله: اذا قال: بسم الله عند الزنا لا یکفر لانه یحتمل ان یتبرك باسم الله لیمتنع

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۳۹)

ترجمہ: قاضی بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کسی نے زنا کے وقت بسم اللہ پڑھی وہ کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ وہ اللہ کے نام سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس عمل سے رک جائے۔

☆ و عن ابراهیم بن رستم رضی الله عنه انه قال: ان استحل متأولا ان النهی لیس للتحریم لا یکفر و لو استحل مع اعتقاده ان النهی مفید للحرمة یکفر

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۴۳)

ترجمہ: ابراہیم بن رستم سے مروی ہے کہ اگر کسی نے حالت حیض میں جماع کو تاویل کرتے ہوئے حلال جانا کہ اس میں نہی تحریم کے لئے نہیں ہے وہ کافر نہیں

ہو گا۔اور اگر اس نے اس اعتقاد کے ساتھ اس کو حلال جانا کہ یہاں نہی حرمت کافائدہ دیتی ہے وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ رجل قال:قصعة ثريد خير من العلم يكفر ،بخلاف ما اذا قال :خير من الله حيث لا يكفر لأن في قوله خير من الله تاويل صحيح بان يقول :اردت به انها نعمة من الله و ما أردت الاستخفاف بالله اما في قوله خير من العلم ليس له تاويل سوى الاستخفاف بالعلم فيكفر

(الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۴۶)

ترجمہ: ایک شخص نے کہا کہ ثرید کا ایک پیالہ علم سے زیادہ بہتر ہے۔وہ کافر ہو جائے گا۔برخلاف اس کے کہ کوئی کہے کہ ثرید کا ایک پیالہ ’’خیر من اللہ‘‘ اس سے وہ کافر نہ ہوگا۔کیونکہ اس کے خیر من اللہ کہنے میں صحیح تاویل ہے۔وہ یہ کہ وہ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نعمت ہے۔اس کا اللہ کی توہین کا ارادہ نہیں ہے۔جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ خیر من العلم کہے اس کی تاویل نہیں سوائے اس کے کہ یہ علم کا استخفاف ہے پس وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ فقد حكى عن بعض اصحابنا ان رجلا لو قيل له:ا لست بمسلم ؟فقال:لا!لا يكفر لأن معناه عند الناس ان افعاله ليس افعال المسلمين

(الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۴۷۔۳۴۸)

ترجمہ: بعض اصحاب سے مروی ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ کیا تو مسلمان نہیں ہے؟اس نے کہا:نہیں۔وہ کافر نہیں ہو گا۔کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے افعال لوگوں کے نزدیک مسلمانوں والے نہیں ہیں۔

ان تمام مسائل سے یہ واضح ہو گیا کہ مفتی کو چاہئے کہ مسئلہ اکفار میں حتی المقدور تاویل کی کوشش کرے اور اگر اس کی صحیح تاویل ممکن ہو تو اس کو ضرور قبول کرے۔تاہم ہر وہ تاویل جو اجماع امت کے خلاف ہو اسے کسی طور پر قبول نہیں کیا جائے گا۔یہاں ایک بات یاد رہے کہ اگر قائل کی نیت وہی بات ہو جو کفر کو واجب کرتی ہے تو مفتی کی تاویل سے اس قائل کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔اسے چاہئے کہ وہ خود تجدید ایمان کرلے۔اسی طرح اگر کسی مومن کو کوئی شخص کافر کہے اور وہ اپنے ایمان پر مطمئن ہے تو اس کا کافر کہنا اس کو ضرر نہ پہنچائے گا۔

◆ اگر کسی مسئلہ میں کئی ایک وجوہ ایسی پائی جاتی ہوں جو تکفیر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو تکفیر کو مانع ہو مفتی کو چاہئے کہ وہ مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو تکفیر کو مانع ہو۔

حضرت علامہ عالم دہلوی فرماتے ہیں:

يجب أن يعلم انه اذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير و وجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي أن يميل الى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم ،ثم ان كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم و ان كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتي و يؤمر بالتوبة و الرجوع عن ذلك و تجديد النكاح بينه و بين امرأته.

(الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۱۲)

ترجمہ: یہ واجب ہے کہ جانا جائے اگر کسی مسئلہ میں کئی وجوہ ایسی ہوں جو تکفیر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو تکفیر سے منع کرتی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو کفر کو منع کرتی ہے۔پھر اگر کہنے والے کی نیت وہی صورت ہے جو کفر کو روکتی ہے تو وہ کافر نہ ہو گا۔وہ مسلم ہے۔اور اگر اس کی نیت وہ صورت ہے جو کفر کو واجب ،

کرتی ہے تو مفتی کا فتویٰ اسے نفع نہ دے گا اسے توبہ کرنے اور اس سے رجوع
کرنے اور اپنی بیوی سے تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

حضرت علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن أو
کان فی کفرہ خلاف ولو روایة ضعیفة (الدرالمختار: ج:۶/ص:۳۶۷)

ترجمہ: کسی مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا جب تک اس کے کلام کو اچھے
محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اور اگرچہ وہ ضعیف
روایت ہی کیوں نہ ہو۔

اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال الخیر الرملی: اقول ولو کانت الروایة لغیر أهل
مذهبنا و یدل علی ذلك اشتراط کون ما یوجب الکفر
مجمعا علیه (ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۶۷)

ترجمہ: خیر رملی نے فرمایا: میں یہ کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ ضعیف روایت کسی دوسرے
اہل مذہب ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس پر یہ بات
دلالت کرتی ہے کہ جو چیز کفر کو واجب کرتی ہے اس پر سب کا اتفاق ہونا
ضروری ہے۔

یعنی اگر سو اقوال کسی کے کفر پر ہوں اور ایک روایت اس کے ایمان پر دلالت کرتی
ہو تو اس کی طرف مائل ہونا چاہئے۔ علماء نے اس میں اس قدر توسع کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ وہ
روایت جو اس کے ایمان پر دلالت کرتی ہے اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اسے قبول کیا
ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ قول یا روایت ہمارے مذہب کے علماء کی طرف منسوب ہو
اگر وہ کسی دوسرے مذہب کے امام کا اختلافی قول بھی ہو تو اس کا مسئلہ اکفار میں اعتبار کیا
جائے گا اور اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجب کفر وہ بات ہوتی

ہے جس پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہو اگر کسی ایک مجتہد نے بھی اختلاف کیا تو اس کی بنیاد پر تکفیر
نہیں کی جا سکتی۔

مفتی تہدید اور تخویف کے لئے کسی کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ مجتہدین کا کسی کی تکفیر کرنا حقیقت
پر محمول ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کے کلام کو تہدید پر محمول کرنا درست نہیں۔ حضرت شیخ ابن نجیم
فرماتے ہیں:

و فی البزازیة و یحکی عن بعض من لا سلف له انه کان
یقول ما ذکر فی الفتاویٰ انه یکفر بکذا. و کذا فذاك
للتخویف و التهویل لا لحقیقة الکفر و هذا کلام باطل
الی اخرہ و الحق ان ما صح عن المجتهد فهو علی حقیقته و
اما ما ثبت عن غیرہ فلا یفتی به فی مثل التکفیر و لذا
قال فی فتح القدیر من باب البغاه ان الذی صح عن
المجتهدین فی الخوارج عدم تکفیرهم و یقع فی کلام
أهل المذهب تکفیر کثیر لکن لیس من کلام الفقهاء
الذین هم المجتهدون بل من غیرهم و لا عبرة بغیر
الفقهاء (البحرالرائق: ج:۵/ص:۱۹۴)

ترجمہ: بعض علماء سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ وہ
فلاں عمل سے کافر ہو گیا اور ان کا اس کو کافر کہنا ڈرانے اور ہول پیدا کرنے
کے لئے ہے حقیقی کفر مراد نہیں۔ یہ کلام باطل ہے اپنے آخر تک۔ حق یہ ہے کہ
جو کچھ مجتہدین سے ثابت ہے وہ اپنی حقیقت پر ہے۔ جہاں تک ان باتوں کا
تعلق ہے جو مجتہدین کے علاوہ کسی اور سے ثابت ہیں ان کی وجہ سے کفر کا
فتویٰ دینا درست نہیں ہے۔ اسی لئے امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں باب
البغاۃ میں فرمایا کہ مجتہدین سے خوارج کی عدم تکفیر ثابت ہے۔ اہل مذہب

کے کلام میں بہت زیادہ تکفیر واقع ہوئی ہے۔لیکن وہ ان فقہاء کا کلام نہیں ہے جو مجتہدین ہیں لہذا ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

◆ (۷) اجتہادیات اور ظنی مسائل کے انکار پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا یکفر منکر الاجتہادیات بالاجماع (عمدۃ القاری: ج:۱/ص:۱۷۳)

ترجمہ: اجتہادی مسائل کے منکر کی بالاتفاق تکفیر نہیں کی جائے گی۔

◆ (۸) مفتیان کرام کو چاہئے کہ وہ اہل اسلام کی تکفیر کے بجائے ان کی تکثیر پر زور صرف کریں۔امام ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

و ینبغی للعالم ان یبادر بتکثیر اهل الاسلام مع انه یقضی باسلام المکره تحت ظلال السیوف

(فتاویٰ النوازل: ص:۲۸۸)

ترجمہ: عالم کو چاہئے کہ وہ اہل اسلام کی تکثیر پر زور دے جب کہ وہ تلوار کے سائے کے نیچے مکرہ کے اسلام کو تو قبول کرلیتا ہے۔

علامہ عالم دہلوی فرماتے ہیں:

و فی الملتقط :و ینبغی للعالم اذا رفع الیه ان لا یبادر بتکفیر اهل الاسلام مع انه یقضی باسلام المکره تحت ظلال السیوف (الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۱۳)

ترجمہ: عالم کو چاہئے کہ جب اس کے پاس کوئی مسئلہ لایا جائے تو وہ اہل اسلام کی تکفیر پر زور نہ دے حالانکہ وہ مکرہ کا اسلام تلوار کے سائے کے نیچے تو قبول کرلیتا ہے۔

یعنی فتویٰ نویسی کے وقت مفتی پر تکفیر اہل اسلام کے بجائے تکثیر اہل اسلام کے جذبات غالب رہنے چاہئیں۔خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کارعظیم انجام دینے کے لئے خیر الامم کا انتخاب کیا گیا ہے۔مفتی کو چاہئے کہ وہ قلم

و زبان کا زور لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے صرف کرے۔حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

لان یهدی الله بك رجلا واحدا خیر لك من ان یکون لك حمر النعم (مسلم: فضائل الصحابۃ: من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: تمہارے ذریعہ سے اللہ ایک آدمی کو ہدایت عطا فرمادے یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جس میں کسی مسلمان کو اسلام سے خارج قرار دینے کو اپنی فتح اور قابل فخر بات سمجھا جاتا ہے۔کوئی شخص کتنا ہی اپنے اسلام کا اظہار کیوں نہ کرلے جب کسی کو اسلام کے دائرہ سے باہر کرنے کا ارادہ کرلیا جائے تو قلب و ذہن کی تمام تر قوتیں اس میں وجوہ کفر تلاش کرنے میں صرف کردی جاتی ہیں اور علمائے امت کی سیرت کے برعکس اگر اس میں ننانوے وجوہ ایمان کی اور ایک وجہ ضعیف بھی کفر کی پائی جائے تو اس ضعیف وجہ کفر کو ترجیح دی جاتی ہے۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سب سے زیادہ غلو اور اسراف کرنے والا متکلمین کا گروہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جو ان کی طرح کلام کی معرفت نہیں رکھتا اور ان دلائل سے عقائد شرعیہ کو نہیں جانتا جو ہم نے تحریر کئے ہیں وہ کافر ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی رحمت کو اس کے بندوں پر تنگ کردیا ہے۔(فیصل التفرقۃ: ص:۹۳)

آگے آپ فرماتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ تم یہ اعتراض کرو کہ متکلمین نے یہ کام نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے ان میں صرف ایک نجات پانے والا ہوگا۔اس کا جواب یہ ہے اس کا معنی یہ نہیں

ہے کہ وہ سب کافر ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے بلکہ وہ آگ میں داخل ہوں گے اور انہیں آگ پر پیش کیا جائے گا۔ وہ اپنے گناہوں کے بقدر جہنم میں رہیں گے۔ (فیصل التفرقة: خلاصہ: ص:۹۵)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء ۴:۹۴)

ترجمہ: اور جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کتب حدیث میں یہ واقعہ اس طرح سے درج ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے حرقات کی طرف ایک سریہ مبعوث فرمایا۔ جب وہ ہماری طرف سے چوکنے ہو گئے تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم نے ایک آدمی گھیر لیا۔ جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ مگر ہم نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے اس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: من لك بلا الہ الا اللہ یوم القیامة قیامت کے دن تمہاری کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں معاونت کون کرے گا؟ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ انما قالها مخافة السلاح۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے کلمہ صرف اسلحہ کے خوف سے ہی پڑھا تھا۔ آپ ﷺ فرمایا: افلا شققت عن قلبه حتی تعلم من اجل ذلك قالها ام لا

ترجمہ: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے اسلحہ کے خوف سے پڑھا تھا یا نہیں۔

پھر آپ ﷺ یہی فرماتے رہے کہ قیامت کے دن تمہاری کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں

معاونت کون کرے گا؟ یہاں تک کہ میں نے یہ پسند کیا کہ کاش میں نے اسی دن اسلام قبول کیا ہوتا۔ (سنن ابی داود: رقم الحدیث: ۲۶۴۳)

اسی طرح کی ایک اور حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے میدان جہاد میں جب ایک کافر پر غلبہ پالیا تو اس کافر نے کہا اشهد ان لا الہ الا اللہ انی مسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ بے شک میں مسلمان ہوں۔ مگر اس شخص نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ وہ شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟ اس نے آپ ﷺ کو اپنا واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فهلا شققت عن بطنه فعلمت ما فی قلبه

ترجمہ: تو نے اس کا پیٹ چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تو جان لیتا اس کے دل میں کیا ہے؟

اس شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ لو شققت قلبه لکنت اعلم ما فی قلبه، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اس کے دل کو چیر لیتا تو ضرور جان لیتا کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ قال فلا انت قبلت ما تکلم به ولا انت تعلم ما فی قلبه آپ ﷺ نے فرمایا: نہ تو تم نے اس بات کو قبول کیا جو اس نے کہی تھی اور نہ تم نے اس بات کو جانا جو اس کے دل میں تھی۔ آپ ﷺ پھر خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص انتقال کر گیا۔ ہم نے اسے دفن کر دیا۔ صبح ہم نے دیکھا کہ وہ زمین کی پشت پر پڑا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا شاید اس کے دشمنوں میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔ ہم نے پھر اس کو دفنا دیا اور کچھ لڑکوں کو مقرر کر دیا کہ اس کی حفاظت کریں۔ جب صبح ہوئی تو وہ پھر زمین سے باہر پڑا تھا۔ ہم یہ سمجھے کہ شاید لڑکوں کو اونگھ آ گئی ہو۔ ہم نے پھر اسے دفنا دیا اور خود اس کی حفاظت کی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ شخص پھر باہر پڑا ہوا ہے۔ ہم نے پھر اسے ایک گھاٹی میں ڈال دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الارض لتقبل من هو اشر منه و لكن الله احب ان یریکم تعظیم حرمة لا الہ الا اللہ

ترجمہ: بے شک زمین اس سے بھی زیادہ شریر ترین لوگوں کو قبول کر لیتی ہے لیکن

اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ تمہیں کلمہ طیبہ کی حرمت کی تعظیم دکھائے۔ (سنن ابن ماجہ: ابواب الفتن: الکف عمن قال لا الہ الا اللہ)

کئی افراد مشغلہ تکفیر میں بہت جری نظر آتے ہیں۔ ایک بات یہ سمجھ سے بالاتر ہے کہ جب وہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مسلمان ایک ارب سے زیادہ ہیں اور جب مسلمانوں کے مختلف گروہوں کا ذکر کیا جائے تو ہر گروہ کو فتویٰ تکفیر کی لاٹھی سے اسلام سے باہر کر دیتے ہیں۔ اگر ان کے اصولوں کو مان لیا جائے تو شاید ادیان کے ماننے والوں میں مسلمان دنیا میں سب سے کم تعداد میں رہ جائیں۔ ایسے افراد کو مذکورہ بالا احادیث سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ جب خیر القرون کے لوگوں کو اتنی سخت تنبیہ بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے ہو سکتی ہے تو اس دور کے لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے بارے میں ثم یفشو الکذب کہا گیا ہے۔

۹ مفتی کو چاہئے کہ فتویٰ جاری کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے اور مکمل تحقیق کے بعد ہی فتویٰ جاری کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار

(سنن الدارمی: باب الفتیا ومافیہ من الشدۃ)

ترجمہ: تم میں سے فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری آگ میں جانے میں بھی سب سے زیادہ جری ہے۔

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا تھا تو آپ لوگ کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا:

کان اذا سئل الرجل قال لصاحبہ أفتھم فلا یزال حتی یرجع الی الاول

ترجمہ: جب ہم میں سے کسی سے سوال کیا جاتا تھا تو وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ اسی طرح سے ہر شخص دوسرے کی طرف سائل کو متوجہ کراتا یہاں تک کہ وہ پھر پہلے والے کے پاس لوٹ آتا۔

(سنن الدارمی: مقدمہ: باب:۲۸)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من أفتی الناس بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ

(سنن ابی داؤد: کتاب العلم: باب التوقی فی الفتیا)

جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتیٰ اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رءوسا جھالا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا

(صحیح البخاری: کتاب العلم: باب: کیف یقبض العلم)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اپنے بندوں سے علم کو نہیں اٹھائے گا مگر علم کو علما کے اٹھائے جانے کے ذریعہ سے اٹھالیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے۔ وہ انہیں فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور انہیں بھی گمراہ کریں گے۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ السماء والارض

(روح البیان: سورۃ البقرۃ: آیت:۸۹)

ترجمہ: جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر آسمان اور زمین لعنت کرتے ہیں۔

ان تمام وعیدوں اور اسلاف کے معمول کے پیش نظر مفتی کو فتویٰ جاری کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں تک ان حضرات کا تعلق ہے جو اس منصب کے اہل ہی نہیں انہیں ان وعیدوں سے ڈرتے ہوئے سختی کے ساتھ فتویٰ جاری کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۱۰ مفتی کو چاہئے کہ ہر قسم کے تعصب سے بچتے ہوئے اور مومنانہ انداز اختیار کرتے ہوئے احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے فتویٰ جاری کرے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ فتویٰ کی بنیاد ذاتی بغض وعناد، تعصب یا دنیاوی مقاصد ہوں۔

حکایت ہے کہ حضرت علی بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ

اگر قے ہوجائے اور حلق تک آجائے تو وضو باقی رہتا ہے یا اس میں فساد آجاتا ہے؟ آپ نے جواب فرمایا کہ وضو فاسد ہوجاتا ہے۔ خواب میں آپ کو حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اے علی! یہاں تک کہ منہ بھر قے آئے۔ حضرت علی بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علمت ان الفتوی تعرض علی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فالیت علی نفسی ان لا افتی ابدا

ترجمہ: مجھے معلوم ہوا کہ فتاویٰ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں میں نے قسم اٹھالی کہ آئندہ کبھی فتویٰ نہیں دونگا۔ (روح البیان: سورۃ البقرۃ: آیت: ۸۹)

اس حکایت سے ہم یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ مفتی فتویٰ تکفیر سے قبل اس بات کو ذہن نشین رکھے کہ میرا تحریر کردہ فتویٰ بارگاہ خداوندی اور بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں پیش کیا جائے گا۔ متوقع ہے کہ اس بات کو سوچنے کے بعد اس کا فتویٰ لکھنا ہر قسم کے تعصب وبغض سے پاک ہوجائے۔ اس نکتہ کے حوالہ سے امام غزلی کی کتاب "فیصل التفرقة" قابل مطالعہ ہے۔

مفتی کو فتویٰ بالخصوص فتویٰ تکفیر جاری کرنے میں جن باتوں کا لحاظ کرنا چاہئے ہم نے اختصار کے ساتھ ان کا بیان کردیا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ فتویٰ تکفیر جاری کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے لیکن اگر کہیں احقاق حق یا ابطال باطل کی ضرورت ہو تو ان باتوں کا فتویٰ تکفیر تحریر کرتے وقت خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ وہ وجوہ جن کی بنیاد پر تکفیر کرنا جائز ہے ان کی تفصیلات کو ہم نے پیش نظر کتاب میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اہل علم حضرات ان سے ضرور محظوظ ہوں گے۔ اللہ رب العزت اس سعی کو قبول ومنظور فرمائے اور امت میں باہمی محبت وبھائی چارہ کا ذریعہ بنائے۔ امین بجاہ سید المرسلین ﷺ

العبد الفقیر عمیر محمود صدیقی

استاذ بالجامعة العلیمیة الاسلامیة

۲۲ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کفر کی بحث

کفر ایمان کی نقیض ہے۔ لغت میں کفر کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ عربی زبان میں رات اور کسان کو کافر سے بھی متصف کیا جاتا ہے کیونکہ رات اشخاص کو چھپادیتی ہے اور کسان بیج کو زمین میں بوکر چھپادیتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُهٗ (الحدید ۵۷:۲۰)

ترجمہ: "جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے"

اس آیت مقدسہ میں کسانوں کو کفار کہا گیا ہے کیونکہ وہ عمل زراعت میں بیج کو زمین میں چھپادیتے ہیں۔ حضرت راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الکفر فی اللغة :ستر الشئ و وصف اللیل بالکافر لسترہ الأشخاص و الزراع لسترہ البذر فی الارض

(المفردات فی غریب القرآن: ص: ۴۳۳)

ترجمہ: کفر لغت میں کسی چیز کو چھپانے کو کہتے ہیں۔ اور رات کو افراد کو چھپانے کی وجہ سے کافر سے متصف کیا جاتا ہے اور کسان کو بھی کیونکہ وہ زمین میں بیج چھپاتا ہے۔

عربی زبان میں کہا جاتا ہے کفر الجهل علی علم فلان یعنی فلاں کے علم کو جہل نے چھپادیا، بحر کے لئے بھی کافر مستعمل ہے کیونکہ وہ مافیہ کو چھپادیتا ہے۔

(لسان العرب: ج/ص: ۱۴۷)

کفر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔کفرانِ نعمت کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کو ترک کر کے انھیں چھپا دیتا ہے۔اللہ رب العزت فرماتا ہے:

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝

(النمل ۲۷)

ترجمہ: اس نے کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری، اور جس نے (اللہ کا) شکر ادا کیا سو وہ محض اپنی ہی ذات کے فائدہ کے لئے شکر مندی کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا رب بے نیاز، کرم فرمانے والا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (البقرۃ:۲)

ترجمہ: اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔

سورۃ ابراہیم میں فرمایا:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ (ابراہیم:۱۴)

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے آگاہ فرمایا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب یقیناً سخت ہے۔

ان کے علاوہ بھی کئی ایک آیات مقدسات ہیں جن میں کفرِ نعمت کی ''ناشکری'' کے لئے استعمال ہوا ہے۔یاد رہے کہ جب مطلقاً کافر کا کلمہ استعمال کیا جائے تو عرفِ شرعی میں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ضروریاتِ دین یا نصوصِ قطعیہ میں سے کسی کا انکار کر دے۔اسے

اسی لئے کافر کہا جاتا ہے کہ وہ حق کو چھپاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے عظیم نعمتیں وہ آیات ونشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ اور توحید پر دلالت کرتی ہیں پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے رسل، ان پر نازل ہونے والے احکامات وآیات کو جھٹلا دیتا ہے اور ان کی تصدیق نہیں کرتا وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں اور حق کو چھپا کر کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔

کافر اس زمین کو بھی کہا جاتا ہے جو آبادی سے دور ہو اور کوئی اس طرف کا رخ نہ کرتا ہو۔ایسی زمین عوام الناس کی نگاہوں سے پوشیدہ اور گزرگاہ بننے سے محروم رہتی ہے۔مٹی کو عربی میں الکفر بھی کہتے ہیں۔

شیخ ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الكفر التراب عن اللحياني لأنه يستر ما تحته

(لسان العرب ج/ص:۱۴۸)

ترجمہ: لحیانی سے منقول ہے کہ مٹی کو کفر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنی ماتحت اشیاء کو چھپا دیتی ہے۔

اپنی زرہ کو کپڑے سے ڈھانپنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں۔

ابن السكيت: اذا لبس الرجل فوق درعه ثوباً فهو كافر، قد كفر فوق درعه (لسان العرب ج/ص:۱۴۸)

ترجمہ: جب آدمی اپنی زرہ پر کپڑا ڈال کر اسے چھپا دے تو اسے کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ زرہ کو چھپا دیتا ہے۔

صدقہ اور روزے وغیرہ کے ذریعے تکفیر کو الکفارۃ کہا جاتا ہے کیونکہ کفارہ کے ذریعے گناہ اور غلطی پر پردہ ڈال کر اسے چھپا دیا جاتا ہے۔

و سميت الكفارات كفارات لأنها تكفر الذنوب اى تسترها مثل كفارة الأيمان و كفارة الظهار و القتل الخطأ (لسان العرب ج/ص:۱۴۸)

ترجمہ: اس لئے کفارات کو کفارات کہا جاتا ہے کہ وہ گناہوں کی تکفیر کر دیتے ہیں یعنی گناہوں کو چھپا دیتے ہیں۔ جیسے قسم کا کفارہ، ظہار کا کفارہ اور قتل خطا کا کفارہ۔

اس مختصر بحث سے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کفر لغت میں چھپانے کے معنی میں مستعمل ہے اور اس سے مشتق کلمات میں چھپانے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ عرف شرعی میں جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے درحقیقت وہ حق کو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چھپاتا ہے اسی لئے اس کو کافر کہا جاتا ہے۔ شرعاً کافر کا اطلاق احکامات الٰہیہ کے منکر پر ہوتا ہے۔ لیکن لغتاً اس کا اطلاق بحر، رات، کسان اور دیگر چیزوں پر بھی ہوتا ہے تاہم ان میں "ستر" کے معنی پائے جاتے ہیں۔ کفر کی اس مختصر لغوی بحث کے بعد اب ہم کفر کی تعریف اصطلاح شریعت کے مطابق پیش کریں گے۔

ترک دین کی شناعت اور ایمان وکفر کی اصطلاحی تعریف

اس کائنات کی سب سے عظیم نعمت ایمان ہے۔ ایمان کامل کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مومن کامل کفر پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

تین خصال ایسے ہیں جس شخص میں ہوں وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا:

1. اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔
2. وہ کسی سے محبت کرے تو وہ محبت صرف اللہ کے لئے ہو۔
3. وہ ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالا جانا ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: کتاب الاکراہ: باب من اختار الضرب والقتل والھوان علی الکفر)

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سنو! بعض لوگوں کو میرے حوض سے ایسے دھتکار دیا جائے گا جیسے بھٹکا ہوا اونٹ دھتکار دیا جاتا ہے، میں ان کو آواز دوں گا "ادھر آؤ" تو کہا جائے گا:

انهم قد بدلوا بعدك فاقول سحقا سحقا،

ترجمہ: انہوں نے آپ کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا پھر میں کہوں گا "دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ"۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۴۹۲)

اسلام قبول کرنے کے بعد ایمان کی لازوال دولت کو ضائع کر دینا اور ہدایت کے بدلے ضلالت کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جرم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾

(محمد: ۴۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے لوٹ گئے اس کے بعد کے ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی شیطان نے انہیں (کفر کی طرف واپس پلٹنا دھوکہ دہی سے) اچھا کر دکھایا، اور انہیں (دنیا میں) طویل زندگی کی امید دلائی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض امور میں تمہاری پیروی کریں گے اور اللہ ان کے خفیہ مشورہ کرنے کو خوب جانتا ہے۔ پھر (اس وقت ان کا حشر) کیسا ہوگا جب فرشتے ان کی جان (اس حال) میں نکالیں گے کہ انکے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہوں گے؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اس (روش) کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرتی ہے اور انہوں نے اس کی رضا کو ناپسند کیا تو اس نے ان کے (جملہ) اعمال اکارت کر دیئے۔

اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرنے کی سزا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قتل بیان فرمائی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابو النعمان محمد بن الفضل قال حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن عكرمة قال اتى على بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلك ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لنهى رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله و لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ: من بدل دينه فاقتلوه

(صحیح البخاری: کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالھم: باب: حکم المرتد والمرتدۃ)

ترجمہ: حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "زنادقہ" کو لایا گیا تو آپ نے ان کو جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو میں ان کو نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے نہ جلاتا آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے عذاب سے تکلیف نہ دو" اور ان کو ضرور قتل کر دیتا نبی ﷺ کے قول مبارک کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کردو۔

اس روایت کو امام ابن ماجہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ابواب الحدود: باب المرتدین عن دینہ)

اس روایت کو امام ابوداؤد نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(سنن أبي داود: کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتد)

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی کئی اسناد کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(سنن النسائی: کتاب المحاربۃ: الحکم فی المرتد)

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے

(سنن دارقطنی: کتاب الحدود والدیات: ج: ۳/ص: ۱۰۸)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(جامع الترمذی: ابواب الحدود: باب، جاء فی المرتد)

اس حدیث کو امام عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بھی اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔

(المسند: رقم الحدیث: ۵۳۳)

اس روایت کو امام مالک نے مرسلا نقل فرمایا ہے۔

(الموطا: کتاب الاقضیۃ: القضاء فیمن ارتد عن الاسلام)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبری اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(کتاب المرتد: باب قتل من ارتد عن الاسلام)

ان روایات کے علاوہ بھی کئی روایات میں مرتد کو قتل کرنے کا حکم بیان ہوا ہے۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال النبي ﷺ من بدل دينه فاقتلوه و كذا العرب لما ارتدت بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه و اله وسلم أجمعت الصحابة رضى الله عنهم على قتلهم

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ج: ۷/ص: ۱۳۴)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کردو۔ اسی طرح جب (بعض) عرب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو قتل کرنے پر اجماع کیا۔

قاضی ملاخسرو حنفی فرماتے ہیں:

و كذا الصحابة رضوان الله عليهم اجمعوا عليه فى زمن أبي بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنه.

(الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام: ج: ۱/ص: ۳۰۱)

ترجمہ: اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں مرتد کو قتل کرنے پر اجماع کیا۔

ایمان 'امن' سے ہے۔امن کے معنی خوف کے زائل ہونے اور نفس کے مطمئن ہونے کے ہیں۔مؤمن خود کو ایمان لانے کے بعد عذاب مخلد سے محفوظ و مامون کر لیتا ہے۔شریعت میں ایمان زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔اگر کسی کے دل میں ایمان لانے کے بعد ذرا برابر بھی ریب پیدا ہو تو وہ اہل ایمان کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر جب تک ایسا یقین جازم جو شک کو قبول نہ کرتا ہو، پیدا نہ ہو بندہ ایمان والوں کے زمرے میں داخل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ (الحجرات ۴۹:۱۵)

ترجمہ: ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس رسول (ﷺ) پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے، یہی وہ لوگ ہیں جو (دعوائے ایمان میں) سچے ہیں۔

حدیث جبریل علیہ السلام میں ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أن تؤمن بالله و ملئكته و كتبه ورسله و اليوم الاخر و تؤمن بالقدر خيره و شره (صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۱)

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے ملائکہ پر، اس کی کتب پر، اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر، اور یہ کہ تم خیر و شر قدر پر ایمان لاؤ۔

ایمان کے بارے میں شیخ عمر نسفی فرماتے ہیں:

و الايمان هو التصديق بما جاء به من عند الله تعالىٰ والاقرار به (العقائد النسفیہ ص: ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱)

ترجمہ: ایمان، جو کچھ رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اس کی تصدیق اور اقرار کرنے کا نام ہے۔

اس کی شرح میں امام سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

اى تصديق النبى ﷺ با لقلب فى جميع ما علم بالضرورة مجيئه به من عند الله تعالىٰ اجمالا (شرح العقائد النسفیہ ص ۱۲۰۔۱۲۱)

یعنی ایمان نبی کریم ﷺ کی ہر اس شے میں دل سے اجمالاً تصدیق کرنے کا نام ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا ضرورتاً ہوتا ہے۔

پھر آگے آپ فرماتے ہیں:

و انما الاقرار شرط لاجراء الاحكام فى الدنيا لما ان تصديق القلب امر باطن لا بد له من علامة فمن صدق بقلبه و لم يقر بلسانه فهو مؤمن عند الله و ان لم يكن مؤمنا فى احكام الدنيا (شرح العقائد النسفیہ ص: ۱۲۲)

ترجمہ: اور اقرار دنیا میں احکام شرعیہ کے اجراء کے لئے ضروری ہے کیونکہ تصدیق قلب باطن کا معاملہ ہے اسی لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ایمان کی کوئی علامت ہو۔پس جس نے دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن ہے اگرچہ احکام دنیا کے اعتبار سے وہ مؤمن نہیں ہوگا۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سأل رجل الحسن البصرى عن الايمان ،فقال:الايمان ايمانان،فان كنت تسألنى عن الايمان بالله و ملائكته و كتبه و رسله و الجنة و النار و البعث و الحساب فأنا مؤمن و ان كنت تسألنى عن قول الله عزوجل :انما

المؤمنون الذین اذا ذکراللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلاۃ و مما رزقنا ھم ینفقون اولئك ھم المؤمنون حقا (الانفال۸: ۲-۳-۴) فواللہ ما انا ادری انا منھم ام لا؟ (کتاب الاعتقاد: ص: ۹۷-۹۸)

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ایمان کی تعریف کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ایمان دو ہیں۔ اگر تم مجھ سے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، جنت و دوزخ پر اور حساب پر ایمان لانے کے بارے میں پوچھ رہے ہو تو میں مومن ہوں۔ اگر تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھ رہے ہو: (ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔ (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں) تو اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میں ان میں سے ہوں یا نہیں؟

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ ایمان دل کی تصدیق اور زبان سے اقرار کا نام ہے۔ ایک شخص کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرے اور ہر اس چیز کو قبول کرے جس کو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ضروریات دین کے لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص دل سے ایمان لے آتا ہے تو عنداللہ وہ مؤمن ہی قرار پائے گا کیونکہ ایمان کا تعلق قلب کے ساتھ ہے تاہم دنیا میں اسے مومن قرار دینے کے لئے اور احکام شریعت کے اجراء کے لئے اقرار

باللسان ضروری ہے۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولا یخرج العبد من الایمان الا بجحو ما أدخلہ فیہ

(العقیدۃ الطحاویۃ: ص: ۲۷)

ترجمہ: بندے کو ایمان سے اسی چیز کا انکار خارج کرتا ہے جس نے اس کو ایمان میں داخل کیا تھا۔

شیخ ابن نجیم ایمان اور کفر کی تعریف کے بارے میں فرماتے ہیں:

الایمان تصدیق سیدنا محمد ﷺ فی جمیع ما جاء بہ من الدین ضرورۃ الکفر تکذیب محمد ﷺ فی شی مما جاء بہ من الدین ضرورۃ (الأشباہ والنظائر: ج: ۲/ص: ۸۳)

ترجمہ: ایمان ہمارے سردار محمد ﷺ کی ہر اس چیز میں تصدیق کا نام ہے جس کو آپ ﷺ دین میں سے بطور ضروریات کے لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔ کفر محمد رسول اللہ ﷺ کی ہر اس چیز میں سے کسی ایک چیز کی بھی تکذیب کا نام ہے جس کو آپ ﷺ ضروریات دین میں سے لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔

حضرت امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی الشرع انکار ما علم بالضرورۃ مجیئ الرسول (ﷺ) بہ

(تفسیر البیضاوی: ج: ۱/ص: ۲۱۸)

ترجمہ: اور شرع میں کفر اس کے انکار کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا آنا ضروری طور پر معلوم ہو۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الکفر ھو تکذیب الرسول علیہ الصلاۃ و السلام فی شئ

مما جاء به و الایمان تصدیقه فی جمیع ما جاء به. فالیهودی و
النصرانی کافران لتکذیبهما للرسول علیه الصلاة و
السلام (فیصل التفرقۃ:ص:۷۸)

کفر رسول اللہ ﷺ کو کسی بھی ایک چیز میں جھٹلانے کا نام ہے۔ جس کو آپ علیہ
الصلاۃ والسلام لے کر تشریف لائے۔ اور ایمان ہر اس چیز کی تصدیق کا نام
ہے۔ جس کو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ پس یہودی اور نصرانی دونوں رسول
اللہ ﷺ کو جھٹلانے کی وجہ سے کافر ہیں۔

مذکورہ بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ جو کچھ ضروریات دین میں
سے لیکر مبعوث ہوئے ہیں اس میں سے کسی بھی ایک شے کا انکار قولاً یا فعلاً کفر ہے۔ مثلاً ایک
شخص نماز اور دیگر ارکان کو ادا کرتا ہے لیکن زکوٰۃ کا منکر ہے تو اسے کافر ہی قرار دیا جائے گا جیسا
کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے۔ کیونکہ
ایمان کا مطلب ضروریات دین میں سے ہر ہر شے پر یقین جازم رکھنا ہے اور ان میں سے کسی
ایک شے کا انکار بھی اسے دائرۂ اسلام سے خارج کر دے گا۔

اسی لئے قرآن حکیم نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً (البقرۃ۲:۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاۗءُ
مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ
الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ (البقرۃ۲:۸۵)

ترجمہ: کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ پس تم میں

سے جو شخص ایسا کرے اس کی کیا سزا ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کہ دنیا کی
زندگی میں ذلت (اور رسوائی) ہو، اور قیامت کے دن (بھی ایسے لوگ)
سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے، اور اللہ تمہارے کاموں سے
بے خبر نہیں۔

ابن نجیم کی پیش کردہ تعریف کی شرح میں امام حموی فرماتے ہیں:

وفیه أن هذا التعریف غیر جامع اذ التکذیب یختص با
لقول و الکفر قد یحصل بالفعل و انکار ما ثبت بالاجماع
قد یخرج عن الضروریات و هو کفر (شرح الحموی ج۲/ص:۸۳)

ترجمہ: یہ تعریف جامع نہیں ہے۔ کیونکہ تکذیب قول کے ساتھ خاص ہے اور کفر کبھی
فعل سے بھی ثابت ہوتا ہے نیز کبھی اجماع کا انکار بھی ضروریات سے نکال
دیتا ہے اور یہ انکار کفر ہے۔

شیخ ابن نجیم کی بیان کردہ تعریف پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ جامع نہیں ہے کیونکہ
تکذیب قول کے ساتھ خاص ہے جبکہ بعض اوقات بعض اعمال بھی کفر کا موجب بن جاتے
ہیں۔ جیسے کسی شخص کا حالت امن میں بتوں کے آگے سجدہ کرنا، اسی طرح اگر کسی چیز کا ثبوت
اجماع سے ہے تو اس کا انکار بھی بعض صورتوں میں کفر ہوتا ہے۔

حضرت امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و انما عد لبس الغیار و شد الزنار و نحوهما کفرا لأنها
تدل علی التکذیب فان من صدق الرسول ﷺ لا یجترئ
علیها ظاهرا الا لأنها کفر فی أنفسها (تفسیر البیضاوی: ج:۱ص:۲۱۸_۲۱۹)

ترجمہ: اور غیار (ایک قسم کی لمبی ٹوپی) کا پہننا اور زنار باندھنا اور انہی کی
طرح کے اعمال کفر ہیں کیونکہ یہ اسلام کی تکذیب پر دلالت کرتے
ہیں اور جو رسول ﷺ کی تصدیق کرتا ہے وہ ان کاموں کو کرنے کی

جرأت نہیں کرسکتا۔ وہ اس لئے کافر نہیں ہوتا کہ یہ اعمال اپنی ذات کے اعتبار سے کفر ہیں۔

اس کے بارے میں محی الدین شیخ زادہ فرماتے ہیں:

(و انما عد لبس الغیار) و هو بكسر الغيار علامة أهل الذمة۔ و قيل: هو قلنسوة طويلة كانت تلبس فى ابتداء الاسلام و هى الان من شعار أهل الكفر مختصة بهم كالزنار المختص بالنصارىٰ .... فان قيل: ما الفرق بين لبس الغيار و شد الزنار و بين المأمور به و ارتكاب النهى عنه حتىٰ جعل الأول علامة للتكذيب نازلا منزلته دون الثانى؛ قلنا: وجه الفرق بينهما أن الأول من ذى الكفرة مختص بهم لا يجترئ المؤمن عليه بخلاف الثانى فانه و ان كان من محظورات الدين شرعا الا أنه قد يصدر عن المؤمن لكونه مجبولا على اتباع نفسه الأمارة بالسوء و كون هواء غالبا على عقله فلم يجعله الشارع أمارة للتكذيب نازلا منزلة نفس التكذيب و لم يحكم بكفر من ارتكبه و أما الاول فانه لا عذر له فى ارتكابه و لا باعث له يحمله على ارتكابه الاسوء اعتقاده فلذلك جعله الشارع أمارة التكذيب و حكم بكفر من ارتكبه

(حاشیہ شیخ زادہ: ج:۱/ص:۲۱۹_۲۲۰)

ترجمہ: غیار غین کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یہ ذمیوں کی علامت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک لمبی ٹوپی ہے جسے ابتدائے اسلام میں پہنا جاتا تھا اور اب یہ اہل کفر کے شعار میں سے ہے اور ان کے ساتھ خاص ہے جیسے زنار نصاریٰ کے ساتھ

خاص ہے۔۔۔اور اگر یہ کہا جائے کہ غیار پہننے و زنار باندھنے اور مامور بہ کو کرنے اور منہی عنہ کے ارتکاب میں کیا فرق ہے کہ آپ نے پہلے کے ارتکاب کو تکذیب کی علامت قرار دیا ہے جبکہ دوسرے کو اس سے کم درجہ میں رکھا ہے؟ ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلے والے کام کافروں والے ہیں اور ان کے ساتھ خاص ہیں مومن ان کو کرنے کی جرأت نہیں کرتا بخلاف ثانی کے کیونکہ وہ اگرچہ ان کاموں میں سے ہیں جن کو شریعت نے حرام کیا ہے لیکن تب بھی وہ کبھی کبھی مومن سے نفس جو برائی کی طرف بلاتا ہے، کی اتباع کی وجہ سے اور نفسانی خواہشات کے عقل پر غلبہ کی وجہ سے صادر ہو جاتے ہیں اسی لئے شارع نے ان کو تکذیب کی علامت نہیں قرار دیا کہ نفس تکذیب کے درجہ کو پہنچ جائیں اور جو ان کا ارتکاب کرے اس کے کفر کا حکم نہیں لگایا۔ جہاں تک پہلے کا تعلق ہے تو ان کے ارتکاب کا بدعقیدگی کے علاوہ کوئی عذر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی سبب ہے۔ جس کی وجہ سے ان کا ارتکاب کیا جائے۔ اسی لئے شارع نے اسے تکذیب کی علامت قرار دیا ہے اور اس کے مرتکب کے لئے کفر کا حکم لگایا ہے۔

یعنی بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں جو تکذیب دین کی علامت ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کا ارتکاب کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ جیسے گلے میں صلیب کا نشان لٹکانا یہ عیسائیوں کی علامت ہے۔ اگر کوئی اس کو اپنے گلے میں لٹکاتا ہے یا اس کی تعظیم کرتا ہے تو اہل کفر کے اس خاص دینی شعار کو اپنانے کی وجہ سے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان کفار کی ان علامات کو انہیں دھوکہ دینے کے لئے اختیار کرتا ہے تاکہ اہل اسلام کو نفع پہنچے تو یہ شرعاً جائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خاص نشان یا علامت کفار کی کسی دور میں خاص علامت ہو لیکن اسے بعد میں کفار نے بھی ترک کر دیا ہو تو اس کو کفر اور اہل کفر کی تعظیم کی نیت کے

بجائے فیشن وغیرہ کی وجہ سے پہننے پر فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

کفر کے بارے میں حضرت تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و رد النصوص بان ينكر الاحكام التى دلت عليها النصوص القطعية من الكتاب و السنة كحشر الاجساد مثلا كفر لكونه تكذيبا صريحا لله تعالىٰ و رسوله عليه السلام فمن قذف عائشة رضى الله تعالىٰ عنها بالزنا كفر و استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعى (شرح العقائد النسفیہ ص:۱۶۸)

ترجمہ: اور نصوص کا رد کرنا،اس طور پر کہ وہ ان احکامات کا انکار کردے جن پر کتاب اللہ اور سنت کی نصوص قطعیہ دلالت کرتی ہوں اس کے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی صریح تکذیب ہونے کی وجہ سے، جیسے اجساد کا (روز قیامت) جمع کیا جانا،کفر ہے۔پس جس نے حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائی اور گناہ کو حلال جانا چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا،وہ کافر ہو جائیگا،جبکہ اس کا گناہ ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

حضرت تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ حوالے سے یہ واضح ہوا کہ وہ احکام جن کا ثبوت قطعی طور پر ثابت ہے ان کا انکار کرنا کفر ہے۔حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت کے بیان میں سورت نور کی آیات مقدسات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کے اجماع کے مطابق حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لگائے گئے الزام سے مکمل طور پر بری ہیں۔اگر کوئی ان آیات کے نزول کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔اسی طرح وہ گناہ جس کا ثبوت قطعی ہو اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس صورت میں اس کو حلال جاننے والے کافر ہو جائے گا۔

کفر کی اقسام:

اہل علم نے کفر کی چار اقسام بیان کی ہیں اس حوالے سے (اللباب فی علوم الکتاب: ج:۱/ص:۳۱۵) کا مطالعہ کیا جائے۔ہم کچھ اضافہ کے ساتھ ان کا ذکر کریں گے:

❶ کفر الانکار:

کفر انکار یہ ہے کہ دل اور زبان سے کفر کیا جائے اور جب کافر کے سامنے توحید کا ذکر کیا جائے تو اسے نہ پہچانے۔جیسا کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ (البقرۃ۲:۶)

ترجمہ: بے شک جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کے لئے برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں،وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا ان کو ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔

❷ کفر الجحود:

انسان دل سے ایمان کا اعتراف کرے اور لیکن زبان سے اقرار نہ کرے،ایسے شخص کو"کافر جاحد" کہتے ہیں۔ابلیس لعین کا کفر اسی قبیل سے ہے کیونکہ وہ قلبی طور پر اس کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے لیکن وہ اس کا اقرار زبان سے نہیں کرتا اور نہ دل سے تصدیق کرتا ہے۔وہ سرکشی کرتے ہوئے خود بھی نافرمانی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی کفر کی طرف بلاتا ہے۔اسی طرح یہود نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ذکر اپنے علماء کی زبانی سنتے اور اپنی کتابوں میں پڑھتے چلے آئے تھے لیکن جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اعلان نبوت فرمایا اور انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے جانتے بوجھتے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

(البقرۃ۲:۸۹)

ترجمہ: سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب 'قرآن کے ساتھ') تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ

(البقرۃ۲:۱۴۶)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس رسول (آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان کی شان و عظمت) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ بلا شبہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

۳ کفر المعاندۃ:

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان دل سے جانے اور زبان سے اقرار کرے لیکن حسد اور سرکشی کی وجہ سے تصدیق نہ کرے جیسے ابو جہل اور اس قبیل کے کفار قریش۔

۴ کفر النفاق:

یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے انکار جیسا کہ منافقین کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ

(المائدۃ۵:۴۱)

ترجمہ: ان میں سے وہ ہیں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔

فاسق و فاجر کا حکم:

یاد رہے کہ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو لیکن فاسق و فاجر ہو۔ محض گناہ کبیرہ کا ارتکاب مؤمن کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص نماز کی ادئیگی میں سستی کرتا ہے، رمضان شریف کے روزے ترک کرتا ہے تو وہ فاسق و فاجر کہلائے گا، اس کی تکفیر کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ کوئی شخص رب سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ وہ کفر و شرک میں مبتلا ہو تو اس کی مغفرت نہیں کی جائے گی لیکن اگر وہ ایمان کی حالت میں فوت ہوتا ہے تو رب کریم جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

(النساء۴:۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے واقعتہً زبردست گناہ کا بہتان باندھا۔

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أتاني جبرائيل عليه السلام فبشرني انه من مات من امتك لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة قلت و ان زنى و ان سرق قال و ان زنى و ان سرق (مسلم: رقم الحدیث: ۱۸۰)

ترجمہ: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی کہ جو کوئی آپ ﷺ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کی اگر چہ

اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب و ان کانت کبیرة اذا لم یستحلها ولا نزیل عنه اسم الایمان و نسمیه مؤمنا حقیقة و یجوز أن یکون مؤمنا فاسقا غیر کافر

(الفقہ الاکبر،ص: ۷۳۔۷۴)

ترجمہ: اور ہم کسی بھی مسلمان کے گناہوں میں سے کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے ،اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہو جبکہ وہ اس گناہ کو حلال نہ جانتا ہو۔اور ہم اس سے ایمان کے اسم کو زائل نہیں کرتے۔ہم اسے حقیقی مؤمن کہتے ہیں۔اور یہ جائز ہے کہ ایک مؤمن فاسق ہو کافر نہ ہو۔

علمائے ذیشان کے مذکورہ حوالوں سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ضروریات دین اور نصوص قطعیہ کا انکار کرنا کفر ہے۔اگر کوئی شخص کسی بھی ایسی شے کا انکار کردے جس کا ثبوت نصوص قطعیہ سے ہوتا ہو تو اس کا یہ انکار اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دے گا جیسے ختم نبوت کے اجماعی عقیدے کا منکر ہونا یا اس کی اجماعی عقیدے کے خلاف فاسد تاویل کرنا ،اسی طرح اگر کوئی شارع ،شریعت یا ان کے متعلقات کے ساتھ استخفاف ،استہزا یا استہانت کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ بھی کافر ہی کہلائے گا کیونکہ یہ تمام اعمال اس بات کی علامت ہیں کہ وہ شریعت کی تکذیب کرتا ہے اور اسے لائق التفات و قدر نہیں سمجھتا۔اگر کوئی مؤمن گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے فاسق کہا جائے گا تاہم اس کی تکفیر کرنا درست نہیں لیکن اگر وہ معصیت کو حلال جانتا ہو اور اس کا ثبوت قطعی ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔ایمان و کفر سے متعلق کم از کم اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ مومن خود کو کفر و معصیت سے محفوظ و مامون رکھ سکے۔اکثر حضرات اپنی جہالت کی وجہ سے کئی ایک ایسے کلمات کو ادا کرتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا اور

معصیت میں ملوث ہونے کا سبب بن جاتے ہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و فی تبیین المحارم :لا شك فی فرضیة علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص لأن صحة العمل موقوفة علیه ،و علم الحلال و الحرام و علم الریاء ،لأن العابد محروم من ثواب عمله بالریاء ،و علم الحسد و العجب اذ هما یأكلان العمل كما تأكل النار الحطب .و علم البیع و الشراء و النكاح و الطلاق لمن أراد الدخول فی هذه الأشیاء ،و علم الالفاظ المحرمة أو المكفرة .لعمری هذا من أهم المهمات فی هذا الزمان ،لأنك تسمع كثیرا من العوام یتكلمون بما یكفر و هم عنها غافلون،و الاحتیاط أن یجدد الجاهل ایمانه كل یوم .و یجدد نكاح امرأته عند شاهدین فی كل شهر مرة أو مرتین (ردالمحتار،ج:۱/ص:۱۲۶)

ترجمہ: فرائض خمسہ اور اخلاص کے علم کی فرضیت میں کوئی شک نہیں ہے۔کیونکہ عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔اسی طرح حلال وحرام اور ریا کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیونکہ عابد ریا کی وجہ سے عمل کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔اور حسد و عجب کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیونکہ یہ دونوں عمل کو کھا جاتی ہیں جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے۔اور جو شخص خرید و فرخت ،نکاح وطلاق کے معاملات میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس پر ان کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے۔اور ان الفاظ کا علم جو حرام ہیں یا کفر کو واجب کرتے ہیں ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔میری عمر کی قسم!اس زمانہ میں ان کا علم حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ آپ عوام الناس میں سے بہت سے لوگوں کو

وہ کلام کرتے ہوئے سنیں گے جس سے وہ کافر ہوجاتے ہیں اور اس سے غافل ہوتے ہیں۔ احتیاط اس میں ہے کہ جاہل اپنے ایمان کی تجدید روزانہ، اور اپنی بیوی سے اپنے نکاح کی تجدید دو گواہوں کی موجودگی میں ہر مہینہ ایک بار یا دو بار کرلیا کرے۔

بعض مخصوص حالتوں میں کفر کرنا اور ان کا حکم

شریعت میں مکلف سے مراد وہ انسان ہے جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم نازل کیا گیا ہے۔ مکلف کی وہ صلاحیت جس کی وجہ سے بالفعل اس سے کسی فعل کا صدور ہو اسے اہلیت ادا کہا جاتا ہے۔ بعض عوارض ایسے ہیں جن سے مکلف کی اہلیت متاثر ہوتی ہے۔ ان عوارض کی دو اقسام ہیں ایک سماویہ اور دوسرے مکتسبہ (کسبی)۔ عوارض سماوی کیونکہ انسان کے اختیار سے باہر ہوتے ہیں اسی لئے انہیں سماوی سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ کسبی انسان کے اپنے اختیار سے لاحق ہوتے ہیں جیسے نشہ کرنا۔ ان عوارض میں سے ہم جنون، نابالغی، نیند، اکراہ، ہزل (ہنسی مذاق) کی حالت میں کفر کرنے کا حکم بیان کریں گے۔

ایمان لانے کے بعد کسی شخص کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے یا مرتد ہونے کی صحت دو باتوں پر ہے۔

۱) عقل　　۲) اختیار

اگر کوئی شخص اپنے اختیار سے بخوشی کفر نہیں کرتا، اسے کفر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ محض زبان سے کلمہ کفر ادا کرنے سے کافر نہیں ہوگا۔ اسی طرح سے اگر مجنون وصبی (جو باتمیز نہ ہو) وغیرہ کفر کرتے ہیں تو ان پر بھی مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اب ہم بعض مخصوص حالتوں میں کفر کرنے کے حکم کو ذرا تفصیل سے بیان کریں گے۔

حالت اکراہ میں کفر کرنا:

اکراہ کرہ سے ہے، جس کے معنی کسی شے کو ناپسند کرنے کے ہیں۔

علامہ حصنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاکراہ وھو حمل الغیر علی ما لا یرضاہ (افاضۃ الانوار، ص: ۳۶۹)

ترجمہ: اکراہ کا مطلب کسی کو ایسے کام پر مجبور کرنا ہے، جس میں اس کی رضا نہ ہو۔

اس کی تین اقسام ہیں:

1. جسے مجبور کیا گیا ہو اس کی رضا معدوم ہو اور اس کا اختیار فاسد ہو، ایسے مجبور کو "ملجیٰ" کہا جاتا ہے۔ یہ کسی کو قتل یا تلف عضو کے ساتھ مجبور کرنا ہے کہ اگر تم نے یہ کام نہیں کیا تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا یا تمہارا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔
2. جسے مجبور کیا گیا ہو اس کی رضا معدوم ہو اور اس کا اختیار فاسد نہ ہو، ایسے شخص کو "غیر ملجیٰ" کہا جاتا ہے۔ جیسے کسی شخص کو قید یا پٹائی کے ساتھ مجبور کرنا۔
3. جسے مجبور کیا گیا ہو اس کی رضا بھی معدوم نہ ہو اور اس کا اختیار بھی فاسد نہ ہو، جیسے کسی کو باپ یا بیٹے کے اغواء کی دھمکی دینا۔

ان تمام صورتوں میں اکراہ اسی وقت متحقق ہوگا جب یقین یا ظن غالب ہو کہ مجھے جس کام پر مجبور کیا جا رہا ہے اگر میں نے نہیں کیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و فی جمیع الصور انما یتحقق الاکراہ اذا تیقن أو غلب علی ظنہ أنہ لو لم یفعل ما أمر لأجری علیہ ما ھددہ. و ان غلب علی ظنہ أنہ تخویف و تھدید لا تحقیق لا یکون مکرھا (کشف الاسرار: ۲ج/ص: ۵۷۰)

ترجمہ: یعنی ان تمام مذکورہ بالا صورتوں میں اکراہ شرعی اسی وقت ثابت ہوگا جب کہ مجبور کئے جانے والے شخص کو یہ یقین ہو یا ظن غالب ہو کہ اگر میں اس کام کو نہیں کیا جس کا مجھے مجبور کرنے والے نے حکم دیا ہے تو مجھ پر اس تکلیف کو ضرور مسلط کر دے گا جس سے اس نے مجھے ڈرایا ہے۔ اور اگر اسے غالب

گمان یہ ہے کہ یہ محض ڈرانا اور دھمکی ہے حقیقت نہیں ہے تو شرعاً اسے مکرہ نہیں کہا جائے گا۔

دین اسلام میں قبول کرنے میں اکراہ نہیں، عند اللہ وہی ایمان مقبول ہے جس میں انسان کا دل ایمان پر مکمل ثابت و قائم ہو۔ یاد رہے کہ مسئلہ اکفار میں نیت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص غلطی سے یا بحالت اکراہ میں کلمہ کفر ادا کرتا ہے جبکہ اس کا دل ایمان پر ثابت ہو تو وہ مؤمن ہی قرار پائے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ (النحل ۱۶:۱۰۶)

ترجمہ: جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے، لیکن وہ شخص جس نے شرح صدر کے ساتھ کفر کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔

اکراہ کے بارے میں امام محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(من اکرہ) أي على التلفظ بالكفر بأمر يخاف منه على نفسه أو عضو من أعضائه (روح المعانی: ج:۷/ص:۳۵۰)

ترجمہ: یعنی اگر کسی شخص کو کفریہ کلمہ ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اسے اس میں اپنی جان کا یا کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا خوف ہے تو اس صورت میں محض زبان سے کفر کرنا جائز ہے تاہم دل کا مؤمن ہونا ضروری ہے

اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوا کہ ایمان لانے کے بعد کفر کرنا انتہائی کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر کسی شخص کو کفر کرنے پر مجبور کیا جائے اور اسے معلوم ہو کہ انکار کی صورت میں جان ضائع

ہونے یا شدید جانی نقصان کا اندیشہ ہے تو اس صورت میں زبان سے اس طور پر کلمہ کفر ادا کر سکتا ہے کہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ تاہم عزیمت ایمان پر قائم رہنے میں ہی ہے۔

اس آیت کے بارے میں ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ آیت مقدسہ اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے قریش کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں انکے باطل خداؤں سے منہ موڑنے کا حکم فرمایا تو وہ بپھر گئے اور جب ان کا بس طاقتور لوگوں پر نہ چلا تو انہوں نے کمزور اور عاجز جیسے حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت عمار اور ان کے والدین حضرت یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم کو کفر کی طرف لوٹنے پر مجبور کیا تاکہ وہ مرتد ہو جائیں لیکن انہوں نے ان کے جبر کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ ایمان پر ثابت رہے اور ان کی تکالیف برداشت کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بہت کمزور تھے اور ان کے پاس سے بھاگنے کی قدرت بھی نہیں رکھتے تھے تو آپ نے زبان سے ان کے سامنے کفر کا کلمہ کہا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کا دل ایمان پر مطمئن تھا، نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ عمار نے کفر کر دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

كلا ان عمارا مليا ايمانا من قرنه الى قدمه و اختلط الايمان بلحمه و دمه

ترجمہ: ہرگز نہیں عمار سر سے لے کر پاؤں تک ایمان میں ڈوبا ہوا ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون میں رچ بس گیا ہے۔

پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے آنسوؤں کو دور فرمایا اور اپنے مبارک کپڑے سے ان کی مبارک آنکھوں کو پونچھا اور فرمایا:

یا عمار كيف وجدت قلبك حين اكرهت فقال: مطمئنا

بالایمان فقال علیہ السلام :ان عادوالك فعدلهم

ترجمہ: اے عمار جب انہوں نے تمہیں مجبور کیا تو تم نے اپنے دل کو کیسا پایا ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پایا۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اگر آئندہ وہ پھر ایسا کریں تو تم بھی ایسا کرنا۔

(التفسیرات الأحمدیہ: ص:۴۹۹۔۵۰۰)

امام آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی شرح میں ایک حدیث نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد أخرج ابن أبي شيبة عن الحسن و عبد الرزاق في تفسيره عن معمر أن مسيلمة أخذ رجلين فقال لأحدهما: ما تقول في محمد؟(ﷺ) قال: رسول الله ﷺ. قال: فما تقول في؟ قال: أنت أيضا فخلاه وقال للآخر: ما تقول في محمد؟(ﷺ) قال: رسول الله ﷺ. قال: فما تقول في؟ فقال: أنا أصم فأعاد عليه ثلاثا فأعاد ذلك في جوابه فقتله فبلغ رسول الله ﷺ خبرهما فقال: أما الأول فقد أخذ برخصة الله تعالى. و أما الثاني فقد صدع بالحق فهنيئا له

(روح المعانی: ج:۷/ص:۳۵۲)

ترجمہ: مسیلمہ کذاب نے دو صحابہ رضی اللہ عنہما کو پکڑ لیا، تو اس نے ایک سے کہا تم محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے ہو، انہوں نے فرمایا: وہ اللہ تعالی کے رسول ﷺ ہیں، اس نے پوچھا میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے کہا: تم بھی، اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے ہو، انہوں نے فرمایا: وہ اللہ تعالی کے رسول ﷺ ہیں، اس نے پوچھا میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں

نے فرمایا میں بہرہ ہوں، اس نے تین بار پوچھا اور آپ نے تین بار یہی جواب دیا۔ اس نے انہیں شہید کر دیا، نبی کریم ﷺ کو ان دونوں کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے نے اللہ تعالی کی عطا کردہ رخصت پر عمل کیا اور جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے تو انہوں نے حق کا اظہار کھلے طور پر کیا ان کے لئے خوب مزے ہوں۔

علماء عظام نے ان دلائل سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اسے اپنی جان جانے کا یا کسی عضو کا تلف ہو جانے کا یقین ہو تو اس صورت میں زبان سے کلمہ کفر کا ادا کرنا جائز ہے تاہم دل کا ایمان پر ثابت ہونا ضروری ہے۔

امام شمس الدین خراسانی فرماتے ہیں:

(و رخص) ولم يأثم (به) اى بالملجئ (اظهار الكفر) و اجراؤه على اللسان حال كونه (مطمئنا قلبه بالايمان)

(جامع الرموز: ج:۲/ص:۶۵۲)

ترجمہ: اور وہ شخص جسے مجبور کیا گیا ہو اسے کفر کے اظہار اور زبان پر اس کے اجراء کی رخصت ہے جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ اس صورت میں وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

اس مسئلہ میں اس بات کا خیال رہے کہ زبان سے کلمہ کفر بخوشی نہ کہا جائے، اس صورت میں دل کا اطمینان بھی نفع نہ دے گا۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

و من كفر بلسانه طائعا و قلبه مطمئن بالايمان فهو كافر

(فتاوی التاتارخانیہ: ج۵/ص:۳۱۲)

ترجمہ: اور جس نے بخوشی زبان سے کفر کیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔

آپ فرماتے ہیں:

و فی مصباح الدین :المکرہ اذا أتی بالزیادۃ علی ما اکرہ
علیہ جعلہ طائعا(فتاویٰ التاتارخانیہ:ج۵/ص:۳۵۸)

ترجمہ: اور مصباح الدین میں ہے کہ مجبور شخص اگر اس پر زیادہ کرے جس کے لئے اسے مجبور کیا گیا تھا تو یہ عمل اسے بخوشی کفر کرنے والا بنا دے گا۔

یعنی دل کے اطمینان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مجبوری کی حالت میں بخوشی کلمہ کفر ادا نہ کیا جائے بلکہ اسے آگ میں زندہ ڈالے جانے سے زیادہ سخت گمان کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر کسی مجبور شخص نے اپنی طرف سے کفریہ کلمات مزید زیادتی کے ساتھ ادا کئے جنہیں اس سے حالت اکراہ میں طلب نہیں کیا گیا تھا تو اس صورت میں وہ بخوشی کفر کرنے والا ہی سمجھا جائے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ جیسے اگر کسی شخص کو کفار نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے پر مجبور کریں اور شرعاً مجبور ہونے کی صورت میں وہ راضی نہ ہوتے ہوئے محض زبان سے کلمہ کفر ادا کرتا ہے تو وہ کافر نہ ہوگا لیکن اگر وہ تکذیب اسلام کے ساتھ ساتھ مزید زیادتی کرتے ہوئے نعوذ باللہ آپ ﷺ پر سب وشتم کرتا ہے تو اس زیادتی سے وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی شخص کو نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کے لئے مجبور کیا جائے تو اس کے بارے میں فتاویٰ تاتارخانیہ میں چند صورتیں بیان کی گئیں ہیں:

أحدها: أن یقول :لم یخطر ببالی شئ و انما سمیت محمدا کما طلبوا منی و أنا غیر راض بذلك و فی هذا الوجه لا یکفر ،و کان کما لو اکرہ علی أن یتکلم بالکفر فتکلم بہ و قلبہ مطمئن بالایمان۔

الوجہ الثانی: أن یقول :خطر ببالی رجل من النصاری اسمہ محمد فأردت بالشتم ذلك النصرانی و فی هذا الوجه لا یکفر أیضا۔

الوجہ الثالث: أن یقول خطر ببالی رجل من النصاری اسمہ محمد فلم أشتم ذلك النصرانی و انما شتمت محمدا ﷺ و فی هذا الوجه یکفر القضاء و فیما بینہ و بین ربہ (فتاویٰ التاتارخانیہ: ج۵/ص:۳۲۶۔۳۲۷)

پہلی صورت:

وہ یہ کہتا ہے کہ میرے ذہن میں کوئی بات نہیں تھی بس میں نے محمد نام لیا تھا جیسا کے انہوں نے مجھ سے طلب کیا اور میں اس پر راضی بھی نہیں تھا، اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا، وہ اسی طرح سے ہے جیسے اگر اسے کفریہ کلمہ ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہوتا۔

دوسری صورت:

وہ یہ کہتا ہے کہ میرے ذہن میں نصاریٰ میں سے محمد نامی ایک آدمی تھا میں نے گالی دیتے وقت اس نصرانی کا ارادہ کیا تھا، اس صورت میں بھی وہ کافر نہیں ہوگا۔

تیسری صورت:

وہ یہ کہتا ہے کہ میرے ذہن میں نصاریٰ میں سے ایک محمد نامی شخص تھا لیکن میں نے اسے گالی نہیں دی بلکہ میں نے (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ کو گالی دی ہے اس صورت میں وہ قضاء اور عند اللہ کافر ہو جائے گا۔

شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

و أما الکفر فتشترط لہ النیة لقولهم :ان کفر المکرہ غیر صحیح (الأشباہ والنظائر: ج۱/ص:۷۲)

اور جہاں تک کفر کا تعلق ہے تو اس میں نیت شرط ہے۔ علماء کے اس قول کی

وجہ سے کہ وہ شخص جسے مجبور کیا جائے اس کا کافر ہونا صحیح نہیں ہے۔

خلاصہ:

اگر کسی شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے تو اس صورت میں صرف ظاہری طور پر درج ذیل شرائط کے ساتھ کفریہ کلمہ ادا کرنے یا کفریہ فعل کرنے کی اجازت ہے تاہم عزیمت ایمان پر قائم رہنے میں ہی ہے۔

1. اسے یہ یقین ہو یا غالب گمان ہو کہ میری جان تلف ہو جائے گی یا ظاہری طور پر کفر نہ کرنے کی صورت میں میرے کسی عضو کو ضائع کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر اسے یہ غالب گمان ہو کہ یہ محض دھمکی ہے تو اس صورت میں اجراء کلمہ کفر شرعاً جائز نہ ہوگا۔
2. اس کا قلب و ذہن ایمان پر مطمئن ہو۔
3. ظاہری طور پر کفر خوشی و رضا کے ساتھ نہ کیا جائے۔
4. جس حد تک اسے کفر پر مجبور کیا جائے اسی حد تک ظاہری طور پر کفر کرنا اور اس میں اپنی طرف سے زیادتی نہ کرنا۔
5. کفر کرنے کی نیت نہ ہونا۔

غلطی سے کفر کرنا:

اللہ رب العزت نے اس امت سے خطا اور نسیان کو اٹھا لیا ہے جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام کی حدیث میں ہے کہ رفع عن امتی الخطاء والنسیان۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الاحزاب ۳۳:۵)

ترجمہ: اور تم پر کوئی گناہ نہیں جو تم نے غلطی سے کہی لیکن (اس پر ضرور گناہ ہوگا) جس کا تم نے ارادہ کیا ہو۔ اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اگر کوئی شخص غلطی سے کلمہ کفر ادا کرتا ہے جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور اس کا کلمہ کفر ادا کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہ ہو تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

و ان لم یکن قاصدا فی ذلك بأن أراد أن یتلفظ بلفظ اخر فجری علی لسانه لفظ الکفر من غیر قصد و ذلك نحو أن أراد ان یقول :لا اله الا الله فجری علی لسانه "أن مع الله الهة أخری أو أراد أن یقول :بحق أینکه تو خدائی و ما بندگان تو "فجری علی لسانه العکس لا یکفر

(الفتاویٰ التاتارخانیہ: ج:۵/ص:۳۱۲)

ترجمہ: اور اگر وہ اس کا ارادہ کرنے والا نہ ہو کہ جیسے اس نے ایک دوسرا لفظ بولنا چاہا تو اس کی زبان پر بغیر ارادہ کے کلمہ کفر جاری ہوگیا۔ مثلاً اس نے لا الہ الا اللہ "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے" بولنے کا ارادہ کیا تو غلطی سے اس کی زبان پر یہ جاری ہوگیا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہیں" یا اس نے یہ بولنے کا ارادہ کیا کہ اے اللہ تو میرا رب اور میرا تیرا بندہ ہوں تو غلطی سے اس نے اس کی ضد یعنی یہ کہہ دیا کہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہو تو وہ اس سے کافر نہیں ہوگا۔

حضرت امام مسلم روایت فرماتے ہیں:

للہ اشد فرحا بتوبة عبده حین یتوب الیه من احد کم کان علی راحلته بارض فلاة فانفلتت منه و علیها طعامه و شرابه فایس منها فاتی شجرة فاضطجع فی ظلها قد ایس من راحلته فبینا هو کذلك اذا هو بها قائمة عنده فاخذ بخطامها ثم قال من شدة الفرح اللهم انت عبدی و انا

ربك اخطأ من شدة الفرح (مسلم، رقم الحدیث: ۶۸۳۴)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص جنگل کی زمین میں اپنی سواری پر جائے اور سواری اس سے نکل جائے جس پر اس کا کھانا اور پانی ہو، پھر وہ اس سے مایوس ہو جائے اور ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے۔ جس وقت وہ مایوس ہو کر اس کے سائے میں لیٹا ہوا ہو اچانک وہ سواری اس کے پاس کھڑی ہو وہ اس کی مہار پکڑ لے پھر خوشی کی شدت سے یہ کہے "اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں" یعنی خوشی کی شدت کی وجہ سے وہ بولنے میں خطا کرتا ہے۔

اس حدیث شریف میں رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک مؤمن کی مثال دے کر توبہ کرنے والے کے رتبہ کو بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے اس مؤمن کے غلطی سے خود کو رب اور رب کو بندہ کہنے کو (جو کہ کفر ہے) کفر قرار دے کر اس کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ اس کے عذر کی وضاحت اس طرح فرما دی کہ اس نے نادانستہ طور پر خوشی کی شدت میں ایسا کہا ہے۔

مذکورہ بالا آیت مقدسہ اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کا دل ایمان پر قائم ہو اور غلطی سے نادانستہ طور پر اس کی زبان پر کفریہ کلمہ جاری ہو جاتا ہے تو یہ کفر نہیں ہوگا۔ تاہم اسے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

سوئے ہوئے شخص، مجنون یا بچہ کا کفر کرنا:

امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قلنا فی الصبی اذا ارتد ان لا یقتل و ان صحت ردته عند أبی حنیفة و محمد رحمهما الله لان القتل یجب بالمحاربة

لا بعین الردة و لم یوجد (اصول البزدوی: ص ۳۷۲)

ترجمہ: اور ہم نے یہ کہا ہے کہ اگر بچہ مرتد ہوتا ہے تو اسے قتل نہیں کیا جائے اگرچہ اس کے مرتد ہونے کی صحت کا اعتبار امام ابوحنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمۃ نے کیا ہے۔ کیونکہ قتل محاربہ کی وجہ سے واجب ہوتا ہے محض ارتداد کی وجہ سے نہیں اور بچہ میں صلاحیت محاربہ نہیں پائی جاتی۔

اگر کوئی شخص سوتے ہوئے کلمہ کفر ادا کرے تو اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹا بچہ یا مجنون کفر کرتا ہے تو وہ مومن ہی ہے اسے مرتد قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ ارتداد کی صحت دو شرائط یعنی عقل و اختیار پر ہے۔ البتہ اگر صبی باتمیز ہے تو دور تمیز سے بلوغ تک اگرچہ اس کے لئے اہلیت اداء اس دور میں ناقص طور پر ثابت ہے ہوتی ہے لیکن اس کا ایمان لا نا صحیح ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ کفر کرتا ہے تو وہ مرتد کہلائے گا تاہم اسے وجہ محاربہ کے نہ ہونے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(فتصح ردته) أی فی احکام الاخرة اتفاقا. لأن العفو عن الکفر و دخول الجنة مع الشرك مما لم یرد به شرع و لا حکم به عقل (نسمات الأسحار: ص ۲۵۱)

ترجمہ: یعنی عاقل بچہ کے مرتد ہونے کا احکام آخرت میں بالاتفاق اعتبار ہے۔ کیونکہ کفر کی معافی اور جنت میں شرک کے ساتھ داخل ہونا ان میں سے ہے جس کا ذکر شرع نے نہیں کیا اور نہ ہی عقل اس کا تقاضا کرتی ہے۔

پھر آگے آپ فرماتے ہیں:

أن الصبی العاقل اذا ارتد و مات علیها کان مخلدا فی النار اتفاقا (نسمات الأسحار: ص ۲۵۱)

ترجمہ: بے شک عاقل بچہ اگر مرتد ہو جائے اور اسی حالت ارتداد میں اس کا انتقال ہو

جائے تو وہ بالاتفاق جہنم میں رہے گا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

و ارتداد الصبی الذی یعقل ارتداد عند أبی حنیفة و محمد و یجبر علی الاسلام و لا یقتل و اسلامه اسلام لا یرث ابویه ان کانا کافرین و قال ابو یوسف ارتداده لیس بارتداد و اسلامه اسلام (الھدایة: ج:۲/ص:۶۰۶_۶۰۷)

ترجمہ: اور وہ بچہ جو عقل رکھتا ہو اس کا ارتداد امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک ارتداد ہے۔ اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسلام پر مجبور کیا جائے گا، اور اس کا اسلام، اسلام ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کا وارث نہیں ہوگا اگر وہ دونوں کافر ہوں۔ قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کا ارتداد، ارتداد نہیں ہے، جبکہ اس کا اسلام، اسلام ہے۔

پھر آگے آپ فرماتے ہیں:

و هذا فی الصبی الذی یعقل و من لا یعقل من الصبیان لا یصح ارتداده لان اقراره لا یدل علی تغییر العقیدة و کذا المجنون و السکران الذی لا یعقل (الھدایة: ج:۲/ص:۶۰۸)

ترجمہ: اور یہ اختلاف اس بچے کے بارے میں ہے جو عقل رکھتا ہو۔ اور جو بچوں میں سے عقل نہ رکھتا ہو اس کا ارتداد صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس کا اقرار عقیدے کی تبدیلی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور یہی حکم مجنون اور نشہ والے شخص کا ہے، جو عقل نہ رکھتا ہو۔

صبی عاقل کی عمر کے بارے میں علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

(و العاقل الممیز) وھو ابن سبع فأکثر. مجتبیٰ و سراجیة

(قیل الذی یعقل أن الاسلام سبب النجاة و یمیز الخبیث من الطیب و الحلو من المر) قائله الطرطوسی فی انفع الوسائل قائلا: ولم أر من قدره بالسن. قلت: و قد رأیت نقله. ویؤیده أنه علیه الصلاة و السلام عرض الاسلام علی علی رضی الله تعالیٰ عنه و سنه سبع و کان یفتخر به (الدرالمختار: ج:۶/ص:۳۰۶)

ترجمہ: عاقل باتمیز سے مراد سات سال اور اس سے زیادہ عمر کا بچہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ بچہ عاقل سے مراد وہ بچہ ہے جو یہ عقل رکھتا ہو کہ اسلام ذریعہ نجات ہے۔ اور وہ طیب و خبیث میں اور میٹھے و کڑوے میں تمیز رکھتا ہو۔ یہ طرطوسی کا قول ہے انفع الوسائل میں آپ نے کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کسی نے اسے خاص عمر کے ساتھ مقدر کیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کی نقل دیکھی ہے اور اس کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ و السلام نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اسلام کو پیش کیا تو آپ کی عمر سات سال تھی اور آپ اس عمر میں قبول اسلام پر فخر کیا کرتے تھے۔

علمائے کرام کے مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ اگرچہ باتمیز بچہ (جو عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکا ہو جس میں وہ حق و باطل، خبیث وطیب، میٹھا و کڑوا، نفع و نقصان میں تمیز کر سکے) میں اہلیت ادا ناقص ہوتی ہے تاہم اگر وہ مرتد ہوتا ہے تو اخروی احکامات کے اعتبار سے وہ کافر ہی قرار پائے گا البتہ اسے دنیا میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حالت جنون یا نیند میں کفر کرے تو شرعا کافر نہیں ہوگا۔

مذاق میں کفر کرنا:

اگر کوئی شخص مذاق میں کفر کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اگرچہ اصلا

وہ اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ صاحب منار فرماتے ہیں:

والهزل بالردة كفر لا بما هزل به لكن بعين الهزل لكون الهزل استخفافا بالدين (المنار، ص:۲۶۷)

ترجمہ: اور ارتداد کے ساتھ مذاق کرنا کفر ہے، جس چیز کے ساتھ اس نے مذاق کیا ہے اس وجہ سے نہیں بلکہ عین مذاق کی وجہ سے، کیونکہ اس طرح کا مذاق دین کا استخفاف ہے۔

اسکی شرح میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لأن الهازل راض باجراء كلمة الكفر على لسانه، والرضا بذلك استخفاف بالدين و هو كفر بالنص، قال تعالىٰ لئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب قل أبالله و اياته و رسوله كنتم تستهزء ون لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم (التوبة ۶۵:۹-۶۶) بالاجماع (نسمات الاسحار، ص:۲۶۷)

ترجمہ: کیونکہ مذاق کرنے والا کلمہ کفر کو زبان پر جاری کرنے میں راضی ہے اور اس کے ساتھ راضی ہونا دین کے ساتھ استخفاف ہے اور یہ بالاجماع قرآن کی نص سے کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف (سفر کاٹنے کے لئے) بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بے شک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو۔

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

من هزل بلفظ كفر ارتد و ان لم يعتقده للاستخفاف

فهو ككفر العناد (الدر المختار، ج۶/ص:۳۵۶)

ترجمہ: جس نے کلمہ کفر کے ساتھ مذاق کیا اگرچہ وہ اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو وہ استخفاف دین کی وجہ سے مرتد ہو جائے گا۔ یہ کفر عناد کی طرح ہے۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ کفر کے کلمات یا اعمال مذاق میں اپنے اختیار سے کہنا یا کرنا بھی کفر ہیں کیونکہ یہ دین کا استخفاف کرنا ہے جو کہ دین کو جھٹلانے کی علامت ہے۔ پس ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

نشہ کی حالت میں کفر کرنا:

نشہ کی حالت کسبی عوارض میں سے ہے۔ اس سے مراد وہ سرور ہے جو عقل پر بعض اسباب سے غالب آجاتا ہے اور انسان کو اپنی عقل کے مطابق کام کرنے سے روک دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی عقل صحیح اور قبیح میں تمیز کرنے میں تعطل کا شکار ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ عقل کو زائل نہیں کرتا بلکہ اسے مستور کر دیتا ہے۔ نشہ کی حد کلام کا مختلط ہونا اور عقل کا مستور ہو جانا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں حتی تعلموا ما تقولون سے ثابت ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال في التحرير: و حده اختلاط الكلام و الهذيان، و زاد ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ في السكر الموجب للحد كونه لا يميز بين الأشياء و لا يعرف الأرض من السماء، اذ لو ميز ففيه نقصان و هو شبهة العدم فيندرئ به و أما في غير وجوب الحد من الأحكام فالمعتبر عنده أيضا اختلاط الكلام حتى لا يرتد بكلمة الكفر معه و لا يلزمه الحد بالاقرار بما يوجبه (نسمات الاسحار، ص:۲۶۱)

ترجمہ: اور نشہ کی حد کلام کا خلط ملط ہونا اور ہذیان ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نشہ

میں جو حد کو واجب کرتا ہے یہ زیادتی فرمائی ہے کہ وہ اشیاء کے مابین تمیز نہ کر سکے۔اور زمین اور آسمان کو نہ جانے۔کیونکہ اگر وہ یہ تمیز کر لیتا ہے تو نشہ میں کمی ہے اور یہ نشہ کے معدوم ہونے کا شبہ ہے تو حد اس سے ساقط ہو جائے گی۔اور جہاں تک ان احکام کا تعلق ہے جن میں حد واجب نہیں ہوتی تو آپ کے نزدیک اس میں بھی اختلاط کلام کا اعتبار ہے یہاں تک وہ کلمہ کفر کے اس حالت میں ادا کرنے سے کافر نہیں ہو گا اور اس پر اس حالت میں ان چیزوں کے اقرار سے حد واجب نہیں ہوگی جو حد کو واجب کرتی ہیں۔

اس کی دو حالتیں ہیں:

1. نشہ کا کسی سبب مباح سے طاری ہونا، جیسے کسی کا علاج کی غرض سے افیون وغیرہ کا پینا یا حالت اضطرار یا اکراہ میں شراب پینا۔اس صورت میں وہ بے ہوش شخص کے حکم میں ہے یعنی اس کے تصرفات جیسے طلاق دینا، غلام آزاد کرنا وغیرہ صحیح نہ ہوں گے۔
2. نشہ کا کسی حرام کردہ شے سے طاری ہونا، جیسے کسی کا حالت امن اور غیر اضطراری حالت میں اپنے اختیار سے شراب پینا۔اس صورت میں اس شخص کے تمام تر تصرفات و عبارات طلاق، بیع وشراء، غلاموں کو آزاد کرنے وغیرہ سے متعلق صحیح ہوں گے۔

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں کسی کا کلمہ کفر کو ادا کرنا اس کے کفر کو ثابت نہیں کرے گا۔

فخر الاسلام امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان السکران اذا تکلم بکلمة الکفر لم تبن منه امرأته استحسانا (اصول البزدوی: ص:۳۴۷)

ترجمہ: جب نشہ کی حالت میں کوئی شخص کلمہ کفر ادا کرتا ہے تو اس سے اس کی بیوی استحسانا بائنہ نہیں ہوگی۔

حضرت امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اذا ارتد السکران فی القیاس تبین منه امرأته لأن السکران کالصاحی فی اعتبار أقواله و أفعاله حتی لو طلق امرأته بانت منه و لو باع أو أقر بشئ کان صحیحا منه و لکنه استحسن ،و قال لا تبین منه امرأته لأن الردة تنبنئ علی الاعتقاد و نحن نعلم ان السکران غیر معتقد لما یقول، و لأنه لا ینجو سکران من التکلم بکلمة الکفر فی حال سکره عادة ،و الأصل فیه ما روی أن واحدا من کبار الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم سکر حین کان الشرب حلالا،و قال لرسول الله ﷺ: هل أنتم الا عبیدی و عبید ابائی و لم یجعل ذلك منه کفرا. و قرأ سکران سورة قل یا أیها الکافرون فی صلاة المغرب فترك اللاات فیه فنزل فیه قوله تعالیٰ یا أیها الذین امنوا لا تقربوا الصلاة و أنتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون فهو دلیل علی أنه لا یحکم بردة فی حال سکره کما لا یحکم به فی حال جنونه.(المبسوط: ج:۱۰/ص:۱۳۱)

ترجمہ: اور جب نشہ کرنے والا (نشے کی حالت میں) مرتد ہو جائے تو قیاس کی رو سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی کیونکہ نشہ کرنے والا اپنے اقوال اور افعال کے اعتبار سے جاگنے والے کی طرح ہے۔یہاں تک کہ اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور اگر اس نے خرید وفروخت کی یا کسی شے کا اقرار کیا تو اس سے یہ تمام باتیں صحیح ہوں گی۔لیکن آپ نے استحسانا فرمایا ہے کہ نشہ کی حالت میں کفر کرنے والے کی بیوی بائنہ نہیں ہوگی کیونکہ مرتد ہونے کی بنیاد اعتقاد پر ہے اور ہم یہ

جانتے ہیں کہ نشہ والا جو کہتا ہے اس کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اور کیونکہ نشہ کرنے والا نشہ کی حالت میں کلمہ کفر ادا کرنے سے عموماً نہیں بچ پاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی نے جب شراب حلال تھی شراب پی اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا: تم میرے اور میرے آباؤاجداد کے غلام ہی ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفر قرار نہیں دیا۔ اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نشہ کی حالت میں مغرب کی نماز میں سورۃ الکافرون کی تلاوت کی اور اس میں جہاں جہاں کلمہ "لا" مذکور تھا چھوڑ دیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا کہ اے ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جایا کرو یہاں تک کہ تم جان لو جو تم کہتے ہو۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ جس طرح اس پر حالت جنون میں کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا اسی طرح نشہ کی حالت میں بھی اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

امام برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فقد سماه الله تعالى مؤمنا و معلوم أن هذا من الصاحی ردة فتركنا القياس في حق الردة بهذا النص.

(المحیط البرھانی: ج:۷/ص:۴۴۵)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو مومن (یاأیها الذین امنوا لا تقربوا الصلاۃ) فرمایا ہے اور یہ معلوم ہے کے اگر جاگنے والا کلمہ کفر ادا کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا۔ پس ہم نے نشہ کرنے والے کے بارے میں یہاں قیاس کو اس نص کی وجہ سے ترک کر دیا یعنی وہ کافر نہیں ہوگا۔

علامہ حصنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فلا يحكم بكفره استحسانا (افاضۃ الانوار: ص:۲۶۱)

اس کے کافر ہونے کا حکم استحساناً نہیں لگایا جائے گا۔

علماء کرام کے مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ حالت سکر میں کیونکہ انسان کی عقل مستور ہو جاتی ہے اور اعتقاد میں اصل دل سے تصدیق یا تکذیب کرنا ہے۔ حالت سکران میں انسان جو کچھ بولتا ہے وہ حقیقتاً اس کا اعتقاد نہیں رکھتا اسی لئے استحساناً اسے کافر قرار نہیں دیا گیا نہ کہ اس وجہ سے کہ فقہاء نے اس باب میں نشہ کو عذر شرعی تسلیم کیا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص حالت نشہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) گالی دیتا ہے تو فقہاء نے اسے کافر قرار دیا ہے۔

شیخ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا تصح ردة السكران الا الردة بسب النبي ﷺ فانه يقتل ولا يعفى عنه (الاشباہ والنظائر: ج:۲/ص:۷۹)

نشہ والے شخص کا ارتداد صحیح نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا مرتد ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) گالی دینے کی وجہ سے ہو۔ اس صورت میں اس سے درگزر نہیں کیا جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔

صاحب شرح شرحموی فرماتے ہیں:

وقد صرح في البحر بأن غيره كذلك.

اور آپ نے البحر میں اس کی وضاحت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ نشہ کی حالت میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کا بھی یہی حکم ہے۔

پھر آپ مزید فرماتے ہیں۔

وقيده بما اذا كان سكره بسبب محظور باشره مختارا بلا اكراه والا فهو كالمجنون (شرح الحموی: ج:۲/ص:۷۹)

اور شیخ ابن نجیم نے البحر الرائق میں اس کی تقیید اس کے ساتھ کی ہے کہ جب اس کے نشے کا سبب حرام ہو اور اس نے وہ نشہ اپنے اختیار سے حالت اکراہ کے علاوہ کیا ہو ورنہ بصورت دیگر وہ مجنون کی طرح ہوگا۔

یعنی اگر اس نے حالت اکراہ یا اضطراری حالت میں نشہ کیا یا علاج کی غرض سے

افیون وغیرہ کا استعمال کیا اور اس پر نشہ طاری ہوگیا تو اس حالت میں توہین رسالت سے بھی وہ کافر نہیں ہوگا۔

خلاصہ:

1. نشہ کی حالت میں کفر کرنے سے نشہ کرنے والا استحسانا کافر نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ نشہ کسی سبب مباح سے طاری ہو یا وہ نشہ کسی حرام کردہ شے کے حالت امن اور غیر اضطراری حالت میں استعمال کرنے سے طاری ہوا ہو۔
2. نشہ کی حد کلام کا مختلط اور عقل کا مستور ہونا ہے۔
3. اگر کسی شخص پر نشہ کسی حرام کردہ شے کے حالت امن اور غیر اضطراری حالت میں استعمال کرنے سے طاری ہو تو نبی کریم ﷺ یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

اب ہم ضروریات دین اور ادلہ سمعیہ کی وضاحت کریں۔

ضروریات دین اور ادلہ سمعیہ کی بحث

اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء کرام ورسل علیہم السلام پر جو کچھ نازل فرمایا وہ دین اسلام تھا۔ اس دین اسلام کی تکمیل و تتمیم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمادی ہے لہٰذا اب اس دین میں زیادتی ونقصان کی گنجائش کسی طور پر نہیں ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات میں سے بعض ضروریات دین میں سے ہیں اور بعض قطعی ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کا انکار کردیتا ہے یا استخفاف کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی فرد کسی ایسے حکم کا انکار کردے جس کا ثبوت قطعی نہ ہو یا وہ حد ضرورت تک نہیں پہنچا ہو تو انکار کی صورت میں اس کی تکفیر صحیح نہیں ہوگی۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قوله:(و الكفر لغة الستر) و منه سمي الفلاح كافرا ،لأنه

يستر البذر في الارض، ومنه كفر النعمة و هو موجود في المعنى الشرعي لأنه ستر ما وجب اظهاره،و قوله:(تكذيبه ﷺ) المراد بالتكذيب عدم التصديق الذي مر :أي عدم الاذعان و القبول ،لما علم مجيئه به ضرورة :أي علما ضروريا لا يتوقف على نظر و استدلال ،و ليس المراد التصريح بأنه كاذب في كذا ،لأن مجرد نسبة الكذب اليه ﷺ كفر ،و ظاهر كلامه تخصيص الكفر بجحد الضروري فقط ،مع أن الشرط عندنا ثبوته على وجه القطع و ان لم يكن ضروريا ،بل قد يكون استخفافا من قول أو من فعل كما مر ،و لذا ذكر في المسامرة أن ما ينفي الاستسلام أو يوجب التكذيب فهو كفر ،فما ينفي الاستسلام كل ما قدمناه عن الحنفية :أي مما يدل على الاستخفاف ،و ما ذكر قبله من قتل نبي اذ الاستخفاف فيه أظهر ،و ما يوجب التكذيب جحد كل ما ثبت عن النبي ﷺ ادعاؤه ضرورة ،وأما ما لم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمين ،فظاهر كلام الحنفية الاكفار بجحده ،فأنهم لم يشترطوا سوى القطع في الثبوت ،و يجب حمله على ما اذا علم المنكر ثبوته قطعا ،لأن مناط التكفير و هو التكذيب أو الاستخفاف عند ذلك يكون ،أما اذا لم يعلم فلا ،الا أن يذكر له أهل العلم ذلك فيلج اھ(المسامرة:ص:٢٩٧_٢٩٩)

(ردالمحتار:ج:٦/ص:٣٥٦_٣٥٧)

کفر عربی میں چھپانے کو کہتے ہیں۔اسی وجہ سے کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین میں بیج چھپاتا ہے۔اسی سے کفران نعمت ہے اور یہ مطلب کفر کے معنی شرعی میں بھی موجود ہے۔کیونکہ کافر اس کو چھپاتا ہے جس کا اظہار لازمی ہے۔اور تکذیب سے مراد نبی کریم ﷺ کی تصدیق نہ کرنا ہے یعنی جس کا ضروریات دین میں سے ہونا معلوم ہے اس کا جھٹلانا اور قبول نہ کرنا ہے۔علم ضروری سے مراد وہ علم ہے جس میں نظر و استدلال پر توقف کی ضرورت نہیں ہوتی۔اور صراحتاً انکار سے مراد یہی نہیں ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ فلاں بات میں جھوٹے ہیں۔کیونکہ صرف جھوٹ کی نسبت بھی آپ ﷺ کی طرف کر دینا بھی کفر ہے۔اور آپ کا ظاہری کلام یہ ہے کہ کفر کی تخصیص صرف ضروریات دین کے انکار کے ساتھ ہے۔جبکہ ہمارے نزدیک انکار کیے جانے والے امر کا قطعی طور پر ثابت ہونا ہے اگرچہ وہ ضروریات دین میں سے نہ ہو۔بلکہ کبھی قولاً یا فعلاً استخفاف کرنا بھی کفر ہوتا ہے۔جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔اسی لئے مسامرہ میں ہے کے جو شے اسلام کے منافی ہے یا تکذیب (رسول ﷺ) کو واجب کرتی ہے وہ کفر ہے۔جو اسلام کی نفی کرتا ہے اس کا ذکر ہم احناف کے حوالے سے پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔یعنی ان میں سے جو استخفاف پر دلالت کرتا ہے۔اور جو اس سے قبل کسی نبی کے قتل کا ذکر گزرا ہے تو وہ بھی کفر ہے کیونکہ اس میں استخفاف زیادہ غالب ہے۔اور جو تکذیب کو واجب کرتا ہے وہ ہر اس شے کا انکار کرنا ہے جس کا نبی کریم ﷺ کی طرف سے ضروریات دین میں سے ہونا معلوم ہے۔اور جہاں تک اس کا تعلق ہے جو حد ضرورت تک نہیں پہنچا جیسے بنت الابن کا بنت کے ساتھ سدس کا اجماعی طور پر مستحق ہونا، تو احناف کا ظاہر کلام اس کی تکفیر پر دلالت کرتا ہے۔کیونکہ انہوں نے اس باب میں صرف قطعی

الثبوت ہونے کی قید لگائی ہے۔اس تکفیر کو اس پر محمول کرنا لازمی ہے کہ قطعی طور پر ثابت ہونے والے امر کے منکر کو اس کی قطعیت کا علم بھی ہو کیونکہ کسی کو کافر قرار دینے کا مدار جھٹلانے یا استخفاف پر ہے، تکفیر تکذیب یا استخفاف پر ہی ہوتی ہے۔اگر وہ اسے نہیں جانتا ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی۔مگر یہ کہ اگر اسے اہل علم اس کا قطعی ہونا بتا دیں (اور وہ تب بھی انکار کرے) تو وہ کفر میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت سعدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای فیما اشتهر کونه من الدین بحیث یعلمه العامة من غیر افتقار الی نظر و استدلال کوحدة الصانع و وجوب الصلوٰة و حرمة الخمر و نحو ذلك.و یکفی الاجمال فیما یلاحظ اجمالا و یشترط التفصیل فیما یلاحظ تفصیلا حتی لو لم یصدق بوجوب الصلاة عند السؤال عنه و بحرمة الخمر عند السؤال عنه کان کافرا و هذا هو المشهور و علیه الجمهور (شرح المقاصد:ج:۲/ص:۲۴۷)

یعنی ضروریات دین وہ ہیں جن کا دین میں سے ہونا اس طور پر مشہور ہو کہ ہر عام شخص اسے بغیر نظر اور استدلال کی حاجت کے جانتا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا یکتا ہونا، نماز کا فرض ہونا اور خمر کی حرمت وغیرہ۔اور جس میں اجمال کافی ہے اس میں اجمال کا لحاظ رکھا جائے گا اور جس میں تفصیل کا جاننا شرط ہے اس میں تفصیل کا لحاظ رکھا جائے گا۔یہاں تک کہ اگر اس سے نماز اور خمر کے بارے میں سوال کیا جائے اور وہ نماز کے فرض ہونے اور حرمت خمر کی تصدیق نہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا اور یہ مشہور ہے یہی جمہور کا موقف ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم المراد من المعلوم ضرورة کونه من الدین بحیث

يعلمه العامة من غير افتقار الى النظر و الاستدلال كوحدة الصانع ووجوب الصلاة و حرمه الخمر و نحوها و انما قيد بها لأن منكر الاجتهاديات لا يكفر اجماعا. و أما من يؤول النصوص الواردة فى حشر الاجساد و حدوث العالم و علم البارى بالجزئيات فانه يكّفر لما علم قطعا من الدين أنها على ظواهرها (شرح الفقہ الاکبر: ص:۸۶)

ترجمہ: ضروری طور پر معلوم ہونے کا مطلب اس کا دین میں سے اس طور پر ہونا ہے کہ اسے ہر خاص و عام بغیر نظر و استدلال کی حاجت کے جانتا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نماز کی فرضیت، خمر کی حرمت وغیرہ۔ اور اس باب میں اس کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اجتہادی مسائل کا منکر اجماعی طور پر کافر نہیں ہوتا اور جہاں تک اس کا تعلق ہے جو وارد نصوص جیسے اجساد کے حشر، عالم کے حادث ہونے اور اللہ تعالیٰ کے علم جزئیات کی تاویل کرتا ہو تو وہ کافر ہو جائیگا کیونکہ دین میں سے قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ یہ تمام اپنے ظواہر پر ہی ہیں۔

حضرت عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قيل إراد بالضرورة ما يقابل الاستدلال فالضرورى كا لمسموع من فم رسول الله ﷺ او المنقول عنه بالتواتر كالقرآن و الصلوات الخمس و صوم رمضان و حرمة الخمر و الزنا (النبراس: ص ۳۹۲)

ترجمہ: ضرورت سے مراد وہ ہے جو استدلال کے مقابلے میں ہو۔ پس علم ضروری وہ ایسے ہی ہے جیسے کے رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے سنا ہو یا آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہو جیسے قرآن کریم، پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، خمر کی حرمت اور زنا۔

حضرت امام کمال الدین ابن ہمام فرماتے ہیں:

و ما يوجب التكذيب جحد كل ما ثبت عن النبى ﷺ ادعاؤه ضرورة و يختلف حال الشاهد للحضرة النبوية و غيره فى بعض المنقولات دون بعض فما كان ثبوته ضرورة عن نقل اشتهر و تواتر فا ستوى فى معرفته الخاص و العام استويا فيه كالايمان برسالة محمد ﷺ و ماجاء به من وجود الله تعالىٰ و انفراده باستحقاقه العبودية على العالمين و هو معنى نفى الشريك و التفرد بالألوهية و مايلزمه من الانفراد بالقدم وما عنه ذلك من الانفراد و مايلزم الانفراد بالخلق من كونه تعالىٰ حيا عليما قديرا مريدا و أن القرآن كلام الله، وما يتضمنه من الايمان بأنه تعالىٰ متكلم، سميع، مرسل لرسل قصهم علينا و رسلا لم يقصصهم منزل الكتب و له عباد مكرمون و هم الملائكة و أنه فرض الصلاة و الصوم و باقى الأركان و أنه يحى الموتى، و أن الساعة آتية لا ريب فيها و أنه حرم الربا، و الخمور و القمار و هو الميسر و نحو ذلك مما جاءمجئ هذا وما لم يجئ هذا المجئ بل نقل آحادا اختلفا فيه فيكفر الشاهد بجحده لثبوت التكذيب منه ما لم يدع صارفا من نسخ ونحوه دون الغائب حتىٰ يكفر الشاهد بانكاره سؤال الملكين و ايجاب صدقة الفطر و يفسق الغائب به و يضلل و قيل با لتكفير فى السؤال أيضا لتواتره لأنه لما لم يسمعه من

فیه لم یکن ثبوته من النبی ﷺ قطعا فلم یکن انکاره
تکذیبا له بل للرواة أو تغلیطا لهم و هو فسق و ضلالة
اللهم الا ان رده استخفافا اذ کان انما قاله النبی فیکفر
(المسایرۃ:ص:۲۹۹)

ترجمہ: یعنی اور جو تکذیب کو واجب کرتا ہے وہ ہر اس چیز کا انکار ہے جو نبی کریم ﷺ
سے ضروری طور پر ثابت ہو۔ اور اس میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر شخص
کا حال اپنے سے غیر سے مختلف ہے جو بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر نہیں
تھا بعض منقولات میں، پس جس کا ثبوت ضروری طور پر بطریق تواتر اور
اشتہار منقول ہو تو اس کے جاننے میں خواص (شاہد) و عام (غائب) برابر
ہوں گے۔ جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور اس پر ایمان
لانا جس کو آپ ساتھ لائیں ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی یکتائیت اور
اللہ تعالیٰ کا اس بات کا سزاوار ہونا کہ تمام عالمین اس کی عبادت کریں۔ اور
یہ کسی کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہونے کی نفی کا معنی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ
کے الوہیت اور اس کے لوازمات جیسے ایک ہونے اور قدیم ہونے اور
قدیم ہونے سے اس کا مخلوق سے منفرد ہونے کا معنی ہے۔

اور جو اللہ تعالیٰ کا مخلوق سے منفرد ہونے کو لازم کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ
سے زندہ ہونا، سب سے زیادہ جاننے والا ہونا، ہر شے پر قادر اور خود ارادہ
کرنے والا ہونا ہے۔

اور اس چیز کا انکار کرنا تکذیب کو واجب کرتا ہے جو نبی کریم ﷺ قرآن میں
سے اپنے ساتھ لائے ہیں جو اللہ کا کلام ہے اور جس کو قرآن حکیم اپنے
اندر ایمان میں سے لئے ہوئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرمانے والا ہے، سب
کچھ سننے والا ہے، رسولوں کو بھیجنے والا ہے جن کا اس نے ہمارے لئے ذکر کیا

ہے اور ان کا بھی جن کا اس نے ہمارے لئے ذکر نہیں کیا، وہ کتاب نازل
کرنے والا ہے اور اس کے لئے با کرامت بندے ہیں جو فرشتے ہیں۔ اور
یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نماز اور روزوں کو اور باقی ارکان کو فرض کیا ہے اور یہ کہ اللہ
تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرے گا اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں
کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سود، شراب اور قمار کو جو جوا ہے، حرام فرما
یا ہے اور اسی طرح کے امور جن کا ذکر قرآن میں ہے یا تواتر سے ثابت ہے۔

اور جو اس طور پر ثابت نہیں ہے کہ قرآن حکیم میں سے ہو یا وہ امور دین میں
سے تواتر سے ثابت ہو بلکہ اخبار احاد سے ثابت ہو تو وہ شخص جو بارگاہ
رسالت ﷺ میں حاضر تھا اس کے انکار سے کافر ہو جائے گا (کیونکہ اس کے
لئے وہ کالقرآن ہی ہے) کیونکہ اس سے نبی کریم ﷺ کی تکذیب ثابت ہو
گی۔ جبکہ وہ اس کے معنی کو کسی دوسرے معنی پر محمول کئے جانے کا دعوی نہ
کرے جیسے نسخ کا ہونا وغیرہ۔ جبکہ غائب اس کے انکار سے کافر نہ ہوگا (کیونکہ
اس کے لئے اس کا ثبوت قطعی نہیں ہے) یہاں تک کہ حاضر شخص کی موت
کے بعد دو فرشتوں کے سوال جواب اور صدقہ فطر کے واجب ہونے کے
انکار کی وجہ سے تکفیر کی جائے گی۔ اور غائب کی تفسیق کی جائے گی اور اسے گمراہ
کہا جائے گا۔ اور کہا گیا ہے کہ فرشتوں کے سوال کے انکار پر غائب کی بھی تکفیر
کی جائے گی کیونکہ ان کا ثبوت قطعی ہے۔

اور یہ (جو بات پیچھے بیان کی گئی) اس لئے ہے کہ جب غائب نے نبی کریم
ﷺ کے منہ مبارک سے اس بات کو نہیں سنا تو اس کا ثبوت اس غائب کے
لئے قطعی طور پر نہ ہوا، پس اس کا انکار نبی کریم ﷺ کی تکذیب نہ ہوگا بلکہ
حدیث کے راویوں کی (بلا وجہ) تکذیب اور ان پر سختی کرنا ہوگا۔ اور یہ فسق
ہے اور گمراہی ہے (کفر نہیں ہے) اے اللہ! مگر یہ کہ وہ اس کا رد استخفاف

کے طور پر اس لئے کرے کے نبی کریم ﷺ نے اس کو فرمایا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی (نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی وجہ سے)

حضرت امام ابن ابی شریف مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ضروریات دین کے بارے میں فرماتے ہیں:

بحیث صار العلم بکونه ادعاؤه ضروریا، کالبعث و الجزاء والصلوات الخمس (المسامرۃ: ص:۲۹۷)

ترجمہ: ہر وہ چیز جس کا ثبوت نبی کریم ﷺ سے ضروری طور پر ثابت ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم ضروریات دین میں سے ہونے سے متعلق ضروری ہو، جیسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور پانچ وقت کی نمازیں۔

علماء کی ان تصریحات سے یہ واضح ہوا کہ ضروریات دین سے مراد دین کی وہ تعلیمات وعقائد ہیں جن کا علم بغیر کسی فکرونظر اور استدلال کے ہوتا ہے۔ اس کے لئے اہلیت اجتہاد کا ہونا یا عالم ہونا ضروری نہیں۔ جیسے اللہ کا وحدہ لا شریک ہونا یا نبی کریم ﷺ کی رسالت وخاتمیت پر ایمان لانا عقیدہ آخرت وغیرہ۔ ان کا دین میں سے ہونا ہر خاص وعام کو معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور رسالت پر ایمان لانے کے علم کو حاصل کرنے کے لئے کسی مدرسہ میں داخلہ لینے یا کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ان عقائد کی کوئی شخص مسلمانوں کے اجماعی عقیدے کے خلاف تاویل کرتا ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر کوئی عقیدہ یا حکم حد ضرورت تک نہ پہنچا ہو بلکہ اس کا ثبوت قطعی ہو تو اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ اس کے علاوہ شریعت کا استخفاف قولا یا فعلا کرنا اور اسلام کی نفی یا تکذیب کو واجب کرنے والے اقوال وافعال بھی کفر ہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

من أنکر القیامة أو الجنة أو النار و المیزان أو الصراط أو الصحائف المکتوبة فیها أعمال العباد یکفر و لو أنکر البعث کذلك (الفتاوی الھندیة: ج۲/ص:۲۷۴)

ترجمہ: جس نے قیامت کا یا جنت کا یا دوزخ کا، میزان کا، صراط کا اور ان صحائف کا جن میں بندوں کے اعمال لکھے ہوئے ہوتے ہیں، انکار کیا وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اگر بعث بعد الموت کا انکار کیا تو بھی کافر ہو جائے گا۔

جہالت میں انکار کرنا:

جس چیز کا ثبوت قطعی ہو اس کا انکار حالت جہالت میں کرنے سے فرد کافر نہیں ہوتا۔ اگر وہ اس کی قطعیت سے جاہل ہے تو اس کے عذر کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر اہل علم اس کو بتا دیں کہ یہ عقیدہ یا حکم قطعی طور پر ثابت ہے اور اس کے بعد بھی وہ انکار کر دے تو پھر وہ کافر ہو جائیگا کیونکہ اب عذر باقی نہ رہا۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذا لم یعرف أن محمدا ﷺ آخر الأنبیاء فلیس بمسلم، لأنه من الضروریات (الأشباہ والنظائر: ج:۲/ص:۹۱)

ترجمہ: جب وہ یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

اس کی شرح میں صاحب شرح حموی فرماتے ہیں:

یعنی والجهل بالضرویات فی باب المکفرات لا یکون عذرا، بخلاف غیرها فانه یکون عذرا علی المفتی به کما تقدم. والله اعلم (شرح الحموی: ج:۲/ص:۹۱)

ترجمہ: آپ کی مراد یہ ہے کہ ضروریات دین سے جاہل ہونا مسئلہ تکفیر میں عذر نہیں ہے، برخلاف اپنے علاوہ کے (جیسے دلیل قطعی)۔ کیونکہ ان میں یہ مفتی بہ قول کے مطابق عذر تسلیم ہوگا۔ جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و کذا مخالفة أو انکار ما أجمع علیه بعد العلم به لأنه ذلك دلیل علی أن التصدیق مفقود (ردالمحتار، ج:۶/ص:۳۵۶)

ترجمہ: اور اسی طرح مخالفت کرنا، یا جاننے کے بعد اس مسئلہ کا انکار کر دینا جس پر اجماع ہو کفر ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تصدیق موجود نہیں ہے۔

حضرت کمال الدین ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و أما ما ثبت قطعا و لم تبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الاكفار بجحده لأنهم لم يشترطوا سوى القطع في الثبوت و يجب حمله على ما اذا علم المنكر ثبوته قطعا لأن مناط التكفير و هو التكذيب أو الاستخفاف بالدين عند ذلك يكون اما اذا لم يعلم فلا الا أن يذكر له أهل العلم ذلك فيلج (المسایرۃ: ص:۲۹۹)

ترجمہ: اور جہاں تک اس کا تعلق ہے ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہو لیکن حد ضرورت تک نہیں پہنچا جیسے بنت الابن کا بنت کے ساتھ سدس کا اجماعی طور پر مستحق ہونا، تو احناف کا ظاہر کلام اس کی تکفیر پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس باب میں صرف قطعی الثبوت ہونے کی قید لگائی ہے۔ اس تکفیر کو اس پر محمول کرنا لازمی ہے کہ قطعی طور پر ثابت ہونے والے امر کے منکر کو اس کی قطعیت کا علم بھی ہو کیونکہ کسی کو کافر قرار دینے کا مدار جھٹلانے یا استخفاف پر ہے، تکفیر تکذیب یا استخفاف پر ہی ہوتی ہے۔ اگر وہ اسے نہیں جانتا ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی۔ مگر یہ کہ اگر اسے اہل علم اس کا قطعی ہونا بتا دیں (اور وہ تب بھی انکار کرے) تو وہ کفر میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أما اذا تكلم بكلمة و لم يدر أنها كلمة كفر، ففي فتاوى قاضيخان حكاية خلاف من غير ترجيح حيث قال: لا يكفر لعذره بالجهل و قيل يكفر و لا يعذر بالجهل. أقول: و الأظهر الأول الا اذا كان من قبيل ما يعلم من الدين بالضرورة فانه حينئذ يكفر و لا يعذر بالجهل

(شرح الفقہ الأکبر: ۱۶۵)

ترجمہ: یعنی اگر کسی شخص نے کلمہ کفر ادا کیا اور اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کلمہ کفریہ ہے تو فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ وہ جہالت کے عذر کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی جہالت کو عذر نہیں سمجھا جائے گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ پہلا قول اظہر ہے لیکن اگر اس کا تعلق ضروریات دین میں سے ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور جہالت کو عذر نہیں سمجھا جائے گا۔

فقہاء کرام کی ان تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جہالت کی حالت میں ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ ضروریات دین سے متعلق جہالت قابل قبول نہیں ہوگی۔ جیسے اگر کوئی شخص توحید کا انکار کر دے اور تنبیہ پر یوں کہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے تو اس کا یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا البتہ ضروریات دین کے علاوہ میں جہالت کو عذر تسلیم کیا گیا ہے جیسے اگر کوئی شخص جہالت میں طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کی ۹۵۰ سال عمر کا انکار کر دے اور تنبیہ کے بعد توبہ کر لے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ جبکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۴

(العنکبوت ۲۹:۱۴)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال رہے پھر ان لوگوں کو طوفان نے آپکڑا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔

اگر وہ آگاہ کرنے کے باوجود بھی انکار پر قائم رہے تو پھر اس کے کفر میں شک نہیں۔فقہاء کرام کہ اس فرق کو ملحوظ رکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ امر قطعی اور ضروری میں فقہاء نے فرق کیا ہے۔ممکن ہے کہ ایک امر قطعی ہو لیکن وہ حد ضرورت تک نہ پہنچا ہو اور ضروریات دین میں سے نہ ہو۔اسی طرح قرآن حکیم کی ہر آیت مقدسہ کا ثبوت قطعی ہے لیکن اس میں بیان کردہ ہر امر ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیئے کہ التزام کفر یہ ہے کہ ایک شخص نص کے مدلول کو نص کا مدلول سمجھتے ہوئے اور حکم شرعی کو حکم شرعی جانتے ہوئے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں یہ شارع علیہ السلام کا حکم ہے لیکن میں اس کو قبول نہیں کرتا۔لزوم کفر یہ ہے کہ جہالت اور نادانی کے باعث یا غلط تاویل کی وجہ سے اس پر کفر لازم آتا ہے پس التزام کفر سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔لزوم کفر سے اس پر کفر کا فتوی عائد نہیں کیا جاسکتا۔اسی وجہ سے فقہاء نے کلمات کفر ذکر کرنے کے بعد متکلم کے جہل کو عذر شمار کیا ہے۔باقی جن فقہاء نے یکفر لکھ دیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے کفر والا کام کیا ہے نہ یہ کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔

بحر الرائق میں موجود ہے کہ جامع الفصولین میں طحاوی نے ہمارے اصحاب حنفیہ سے روایت کی ہے کہ آدمی کو ایمان سے اس چیز کا انکار نکال سکتا ہے۔جس کے اقرار نے اس کو ایمان میں داخل کیا تھا لہٰذا جو چیز یقیناً ارتداد کا باعث ہے اس پر ارتداد کا حکم ہوگا۔جس چیز کے باعث ارتداد ہونے میں شک ہے اس پر ارتداد کا حکم نہیں

ہو سکتا کیونکہ ثابت شدہ اسلام محض شک کی وجہ سے زائل نہیں ہو سکتا،حالانکہ اسلام ہر چیز پر غالب ہے کوئی چیز اسلام پر غالب نہیں آسکتی۔لہٰذا اہل علم حضرات پر واجب ہے کہ ایسے مسائل میں مسلمانوں کو کافر کہنے میں جلدی سے کام نہ لیا کریں جب کہ بحالت جبر بھی اسلام لانے کو شریعت میں درست سمجھا گیا ہے۔میں نے بطور میزان و معیار یہ مسئلہ اس فصل میں پہلے ذکر کیا ہے تاکہ آئندہ ذکر شدہ مسائل میں جن میں لکھا گیا ہے کہ یہ کفر ہے معلوم ہو جائے کہ ان کے ارتکاب سے مطلقاً کافر کہنا درست نہیں۔(اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ ص:۱۳۵)

ادلہ سمعیہ کی بحث

ادلہ سمعیہ چار ہیں:

۱) قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ
۲) قطعی الثبوت وظنی الدلالۃ
۳) ظنی الثبوت وقطعی الدلالۃ
۴) ظنی الثبوت وظنی الدلالۃ

۱) قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ:

اس سے مراد وہ ادلہ ہیں جن کا ثابت ہونا بھی قطعی ہے اور ان کی دلالت بھی قطعی ہے یعنی ان کے ثبوت اور دلالت میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوتا۔جیسے قرآن حکیم کی مفسر ومحکم نصوص اور سنت متواترہ۔اس دلیل سے فرض ثابت ہوتا ہے۔صاحب منار فرماتے ہیں:

ثبتت بدليل قطعي لا شبهة فيه كالايمان و الأركان الأربعة وحكمه اللزوم عملا و تصديقا بالقلب و عملا بالبدن حتى يكفر جاحده (المنار،ص:۱۶۴)

ترجمہ: فرض اسے کہتے ہیں جو قطعی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہ نہ ہو،جیسے ایمان اور چار ارکان (نماز، زکوۃ، روزہ، حج) اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی دلیل قطعی

عمل کو لازم کرتی ہے، اور اس کی تصدیق کرنا اور عمل کرنا لازم ہوتا ہے۔
یہاں تک کہ اس کا جان بوجھ کر انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

حدیث متواتر اور علمائے اصول:

تواتر کا مطلب اشیاء کا پے در پے ایک دوسرے کے ساتھ پیچھے آنا ہے۔ جب بارش متصل ہوتی رہے تو کہا جاتا ہے تواترت المطر یعنی بارش بلا انقطاع ہوئی۔ نبی کریم ﷺ تک حدیث مبارک سے ہمارا اتصال کامل طور پر بغیر کسی شبہ کے قطعیت کے ساتھ حدیث متواتر کے ذریعہ ہوتا ہے۔ گویا کہ اس حدیث کا سننا ایسا ہی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ سے سنا یا آپ ﷺ کی زیارت کی۔ اسی لئے اسے نبی کریم ﷺ سے اتصال کامل بلا شبہ کہا جاتا ہے۔

حدیث متواتر کے بارے میں حسامی میں ہے:

المتواتر: وهو ما يرويه قوم لا يحصى عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب لكثرتهم و عدالتهم و تباين اماكنهم و يدوم هذا الى أن يتصل برسول الله ﷺ و ذلك مثل القرآن و الصلوات الخمس و اعداد الركعات و مقادير الزكوٰة (الحسامی:ص:۶۷_۶۸)

ترجمہ: حدیث متواتر وہ ہے جس کو ایسا گروہ روایت کرے جن کی تعداد گنی نہ جاسکے اور ان کا کثرت تعداد، عدالت، اور مختلف مقامات پر رہنے کی وجہ سے جھوٹ پر جمع ہو جانا متصور نہ ہو، اور یہ باقی رہے یہاں تک کہ وہ حدیث رسول ﷺ سے مل جائے۔ جیسے قرآن حکیم، پانچ نمازوں، تعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ کا منقول ہونا۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید مثالیں دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

و أروش الجنايات و أعداد الطواف و الوقوف بعرفات كذا فى التقرير (فتح الغفار:ص:۲۷۰)

ترجمہ: سزاؤں کی دیتوں، طواف کا عدد، وقوف عرفہ وغیرہ اسی طرح تقریر میں ہے۔

اس کے بارے میں امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و لا يتوهم تواطؤهم على الكذب و يدوم هذا الحد فيكون آخره كأوله و اوله كاخره و أوسطه كطرفيه

(کشف الاسرار: ج:۲/ص:۴)

ترجمہ: اور ان کا جھوٹ پر جمع ہونا متصور نہ ہو اور یہ تواتر اس طرح رہے کہ اس حدیث کا آخر اول کی طرح اور اول آخر کی طرح ہو اور درمیان اپنے دونوں جوانب کی طرح۔

اس کی شرح میں ملاجیون فرماتے ہیں:

يعنى يستوى فيه جميع الأزمنة من اول ما نشأ ذلك الخبر الى آخر ما بلغ الى هذا الناقل. فالأول هو زمان ظهور الخبر والآخر هو زمان كل ناقل يتصوره آخرا

(نورالانوار: ج:۲/ص:۴_۵)

ترجمہ: یعنی تواتر میں تمام زمانے، جس میں یہ پہلی بار حدیث ظاہر ہوئی ہے سے لے کر اس کے ناقل کرنے والے تک برابر ہوں۔ اول سے مراد اس حدیث کے ظہور کا زمانہ ہے اور آخر سے مراد ہر ناقل کا دور ہے جس کو وہ آخری تصور کرے گا۔

اس حدیث کے راویوں کی تعداد کے اعتبار میں علماء کا اختلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ راوی اتنے ضرور ہوں کہ ان سے ایسا علم یقینی، قطعی اور ضروری حاصل ہو جائے جو ہر قسم کے شک اور شبہ سے پاک ہو۔ حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولم يشترط فيه تعين عدد كما قيل سبعة، و قيل :اربعون، و قيل:سبعون بل كل ما يحصل به العلم الضروري فهو من امارة التواتر (نورالانوار: ج:۲/ص:۴)

ترجمہ: اور اس میں عدد کے تعین کی شرط نہیں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ سات افراد ہوں، چالیس افراد ہوں، ستر افراد ہوں، بلکہ جس سے علم ضروری کا فائدہ ہو جائے وہ ہی تواتر کی علامات میں سے ہے۔

حکم:

اس کے حکم کے بارے میں حضرت امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بل المتواتر یوجب علم الیقین ضرورۃ کالعلم بالحواس

(کشف الأسرار: ج:۲/ص:۶-۷)

ترجمہ: بلکہ متواتر علم یقینی کو ضروری طور پر واجب کرتی ہے جیسا کہ حواس سے علم حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فصار منکر المتواتر و مخالفه کافرا (اصول البزدوی: ص:۱۵۱)

ترجمہ: متواتر کا منکر اور مخالف کافر ہو جاتا ہے۔

امام نسفی فرماتے ہیں:

ثم عندنا العلم الثابت بالتواتر ضروری کا لثابت بالمعاینة...و لنا أن هذا العلم یحصل لمن لا نظر له کالعوام و الصبیان (کشف الأسرار: ج ۲/ص:۱۱)

ترجمہ: پھر ہمارے نزدیک وہ علم جو تواتر سے ثابت ہوتا ہے وہ ضروری ہوتا ہے جیسے اپنی آنکھوں کے دیکھنے سے کوئی بات ثابت ہوتی ہے....اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ علم ضروری اس کو بھی حاصل ہو جاتا ہے جس کے پاس فکر و نظر نہیں ہوتی جیسے عوام اور بچے۔

شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و تقیید العلم بما جاء به علیه الصلاة و السلام بکونه

ضروریا للاحتراز عما علم بالاستدلال أو روایة الاحاد کونه مما جاء به علیه الصلاة وا لسلام .فان منکر الأحکام الاجتهادیة و ما ثبت بروایة الاحاد کونه مما جاء به علیه الصلاة و السلام. فان منکر الأحکام الاجتهادیة و ما ثبت بروية الاحاد لا یکون کافرا و انما یکفر من أنکر شیئا مما علم بالتواتر أنه علیه الصلاة و لسلام جاء به و أنه من دینه .فمن أنکر وجود الصانع أو کونه عالما قادرا مختارا أوأنکر نبوته علیه الصلاة و السلام ،أو صحة القرآن أو الشرائع التی علمنا بالضرورة کونها من دینه علیه الصلاه و السلام، کوجوب الصلاة والصوم و الزکاة و الحج و حرمة الزنی و الخمر ،فانه کافر لانه ترک تصدیق الرسول ﷺ فیما بالضرورة أنه من دینه۔ (حاشیہ شیخ زادہ: ج:۱/ص:۲۱۹)

ترجمہ: اور جس کو نبی کریم ﷺ لے کر آئے ہیں اس کے علم کو مقید کرنا ضروری کے ساتھ دراصل احتراز ہے اس علم سے جو استدلا ل سے یا اخبار احاد سے ثابت ہو۔بے شک احکام اجتہادیہ اور وہ جن کا ثبوت اخبار احاد سے ہو، کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا۔کافر تو وہ ہوگا جو اس امر کا انکار کر دے جس کے بارے میں یہ تواتر سے ثابت ہو کہ نبی کریم ﷺ اس کو لے کر تشریف فرما ہوئے ہیں یا یہ دین میں سے ہے۔پس جس نے خالق کے وجود کا انکار کیا یا اس کے عالم، قادر اور مختار ہونے کا انکار کیا یا نبی کریم ﷺ کی نبوت کا یا قرآن کی صحت کا انکار کیا یا ان چیزوں کا انکار کیا جن کا نبی کریم ﷺ کے دین میں سے ہونا ضروری طور پر معلوم ہو جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا فرض ہونا، زنا

اور خمر کا حرام ہونا، تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی تصدیق کو ترک کرنا ہے ہر اس چیز کے بارے میں جس کا دین میں سے ہونا ضروری طور پر معلوم ہے۔

امام ابوبکر رازی فرماتے ہیں:

وقال لا أدري في الانبياء رسل؟ ام قال لا ادري موسى و عيسى (عليهما السلام) مرسلين أو غير مرسلين فقد كفر أيضا لأنه أنكر النص (شرح بدء الأمالی: ص:۲۰۹)

ترجمہ: کسی نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ انبیاء میں رسول بھی ہوتے ہیں یا اس نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام رسول ہیں یا نہیں تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے نص (قرآنی) کا انکار کیا ہے۔

اس کا انکار اس صورت میں کفر ہوگا جب اس کا تعلق امور شرعیہ میں سے ہو۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و لا يخفى أنه قيده بقوله في الشريعة لأنه لو أنكر متواترا في غير الشريعة كانكار جود حاتم و شجاعة على رضى الله عنه و غيرهما لا يكفر (شرح الفقہ الأکبر: ص:۱۶۶)

ترجمہ: اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں شریعت میں سے ہونے کی قید لگائی ہے کیونکہ اگر اس نے ایسی متواترات کا انکار کیا جو شریعت میں سے نہ ہو جیسے حاتم طائی کا سخی ہونا اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بہادر ہونا وغیرہ تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

علماء کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حدیث متواتر قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ اس بات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس تواتر سے ثابت شدہ امر کا تعلق امور شرعیہ سے ہو ورنہ بصورت دیگر اس کا انکار کفر نہیں ہوگا۔

یہاں ہم علم ضروری کی کچھ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

علم ضروری:

علم ضروری کے بارے میں حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و الضروري: ما لا يحتاج فيه الى تقديم مقدمة كالعلم بثبوت الصانع و حدوث الأعراض (کتاب التعریفات: ص:۱۱۰)

ترجمہ: اور علم ضروری وہ ہے کہ جو کسی قسم کے مقدمہ کا محتاج نہیں ہوتا جیسے بنانے والے کا وجود اور اعراض کا حادث ہونا۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و الضروري ما لا يفتقر الى تركيب الحجة (نسمات الأسحار: ۱۷۷)

ترجمہ: اور علم ضروری وہ ہے جو دلیل کی ترکیب کا محتاج نہیں ہوتا۔

آپ فرماتے ہیں:

لا يتوقف على نظر و استدلال (رد المحتار: ج:۶/ص:۳۵۶)

ترجمہ: یہ غور و فکر اور استدلال پر موقوف نہیں ہوتا۔

علم ضروری کی وضاحت میں شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و في المواقف العلم الحادث ينقسم الى ضروري و مكتسب. فالضروري قال القاضي: هو الذي يلزم نفس المخلوق لزوما لا يجد الى الانفكاك عنه سبيلا (فتح الغفار: ص:۲۷۰)

ترجمہ: اور مواقف میں ہے کہ علم دو قسموں پر ہے۔ ضروری اور کسبی۔ پس ضروری علم وہ ہے جس کے بارے میں قاضی نے فرمایا کہ یہ وہ علم ہے جو مخلوق کے نفس پر اس طرح سے لازم ہوتا ہے کہ وہ اس سے چھٹکارہ نہیں پا سکتے۔

آگے آپ فرماتے ہیں:

و فسر الهندی الضروری عند الجمهور بالحاصل من غیر نظر و فکر ،و فسره الغزالی بمعنی عدم الحاجة الی الشعور بالواسطة (فتح الغفار:ص:۲۷۰)

ترجمہ: اور ہندی نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ جمہور کے نزدیک علم ضروری بغیر نظر وفکر کے حاصل ہوتا ہے اور غزالی نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ اس میں بالواسطہ شعور کی حاجت نہیں ہوتی۔

آپ فرماتے ہیں:

و فسر العلم الضروری من المتواتر فی التلویح ما لا یفتقر الی ترکیب الحجة حتی انه یحصل لمن لا یعلم ذلك کالصبیان (فتح الغفار:ص:۲۷۰)

ترجمہ: تلویح میں علم ضروری کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ یہ متواتر سے حاصل شدہ علم ضروری ایسا ہوتا ہے کہ وہ دلیل کی ترکیب کا محتاج نہیں ہوتا یہاں تک کہ یہ علم اس کو بھی حاصل ہوتا ہے جو دلیل کی ترکیب کو نہیں جانتا جیسے بچوں کا جاننا۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالضروری یفید العلم بلا استدلال و النظری یفید معه و أیضا الضروری یحصل لکل سامع حتی البله و الصبیان (ظفر الأمانی:ص:۴۵)

ترجمہ: پس ضروری وہ ہے جو ایسے علم کا فائدہ دیتا ہے جو بغیر استدلال کے حاصل ہوتا ہے اور نظری وہ علم ہوتا ہے جو استدلال کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔علم ضروری ہر سننے والے کو حاصل ہوتا ہے یہاں تک بے وقوف اور بچوں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

علمائے عظام کے مذکورہ بالا اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث متواتر اتنے راویوں سے مروی ہوتی ہے کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہوتا ہے۔اسی لئے یہ علم یقینی وضروری کا فائدہ دیتی ہے۔علم ضروری سے مراد ایسا علم ہے جس میں کسی شخص کو فکر، نظر، استدلال کی حاجت نہیں ہوتی اور نہ اس کے لئے اس کا کسی مدرسہ یا اسکول میں زیر تعلیم ہونا، عالم ہونا، یا اہل اجتہاد ورائے میں سے ہونا ضروری ہوتا ہے بلکہ اس کا علم عوام وخواص سب کو ہو جاتا ہے۔یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی آنکھ سے کوئی بات دیکھتا ہے یا اپنے کان سے کوئی بات سنتا ہے۔اسی لئے یہ حدیث قطعیت کا فائدہ دیتی ہے۔ہر دور میں بکثرت راویوں سے روایت کئے جانے کی وجہ سے اس کا اتصال نبی کریم ﷺ سے بلا شبہ اور کامل ہوتا ہے۔پس اس کا انکار کرنا کفر ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کا یکتا ہونا، نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا، نماز پنجگانہ ،قرآن حکیم کا نبی کریم ﷺ پر نازل ہونا وغیرہ۔اس سے ثابت شدہ امر پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنا فسق وفجور ہے۔یاد رہے کہ ضروریات دین کا ثبوت اسی علم ضروری سے ہوتا ہے لیکن ہر قطعی امر کا حد ضروری تک پہنچنا ضروری نہیں، جس کی وضاحت ہم سابقہ اوراق میں کر چکے ہیں۔

۲)قطعی الثبوت وظنی الدلالة:

یعنی وہ ادلہ جن کا ثبوت تو قطعی ہو مگر ان کی دلالت ظنی ہو جیسے آیات مؤولات۔

مثال:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ (البقرۃ ۲:۲۲۸)

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ عورتیں جن کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں ان کی عدت کی مدت تین قروء بیان فرمائی ہے۔کلمہ قروء مشترک ہے اور ایک سے زیادہ مختلف معانی کے لئے ہر ایک کے لئے وضع کیا گیا ہے۔اصول الشاشی میں ہے:

المشترك ما وضع لمعنيين مختلفين أو لمعان مختلفة الحقائق مثاله قولنا جارية فانها تتناول الامةو السفينة (أصول الشاشی:ص:۱۲)

ترجمہ: مشترک وہ لفظ ہے جو دو یا دو سے زیادہ مختلف زیادہ معانی کے لیے وضع کیا گیا ہو مثلاً لفظ جاریہ کیونکہ اس کے معنی باندی اور کشتی کے ہیں۔

اس کی مثال دیتے ہوئے امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كالقرء للحيض و الطهر (المنار:ص:۷۶)

ترجمہ: جیسے لفظ قرء حیض اور طہر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

مشترک سے مراد وہ لفظ ہوتا ہے جو دو یا دو سے زائد معانی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔اس کا موضوع لہ یعنی جس معنی کے لئے اس کو اپنایا جاتا ہے وہ متعدد ہوتا ہے۔اسے موضوع لہ معانی کے لئے ایک سے زیادہ مرتبہ وضع کیا جاتا ہے اور اس کے مدلول متعدد معانی میں سے صرف ایک ہی کو ایک وقت میں مراد لیا جاسکتا ہے جیسے ایک ہی وقت میں قروء سے مراد حیض اور طہر نہیں ہوسکتا۔

جب مشترک کے کسی ایک معنی کو ظنی قرائن کی بنیاد پر ترجیح دی جائے تو وہ مؤول ہو جاتا ہے۔

- اس کے بارے میں امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و أما المؤول فما ترجح من المشترك بعض وجوهه بغالب الرأي (المنار:ص:۸۷)

ترجمہ: اور جب مشترک کے کسی معنی کو غالب رائے سے ترجیح دی جائے تو اسے مؤول کہتے ہیں۔

اس کے حکم کے بارے میں علامہ حصنی فرماتے ہیں:

وحكمه وجوب العمل به على احتمال الغلط و السهو

(افاضۃ الأنوار:ص:۸۷)

ترجمہ: اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر غلطی اور سہو کے احتمال کے ساتھ عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

مشترک اور مؤول کی اس مختصر بحث کے بعد اب ہم اس آیت سے متعلق کتب اصول کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ قروء مشترک ہے اور احناف تاویل کرتے ہوئے قرائن لفظیہ کی دلالت کی وجہ سے حیض جبکہ شوافع نے طہر لیا ہے۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و بطل التأويل بالأطهار للقروء في قوله تعالى وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (البقرة٢٢٨:٢)، و أصله أن القرء مشترك بين الحيض و الطهر، فأوله الشافعي رحمه الله بالطهر، و أوله الحنفية بالحيض لأنه لو أريد الطهر لبطل موجب الخاص و هو ثلاثة لأن المشروع الطلاق في الطهر فاذا طلقت فيه فاما أن لا يحتسب من العدة فيجب ثلاثةأو بعض و ان احتسب كما هو مذهب الشافعي يجب طهران و بعض، على أن بعض الطهر ليس بطهر (فتح الغفار:ص:۲۷)

ترجمہ: اگر قروء سے مراد تاویل کرتے ہوئے طہر لیا جائے تو تاویل باطل ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک میں کہ مطلقات اپنے آپ کو تین قروء تک روکیں اور اس کی اصل یہ ہے کہ لفظ قروء حیض اور طہر کے معنی میں مشترک ہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تاویل طہر کے ساتھ کی ہے جبکہ احناف نے اس کی تاویل حیض کے ساتھ کی ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طہر لیا جائے تو خاص کا موجب باطل ہو جائے گا جو لفظ ثلاثہ ہے۔کیونکہ طلاق دینا طہر میں

مشروع ہے۔اگر طہر میں طلاق دی گئی تو دو صورتیں ہیں یا تو اس طہر کو شمار نہ کیا جائے اس صورت میں عدت تیسرے طہر اور چوتھے کا بعض حصہ ہوگیا اور اگر اس کو (جس طہر میں طلاق دی گئی ہے) شمار کیا جائے تو عدت دو طہر اور تیسرے کا بعض حصہ ہوگی۔جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔کیونکہ طہر کا بعض حصہ طہر (کامل) نہیں ہے۔

نتیجہ:

اس آیت مقدسہ میں لفظ قروء سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین بھی اختلاف رہا ہے۔حضرت عائشہ، زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے نزدیک طہر جبکہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کے نزدیک اس سے مراد حیض ہے۔فقہاء کرام کی ان ابحاث سے یہ معلوم ہوا کہ لفظ قروء کے مشترک ہونے کی وجہ سے اس کے معنی کی تعیین میں صحابہ کرام اور فقہاء عظام میں اختلاف رہا ہے۔احناف نے اس سے مراد حیض اور شوافع نے طہر لیا ہے۔

☆ اس کی مراد کی تعیین قرائن لفظیہ سے کی گئی ہے اس وجہ سے یہ مؤول ہے۔

☆ مؤول ظنی ہوتا ہے اور اس میں غلطی، سہو اور خطا کا احتمال پایا جاتا ہے۔پس ظنی ہونے کی وجہ سے اس کا انکار کفر نہیں ہوگا۔

☆ اگر کسی نے قروء کا انکار کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس کا ثبوت قطعی ہے لیکن اگر وہ اس کی دلالت کا انکار کرے جو مؤول ہونے کی وجہ سے ظنی ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا اور اگر مؤول کے انکار پر کسی کی تکفیر کی جائے تو اس صورت میں تمام علمائے اسلام کو خارج از اسلام ماننا پڑے گا۔

۳ ظنی الثبوت و قطعی الدلالۃ:

اس سے مراد وہ ادلہ ہیں جن کا ثبوت ظنی ہو اور دلالت قطعی ہو جیسے حدیث مشہور، یہ اپنی اصل کے اعتبار سے خبر واحد اور فرع کے اعتبار سے متواتر ہوتی ہے یعنی قرن اول میں یہ خبر

واحد ہوتی ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرن ثانی و ثالث میں یہ حد تواتر تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے راوی اتنے ہو جاتے ہیں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہوتا ہے۔حدیث مشہور کا انکار کفر نہیں ہے البتہ اس کے منکر کی تضلیل کی جائیگی۔

اصول بزدوی میں ہے:

قال الشیخ الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ المشھور ما کان من الاحاد فی الاصل ثم انتشر فصار ینقلہ قوم لا یتوھم تواطؤھم علی الکذب و ھم القرن الثانی بعد الصحابۃ رضی اللہ عنھم و من بعد ھم و اولئک قوم ثقات ائمۃ لا یتھمون فصار بشھادتھم و تصدیقھم بمنزلۃ المتواتر حجۃ من حجج اللہ تعالیٰ حتی قال الجصاص انہ احد قسمی المتواتر و قال عیسی بن ابان ان المشھور من الاخبار یضلل جاحدہ و لا یکفر مثل حدیث المسح علی الخفین و حدیث الرجم و ھو الصحیح عندنا

(اصول البزدوی: ص ۱۵۲)

ترجمہ: حضرت امام بزدوی فرماتے ہیں: حدیث مشہور وہ ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے اخبار احاد میں سے ہو پھر وہ اتنی پھیل جائے کے اسے اتنے راوی روایت کرنے لگیں جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد قرن ثانی اور اس کے بعد کے لوگ ہیں اور وہ ثقہ ائمہ ہیں جن پر تہمت نہیں لگائی جاتی۔پس ان کی گواہی اور ان کی تصدیق حدیث متواتر کے قائم مقام ہے یعنی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے۔یہاں تک کہ امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث مشہور، متواتر کی ایک قسم ہے، اور حضرت عیسیٰ بن ابان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث مشہور کا جان

بوجہ کر انکار کرنے والے کی تضلیل کی جائیگی یعنی اسے گمراہ قرار دیا جائے گا ،اور اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی۔ جیسے مسح علی الخفین اور حدیث رجم،اور ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے۔

حضرت علامہ حسنی فرماتے ہیں:

حتی تجوز الزیادۃ بہ علی الکتاب و یضلل جاحدہ و لا یکفر ھو الصحیح (افاضۃ الأنوار:ص:۱۷۸)

ترجمہ: یہاں تک کہ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز ہے اور اس کا انکار کرنے والے کی تضلیل کی جائے گی اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور یہی صحیح ہے۔

حضرت امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و بالاتفاق لا یکفر جاحد المشہور من الأخبار

(اصول السرخسی: ج:۱/ص:۲۹۲)

ترجمہ: یعنی اس بات پر اتفاق ہے کہ خبر مشہور کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں:

ثم ذکر عیسی رحمہ اللہ أن ھذا النوع من الأخبار ینقسم الی ثلاثۃ أقسام :قسم یضلل جاحدہ و لا یکفر و ذلک نحو خبر الرجم و قسم لا یضلل جاحدہ و لکن یخطأ و یخشی علیہ المأثم و ذلک نحو خبر المسح و خبر حرمۃ التفاضل وقسم لا یخشی علی جاحدہ المأثم و لکن یخطأ فی ذلک و ھو الأخبار التی اختلف فیھا الفقھاء فی باب الأحکام۔ و ھذا الذی قالہ صحیح بناؤہ علی تلقی العلماء ایاہ بالقبول ثم العمل بموجبہ فان خبر الرجم اتفق علیہ العلماء من الصدر الأول و الثانی و انما خالف

فیہ الخوارج و خلافھم لا یکون قدحا فی الاجماع و لھذا قال یضلل جاحدہ .فأما خبر المسح ففیہ شبھۃ الاختلاف فی الصدر الأول فان عائشۃ و ابن عباس رضی اللہ عنھم کانا یقولان سلوا ھؤلاء الذین یرون المسح ھل مسح رسول اللہ ﷺ بعد سورۃ المائدۃ ؛و اللہ ما مسح رسول اللہ بعد سورۃ المائدۃ.و قد نقل رجوعھما عن ذلک أیضا و کذلک خبر الصرف فقد روی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما أنہ کان یجوز التفاضل مستدلا بقولہ ﷺ :لا ربا الا فی النسیئۃ وقد نقل رجوعہ عن ذلک فلشبھۃ الاختلاف فی الصدر الأول قلنا بأنہ لا یضلل کاحدہ و لکن یخشی علیہ المأثم ،ولأن باعتبار رجوعھم یثبت الاجماع و قد ثبت الاجماع علی قبولہ من الصدر الثانی و الثالث و لا یسع مخالفۃ الاجماع فلھذا یخشی علی جاحدہ المأثم، و أما النوع الثالث فقد ظھر فیہ الاختلاف فی کل قرن فکل من ترجح عندہ جانب الصدق فیہ بدلیل عمل بہ و کان لہ أن یخطئ صاحبہ و لکن لا یخشی علیہ المأثم فی ذلک لأنہ صار الیہ عن اجتھاد

(اصول السرخسی: ج:۱/ص:۲۹۳۔۲۹۴)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حدیث مشہور کی تین اقسام ہیں:

1. وہ قسم جس کا انکار کرنے والے کی تضلیل کی جائے گی اور تکفیر نہیں کی جائے گی جیسے حدیث رجم
2. وہ قسم جس کا انکار کرنے والے کی تضلیل نہیں کی جائے گی بلکہ اس کو خطا کار کہا جائے گا

اور اس کے گناہ گار ہونے کا خدشہ ہے۔ جیسے مسح علی الخفین اور حرمت تفاضل کی احادیث۔

◆ ۳ وہ قسم جس کا انکار کرنے والے کے لئے گناہ گار ہونے کا تو خدشہ نہیں ہے البتہ وہ خطا کار ہوگا۔

جیسے احکام کے باب میں وہ روایات جن میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

اور آپ نے جو یہ فرمایا ہے وہ علماء کے ان احادیث کو قبول کرنے اور ان کے موجب پر عمل کرنے کے درجات کے اعتبار سے صحیح ہے، کیونکہ رجم سے متعلق احادیث پر صدر اول اور صدر ثانی کے علماء کا اتفاق ہے۔ مسئلہ رجم میں خوارج نے اختلاف کیا ہے اور ان کا اختلاف رجم پر اجماع میں اثر انداز نہیں ہوتا اسی لئے آپ نے فرمایا کہ اس کے منکر کی تضلیل کی جائے گی۔ جہاں تک مسح علی الخفین کی روایات کا تعلق ہے تو ان میں صدر اول میں اختلاف کا شبہ ہے۔ حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ موزوں پر مسح کرنے کی رائے رکھتے ہیں ان سے پوچھو کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے سورہ مائدہ کے نزول کے بعد بھی موزوں پر مسح کیا ہے؟ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے سورہ مائدہ کے نزول کے بعد مسح نہیں فرمایا۔ ان دونوں کا اس مسئلہ میں رجوع منقول ہے، اور اسی طرح حدیث صرف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ تفاضل کو جائز قرار دیتے تھے اور اس حدیث سے استدلال کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود نہیں مگر صرف نسیئہ میں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا بھی اس مسئلہ سے رجوع منقول ہے، پس صدر اول میں اختلاف کے شبہ کی وجہ سے ہم نے یہ کہا کہ اس کے منکر کی تضلیل نہیں کی جائے گی لیکن اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ گناہ گار ہوگا، کیونکہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رجوع ان مسائل میں ثابت ہے اسی لئے ان مسائل میں اجماع ثابت ہے، اور صدر ثانی اور صدر ثالث میں کیونکہ علماء کا ان (مسح علی الخفین کی سنیت اور تفاضل کی حرمت) کو قبول کرنا ثابت ہے اسی لئے ان پر اجماع ثابت ہوگیا اور اجماع کی مخالفت کرنے کی کوشش کرنا نہیں چاہیئے اسی لئے اس کے منکر کے گناہ گار ہونے کا خوف

ہے، اور جہاں تک تیسری قسم کا تعلق ہے تو کیونکہ ہر دور میں اس میں اختلاف ظاہر رہا ہے اس لئے ہر وہ عالم جس کے نزدیک اس میں جانب صدق دلیل کی وجہ سے راجح ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے اور اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کا انکار کرنے والے کو خطا کار قرار دے لیکن اس منکر کے گناہ گار ہونے کا خدشہ نہیں ہے کیونکہ اس عالم کے نزدیک اس کا قابل عمل ہونا اس کے اجتہاد کی وجہ سے ہے۔

علماء کی اس صراحت سے واضح ہوا کہ حدیث مشہور اگرچہ اپنی قوت کے اعتبار سے حکماً حدیث متواتر کی طرح ہی ہے لیکن کیونکہ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی الثبوت ہوتی ہے اسی لئے اس کا انکار کفر نہیں ہے۔ مؤخر الذکر امام سرخسی کے نقل کردہ قول سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ فقہائے عظام نے مسئلہ تکفیر میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے۔ یہاں تک وہ مسائل جن پر صحابہ کا اجماع رہا ہے ان کے انکار پر بھی خوارج اور کسی کی تکفیر نہیں کی گئی کیونکہ صدر اول میں اجماع کے منعقد ہونے سے قبل اس میں اختلاف کا شبہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مسائل جو کسی کے اجتہاد سے ثابت ہیں ان کا انکار بھی کفر نہیں ہوسکتا کیونکہ اجتہاد اور رائے کا تعلق ظن سے ہے اور کسی مسئلہ میں ظن اور شبہ کے وجود کی وجہ سے منکر کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

◆ ۴ ظنی الثبوت وظنی الدلالۃ:

یعنی وہ ادلہ جن کا ثبوت بھی ظنی ہے اور دلالت بھی ظنی ہے، جیسے اخبار احاد۔

علامہ حصنی رحمۃ اللہ علیہ دلیل ظنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

(وواجب و هو ما ثبت بدليل ظني فيه شبهة) أطلقه فشمل خبر الواحد و المشهور و الكتاب المؤول (كصدقة الفطر و الأضحية) و تعيين الفاتحة ثبتت بخبر الواحد (و حكمه اللزوم عملا) كالفرض (لا علما على

اليقين)للشبهة في دليله(حتى لا يكفر جاحده و يفسق تاركه)تهاونا كما (اذا استخف بأخبار الاحاد)بأن لا يرى العمل بها واجبا(فأما)لو (متأولا فلا)لأن التأويل سيرتهم عند المعارضة (افاضة الأنوار:ص ١٦٥)

ترجمہ: اور واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو، صاحب منار نے اسے مطلقاً بیان فرمایا ہے۔ آپ نے خبر واحد، حدیث مشہور اور کتاب اللہ میں سے آیات مؤولہ کو بھی شامل کیا ہے۔ جیسے صدقہ فطر اور قربانی، اور سورت فاتحہ کی تعیین خبر واحد سے ثابت ہے، اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ عمل کو فرض کی طرح لازم کرتا ہے، جبکہ علم یقینی کو دلیل میں شبہ کی وجہ سے لازم نہیں کرتا یہاں تک کہ اس کا جان بوجھ کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا، اور اس کو سستی کے باعث ترک کرنے والا فاسق ہوگا۔ جیسے اگر کوئی اخبار احاد کا اس طور پر استخفاف کرتا ہے کہ اسے موجب عمل نہ جانتا ہو، تو وہ بھی فاسق ہوگا لیکن اگر خبر واحد کو تاویل کرتے ہوئے ترک کر دے تو اس کی تفسیق بھی نہیں کی جائیگی، کیونکہ دلائل میں تعارض کے وقت تاویل کرتے ہوئے اس کو ترک کر دینا علماء عظام کی سیرت ہے۔

خبر واحد کے بارے میں امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان خبر الواحد على تقدير اشتماله على جميع الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد الا الظن ولا عبرة بالظن في باب الاعتقاديات خصوصا اذا اشتمل على اختلاف رواية (شرح العقائد النسفية: ١٣٩-١٤٠)

ترجمہ: یعنی خبر واحد اپنی تمام شرائط کے ساتھ بھی جن کا ذکر اصول فقہ کی کتب میں ہے، صرف ظن کا ہی فائدہ دیتی ہے اور عقائد کے باب میں ظن کا کوئی اعتبار

نہیں ہوتا۔ خاص طور پر جب روایات میں اختلاف ہو۔

نتائج:

مسئلہ اکفار میں فقہاء نے صرف قطعی الثبوت کا اعتبار کیا ہے کسی کو کافر قرار دینا ایک امر عظیم ہے اسی لئے فقہاء نے اس باب میں قطعی الدلالۃ کا بھی اعتبار نہیں کیا۔ اگر ایک شخص کسی آیت کی دلالت قطعیہ کا انکار کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر آیت کی دلالت ظنی ہو (جیسے آیات مؤولہ) تو اس صورت میں آیت کی ظنی دلالت کا انکار اسے اسلام کے دائرے سے باہر نہیں لے جائے گا البتہ بلا تاویل صحیحہ کے انکار پر اسے فاسق و گمراہ کہا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ کا انکار کر دے تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس باب میں فقط قطعی الثبوت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

حضرت ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لأنهم لم يشترطوا سوى القطع في الثبوت (المسامرة: ص:٢٩٩)

ترجمہ: کیونکہ علماء نے اس باب میں ثبوت میں قطعی ہونے کی شرط لگائی ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

فانهم لم يشترطوا سوى القطع في الثبوت

(رد المحتار: ج:٦/ص:٣٥٧)

ترجمہ: علماء نے اس باب میں ثبوت میں قطعی ہونے کی شرط لگائی ہے۔

اس باب میں فقہاء نے اتنی احتیاط فرمائی ہے کہ عام قبل الخصوص جو حکم کو قطعی طور پر واجب کرتا ہے کے انکار کو بھی کفر نہیں کہا کیونکہ اس کی قطعیت پر فقہاء کا اتفاق نہیں ہے۔

شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

لكن لا يقولون بكفر الجاحد له للشبهة كما في الكشف و اختار الماتريدي و مشايخ سمرقند أنه يفيد ظنا

(فتح الغفار: ص ١٠٥)

ترجمہ: لیکن فقہاء کرام اس کے انکار کو شبہ کی وجہ سے کفر قرار نہیں دیتے۔ جیسا کہ کشف میں ہے، اور امام ماتریدی اور مشائخ سمرقندیہ نے اختیار کیا ہے کہ وہ ظن کا فائدہ دیتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و عند جمهور العلماء اثبات الحكم في جميع ما يتناوله ظنا عند جمهور الفقهاء و المتكلمين، و هو مذهب الشافعي والمختار عند مشائخ سمرقند حتى يفيد وجوب العمل دون الاعتقاد (نسمات الاسحار ص:۶۹)

ترجمہ: اور جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم کو ظنی طور پر ثابت کرتا ہے ان تمام میں جن کو یہ شامل ہوتا ہے جمہور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک، اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور مشائخ سمرقند کا مختار یہ ہے کہ یہ وجوب اعتقاد کے بجائے وجوب عمل کا فائدہ دیتا ہے۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

و في الظهيرية: و من أنكر المتواتر فقد كفر و من أنكر المشهور يكفر عند البعض وقال عيسى بن ابان يضلل و لا يكفر و هو الصحيح و من أنكر خبر الواحد لا يكفر جاحده و لا يضلل غير أنه يأثم بترك القبول

(التاتاخانیہ: ج:۵/ص:۳۲۷)

ترجمہ: اور ظہیریہ میں ہے کہ جس نے متواتر کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے مشہور کا انکار کیا وہ بعض کے نزدیک کافر ہے جبکہ عیسی بن ابان فرماتے ہیں کہ اس کی تضلیل کی جائے گی وہ کافر نہیں ہو گا یہی صحیح ہے۔ اور جس نے خبر واحد کا انکار کیا اس کا انکار کرنے والا نہ تو کافر ہو گا اور نہ ہی اس کی تضلیل کی جائے گی البتہ اسے قبول نہ کرنے کی وجہ سے وہ گناہ گار ہو گا۔

اس پوری بحث سے یہ معلوم ہوا کہ فرد صرف ضروریات دین یا اس عقیدے یا حکم کے انکار سے کافر قرار دیا جائے گا جس کا ثبوت قطعی ہو اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ یا شریعت کا استخفاف، استحقار، استہزاء اور اہانت قولاً یا فعلاً بھی کفر ہے۔ بعض غیر اہل علم کیونکہ فقہاء کی ان تصریحات سے واقف نہیں اسی لئے وہ مشغلۂ تکفیر میں ظنی حکم کے انکار یا ترک سے بھی کسی کو کافر قرار دینے میں ذرا بھر متامل نہیں ہوتے۔ اسی طرح بعض افراد فرائض تو دور کی بات ہے مستحبات پر اتنا زور دیتے ہیں کہ انہیں کفر اور اسلام کے درمیان خط فاصل سمجھتے ہوئے عوام کو ان پر عمل کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ایسے افراد کو چاہیئے کہ فقہاء کی اس ان تصریحات سے ضرور استفادہ کریں۔

اب ہم نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ بعض امور پر بحث کریں گے۔

نصوص قطعیہ کا انکار

(فرض، حرام، اجماع)

نصوص قطعیہ کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی بھی ایسے حکم کا انکار کر دے جس کا ثبوت قطعی ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ تکفیر مسلم امر عظیم ہے کیونکہ اس سے اس کا خون بہانہ حلال ہو جاتا ہے اسی لئے فقہائے عظام نے مسئلہ تکفیر میں اتنی احتیاط کی ہے کہ جس دلیل میں ذرا شبہ ہو اس کے انکار کو کفر قرار نہیں دیا۔ نصوص قطعیہ کے ضمن میں اب ہم فرض، حرام اور اجماع کے انکار پر بحث کریں گے۔

حکم تکلیفی:

حکم تکلیفی سے مراد وہ حکم ہے جو مکلف سے طلب فعل یا کسی فعل سے باز رہنے کا اور کسی فعل کے کرنے اور نہ کرنے میں اختیار کا تقاضا کرتا ہے۔ حکم تکلیفی میں کیونکہ مکلف کے لئے کلفت ہوتی ہے اسی لئے اسے حکم تکلیفی کہتے ہیں۔ یہ مکلف کی قدرت و استطاعت سے باہر

نہیں ہوتا۔اگر حکم تکلیفی مکلف کی استطاعت سے ماوراء ہو تو اس کا عبث ہونا لازم آئے
گا،کیونکہ کسی کو مکلف بنانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ مکلف سے ما کلف بہ کو طلب کیا جائے اور اللہ رب
العزت ہر قسم کے عیوب ونقائص سے بلاشبہ منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط (البقرۃ ۲:۲۸۶)

ترجمہ: اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (الأنعام ۶:۱۵۲)

ترجمہ: ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

سورۃ الطلاق میں ارشاد فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ط (الطلاق ۶۵:۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں ٹھہراتا مگر اسی قدر جتنا کہ اس نے اسے عطا فر
مارکھا ہے۔

حکم تکلیفی کی اقسام درج ذیل ہیں:

۱ فرض، ۲ واجب، ۳ سنت مؤکدہ، ۴ سنت غیر مؤکدہ، ۵ مستحب
۶ حرام، ۷ مکروہ تحریمی، ۸ اساءت، ۹ مکروہ تنزیہی، ۱۰ مباح۔

فرض اور حرام حکم تکلیفی کی اقسام میں سے ہیں اور ان دونوں کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوتا
ہے لہٰذا اب ہم ان کا بیان کریں گے۔

فرض اور حرام:

فرض کے لغوی معنی معین، مقدر اور مقرر کرنے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ (الاحزاب ۳۳:۵۰)

ترجمہ: واقعی ہمیں معلوم ہے جو کچھ ہم نے ان (مسلمانوں) پر ان کی بیویوں اور ان
کی مملوکہ باندیوں کے بارے میں فرض کیا ہے۔

جبکہ حرام کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔المسجد الحرام، المشعر الحرام، الشھر
الحرام اور البیت الحرام قرآن حکیم میں استعمال ہوئے ہیں انہیں ان کی حرمت اور اس وجہ
سے حرام کہا جاتا ہے کہ ان میں بہت سارے ایسے کام جو اصلاً حلال ہیں حرام کر دیئے گئے
ہیں۔اصطلاح شریعت میں فرض سے مراد وہ امر ہے جس کا کرنا شارع نے حتمی والزامی طور پر
طلب کیا ہو۔اس کا کرنے والا مطیع وماجور اور اس کو بلا عذر شرعی ترک کرنے والا اثم اور
فاسق و فاجر ہو،اس کا ثبوت کیونکہ دلیل قطعی سے ہوتا ہے اسی لئے اس کا انکار کرنے والا دائرہ
اسلام سے خارج ہوتا ہے۔جیسے پانچ وقت کی نماز، جہاد وغیرہ۔اسی طرح حرام بھی حکم شرعی
ہے اور فرض کے مقابل ہے۔جس طرح فرض کا کرنا شرع میں مطلوب ہے بالکل اسی
قطعیت کے ساتھ حرام کا نہ کرنا شرع میں طلب کیا گیا ہے کیونکہ اس کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے
ہوتا ہے۔

فرض کے بارے میں امام دبوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المشروعات حقا لله تعالیٰ فی منازلها أربعة: الفريضة،
والواجب، أو السنة و النافلة.
أما الفريضة: فعبارة عن المقدرة، قال الله تعالیٰ:
فنصف ما فرضتم (البقرة ۲:۲۷۵) أی سميتم و قدرتم و
أوجبتم. فكانت الفريضة ما أوجبها الله تعالیٰ علينا و
قدرها و كتبها علينا فی اللوح المحفوظ، و لهذا سميت
مكتوبة و انما جعلها مقدرة لتكون متناهية فلا يصعب
علينا الأمر فيدل الاسم على نهاية الوجوب من الأصل

فلا یسمی بها الا ما ثبت وجوبه بطریق لا شبهة فیه نحو
أصل الدین و فروعه من الصلاة و الزکاة و الصوم و الحج
فهن المکتوبات المثبتات بالکتاب و السنة المتواترة
و الاجماع (تقویم الأدلة:ص۷۷)

ترجمہ: مشروعات اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کے اعتبار سے اپنے درجات میں چار
ہیں: فرض، واجب، سنت اور نفل۔

جہاں تک فرض کا تعلق ہے تو وہ تقدیر سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
فنصف ما فرضتم یعنی جس کا تم نے نام لیا ہے، جس کو تم نے متعین کیا ہے
اور جس کو تم نے واجب کیا ہے۔ تو فرض وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر واجب کیا
ہے اور ہمارے لئے متعین کیا ہے اور ہمارے لئے لوح محفوظ میں لکھا ہے اسی لئے
اسے مکتوبہ بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو متعین کر دیا ہے تا کہ وہ اپنی
انتہا کو پہنچ جائے پس اس طرح ہم پر اس کا جاننا مشکل نہیں ہوتا۔ اس کا نام ہی
اس کے لازم ہونے میں انتہائی درجہ پر پہنچنے کو واجب کرتا ہے۔ لہٰذا فرض
اسے ہی کہا جائے گا جس کے وجوب کا ثبوت اس طور پر ہو کہ اس میں شبہ نہ
ہو۔ جیسے دین کی اصل اور اس کی فروعات جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ یہ
تمام فرائض کتاب اللہ، سنت متواترہ اور اجماع سے ثابت ہیں۔

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فریضة: وهی ما لا یحتمل زیادة و لا نقصانا ثبتت بدلیل
قطعیلا شبهة فیه کالایمان و الأرکان الأربعة (المنار: ص:۱۶۴)

ترجمہ: فرض وہ ہے جو زیادتی اور کمی کا احتمال نہیں رکھتا یہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتا
ہے جس میں شبہ نہیں ہوتا جیسے ایمان، ارکان اربعہ (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج)

شیخ ملا احمد جیون فرماتے ہیں:

فأعداد الرکعات و الصیامات و کیفیتهما کلها متعین
بتعیین لا ازدیاد فیه و لا نقصان (نور الأنوار: ج:۱/ص:۴۴۹)

ترجمہ: پس نماز کی رکعات اور روزوں کی تعداد اور ان کی کیفیت یہ سب اس طرح
متعین ہے کہ اس میں زیادتی اور کمی کی گنجائش نہیں ہے۔

فرض اور حرام کا حکم:

فرض کے حکم کے بارے میں امام سرخسی فرماتے ہیں:

و حکم هذا القسم شرعا أنه موجب للعلم اعتقادا
باعتبار أنه ثبت بدلیل مقطوع به و لهذا یکفر جاحده و
موجب للعمل با لبدن للزوم الأداء بدلیله فیکون
المؤدی مطیعا لربه و التارك للأداء عاصیا، لأنه بترك
الأداء مبدل للعمل لا للاعتقاد و ضد الطاعة العصیان
و لهذا لا یکفر بالامتناع عن الأداء فیما هو من ارکان
الدین لا من أصل الدین الا أن یکون تارکا علی وجه
الاستخفاف فان استخفاف أمر الشارع کفر .فأما
بدون الاستخفاف فهو عاص بالترك من غیر عذر فاسق
لخروجه من طاعة ربه (اصول السرخسی: ج:۱/ص:۱۱۱)

ترجمہ: اس قسم کا شرعاً حکم یہ ہے کہ فرض علم کو اعتقادا واجب کرتا ہے کیونکہ اس کا ثبوت
دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ اس کی
دلیل کی وجہ سے اس کا ادا کرنا لازمی ہوتا ہے اسی لئے یہ عمل کو بدنی طور پر
واجب کرتا ہے تو اس کا ادا کرنے والا اپنے رب کی اطاعت کرنے والا ہوتا
ہے اور اس کو ترک کرنے والا اپنے رب کی نافرمانی کرنے والا ہوتا ہے
کیونکہ وہ اس کو ترک کرنے کی وجہ سے عمل کو تبدیل کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ

اعتقاد کو، اور اطاعت کی ضد عصیان ہے اسی لئے اس کی ادائیگی سے رکنے والا کافر نہیں ہوتا۔ یہ ارکان دین میں سے ہے نہ کہ اصل دین میں سے، مگر یہ کہ وہ اس کو ہلکا جانتے ہوئے ترک کر دے کیونکہ شارع کے امر کا استخفاف کفر ہے۔ جہاں تک بغیر استخفاف کے اسے ترک کرنے کا تعلق ہے تو بلا عذر فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور اپنے رب کی اطاعت سے نکلنے کی وجہ سے فاسق ہوگا۔

اس بارے میں امام نسفی فرماتے ہیں:

و حکمه اللزوم علما و تصديقا بالقلب و عملا بالبدن حتى يكفر جاحده و يفسق تاركه بلا عذر (المنار:ص:۱۶۴)

ترجمہ: اور اس کا حکم یہ ہے کہ فرض علم، تصدیق قلبی اور بدنی طور پر عمل کرنے کو لازم کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور اس کو بلا عذر چھوڑنے والا فاسق ہوتا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قوله عليه الصلاة و السلام سباب المسلم فسوق و قتاله كفر كما رواه الشيخان فمحمول على الاستحلال أو على قتاله من حيث انه مسلم (شرح الفقه الأكبر:ص:۱۶۴)

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت فرمایا ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے، اس حدیث میں مسلمان کے قتل کو کفر بتایا گیا ہے۔ یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ وہ مسلمان کے قتل کو حلال جانے یا اس وجہ سے اسے قتل کرے کہ یہ مسلمان ہے تو اس صورت میں وہ قطعی معصیت کو حلال جاننے یا مسلمان کے قتل کو ناحق جائز سمجھنے کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا۔

آپ فرماتے ہیں:

و في جواهر الفقه. من جحد فرضا مجمعا عليه كالصلاة و الصوم و الزكاة و الغسل من الجنابة كفر. قلت و في معناه من أنكر حرمة محرم مجمع عليه كشرب الخمر و الزنا و قتل النفس و أكل مال اليتيم و الربا (شرح الفقه الأكبر:ص:۱۷۲)

ترجمہ: اور جواہر فقہ میں ہے کہ جس نے کسی ایسے فرض کا انکار کیا جس پر سب کا اتفاق ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور غسل جنابت، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا معنیٰ یہ ہیں کہ جس نے کسی ایسے حرام کا انکار کیا جس کی حرمت پر اتفاق ہو جیسے شراب پینا، زنا کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا یتیم کا مال کھانا اور سود، تو اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

و في الظهيرة: و من قيل له كل من الحلال، فقال الحرام أحب الي، كفر (شرح الفقه الأكبر:ص:۱۸۷)

ترجمہ: ظہیرہ میں ہے کہ جس سے یہ کہا گیا کہ حلال میں سے کھاؤ تو اس نے جواب میں کہا کہ حرام میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

آپ فرماتے ہیں:

من أنكر حرمة الحرام المجمع على حرمته أو شك فيها أي يستوي الأمر فيها كالخمر و الزنا و اللواطة و الربا أو زعم أن الصغائر و الكبائر حلال كفر... و من استحل حراما و قد علم تحريمه في الدين: أي ضرورة كنكاح المحارم أو شرب الخمر أو أكل الميتة و الدم و لحم الخنزير .....ان استعمل مستحلا كفر و الا لا فان ارتكب من غير

استحلال فسق و فی الفتاوی الصغریٰ :من قال الخمر
حلال کفر (شرح الفقہ الأکبر:ص:۱۸۸)

ترجمہ: جس نے ایسے حرام کو حلال جانا جس کا دین میں سے ہونا ضرورتاً ثابت ہے جیسے محارم سے نکاح کرنا یا شراب پینا یا مردار، خون اور خنزیر کھانا یعنی علاوہ حالت اضطرار اور حالت اکراہ جس میں قتل پر مجبور کیا جائے یا شدید مار پر....اگر اس نے ان اشیاء کو حلال جان کر استعمال کیا تو کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں اگر اس نے ان حرام کاموں کا ارتکاب انہیں بغیر حلال جانے کیا تو اس صورت میں وہ فاسق ہوگا۔ اور فتاویٰ صغری میں ہے جس نے کہا کہ شراب حلال ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

حضرت امام ولوالجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن رد فریضۃ من الکتاب یکفر (الفتاوی الولوالجیۃ: ج:۵/ص:۴۲۰)

ترجمہ: اور جس نے کتاب اللہ کے کسی ایک فرض کا بھی انکار کیا وہ کافر ہو جائے گا۔

علماء اصول کی ان تصریحات سے یہ معلوم ہوا کہ فرض کیونکہ دلیل قطعی (ایسی دلیل جس میں شبہ نہ ہو) سے ثابت ہوتا ہے اسی لئے یہ علم اور عمل دونوں کو اس طور پر واجب کرتا ہے کہ اس کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج اور اس کو بلا عذر شرعی ترک کرنے والا اطاعت الٰہی سے نکل جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص محض اس کو بلا عذر ترک کر دیتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ اعمال ایمان کا رکن نہیں ہیں ان کا ترک کرنا فسق و فجور تو ہو سکتا ہے لیکن کفر نہیں۔ البتہ اگر اس امر شرعی کو استخفافاً ترک کر دیا جائے تو کیونکہ کسی بھی شرعی امر کا استخفاف کفر ہے لہٰذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ فرض کا ثبوت کتاب اللہ، سنت متواترہ یا اجماع سے ہوتا ہے اسی لئے اس میں اصلاً زیادتی و کمی کی گنجائش نہیں ہوتی، جیسے نمازوں کی تعداد، ان کی رکعات کی تعداد، ایک ماہ کے روزے وغیرہ، ان کے دلیل قطعی سے ثابت ہونے کی وجہ سے ان میں کمی یا زیادتی نہیں کی جا سکتی۔

حرام کیونکہ فرض کے مرتبہ میں ہے اسی لئے مذکورہ بالا تمام احکام حرام کے لئے بھی ثابت ہوتے ہیں یعنی دلیل قطعی سے ثابت ہونے کی وجہ سے اس کا نہ کرنا حتمی طور پر مطلوب ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کا بلا عذر شرعی ارتکاب کرنے والا فاسق و فاجر قرار پائے گا۔ اس کا ثبوت بھی کیونکہ دلیل قطعی سے ہوتا ہے اسی وجہ اس کا انکار بھی کفر ہے۔

حرام کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحرام فی مرتبۃ الفرض (نسمات الأسحار:ص:۱۹)

ترجمہ: اور حرام فرض کے مرتبہ میں ہے۔

شیخ ملاجیون فرماتے ہیں:

والحرام داخل فی الفرض باعتبار الترک

(نور الأنوار:ج:۱/ص:۳۴۹)

ترجمہ: اور حرام ترک کرنے کے اعتبار سے فرض میں داخل ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کے نزدیک ہر مکروہ حرام ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں آپکی حرام سے مراد حرام ظنی ہے یعنی وہ حرام جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

صاحب ہدایۃ لکھتے ہیں:

و المروی عن محمد نصا أن کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجد فیہ نصا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام

(الھدایۃ:ج:۴/ص:۴۵۲)

ترجمہ: اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے مگر یہ کہ جب تک اس بارے میں نص قطعی نہ ملے اس پر لفظ حرام کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔

ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

ویسمیہ محمد حراما ظنیا (رد المحتار: ج:۱/ص:۲۵۷)

ترجمہ: اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مکروہ تحریمی کو حرام ظنی کہتے ہیں۔

اس بات کے بیان سے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب بھی کتب فقہ میں اصطلاحات شرعیہ

ذکر ہو تو اس کی دلیل اور اس کے قائل کا جاننا ضروری ہے تاکہ اس کے حکم میں خطا نہ ہو۔

اب ہم حرام پر مزید بحث کریں گے۔

حرام کی اقسام:

منہی عنہ یعنی جن اشیاء سے منع کردیا گیا ہے ان کی دو اقسام ہیں:

① قبیح لعینہ ② قبیح لغیرہ

قبیح لعینہ کی دو اقسام ہیں: ① قبیح وضعی ② قبیح شرعی

① قبیح وضعی سے مراد فعل کا اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح ہونا ہے اسے قبیح وضعی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ واضع لغت نے اسے عقلاً فی ذاتہ فعل قبیح کے لئے وضع کیا ہوتا ہے۔ جیسے جھوٹ بولنا، ظلم کرنا، زنا وغیرہ ان اعمال کو عقل سلیم بھی برقرار دیتی ہے۔

② قبیح شرعی سے مراد وہ فعل ہے جس کو عقل جائز کہتی ہو لیکن شرعاً وہ قبیح ہو جیسے وضو کے بغیر نماز پڑھنا قبیح شرعی ہے حالانکہ نماز بذاتہ خود حسن ہے اور عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ نماز کے لئے وضو کو لازمی قرار نہ دیا جائے لیکن شریعت نے ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

قبیح لغیرہ کی بھی دو اقسام ہیں:

① قبیح وصفی ② قبیح جواری

① قبیح وصفی:

اس سے مراد وہ فعل ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح نہ ہو بلکہ کسی وصف کی وجہ سے حرام ہو۔ جیسے یوم نحر کا روزہ رکھنا، کیونکہ یوم نحر بھی تمام ایام کی طرح ہی ہے لیکن کیونکہ اس دن روزہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض کرنا ہے اسی لئے اس دن کا روزہ رکھنا منع ہے۔ روزہ رکھنا فعل شرعی ہے لیکن عید کے دن روزہ رکھنا وصف قبیح کی وجہ سے غیر مشروع ہے کیونکہ اس نہی کا تعلق وصف سے ہے نہ کہ اصلاً روزہ رکھنے سے یعنی یوم نحر کا روزہ عید کے

دن اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض کرنے کی وجہ سے قبیح ہے۔

② قبیح جواری:

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عمل اپنی ذات یا وصف کے اعتبار سے قبیح نہیں ہوتا بلکہ کوئی حرام شے اس کے ساتھ مقارن یا مصاحب ہو جاتی ہے جیسے جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا، یا حالت حیض میں بیوی سے وطی کرنا یا ارض مغصوبہ پر نماز ادا کرنا بیع کرنا، بیوی سے وطی کرنا یا نماز پڑھنا اپنی جگہ درست ہیں لیکن دوسرے قبیح افعال کے مقارن ہونے کی وجہ سے یہ قبیح ہو گئے اس نوع کا حکم یہ ہے کہ مکلف کو نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا اور اس کی نماز بھی ہو جائیگی البتہ ارض مغصوبہ یا ملک غیر میں مشغول ہونے کی وجہ ہونے کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا۔

منہی عنہ کی اس مختصر وضاحت کے بعد یہ ذہن نشین کرلیا جائے کہ حرام کی دو اقسام ہیں:

① حرام لعینہ ② حرام لغیرہ

① حرام لعینہ:

اس سے مراد وہ حرام کردہ اشیاء ہیں جنہیں شارع نے ابتداء ہی سے اصلاً غیر مشروع قرار دیا ہو اور اس کا نہ کرنا ایسے مفاسد کی وجہ سے طلب کیا ہو جو اس سے کبھی جدا نہ ہوتے ہوں جیسے زنا کرنا، محارم سے نکاح کرنا، مردار کھانا، چوری کرنا وغیرہ۔ یہ تمام محرمات، حرام لذاتہ ہیں، ان کا ارتکاب کرنے والا عتاب وعقاب کا مستحق ہوتا ہے۔

بعض اوقات حرام لذاتہ بھی ضرورت کے وقت مباح ہوجاتا ہے جیسے ضروریات خمسہ یعنی حفظ دین، نفس، عقل، عزت اور مال کی حفاظت کے لئے حرام لذاتہ کا استعمال کرنا، مثلاً ایک شخص کو اپنی جان کے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو اس کے لئے مردار بقدر ضرورت کھانا مباح ہے۔ اس کا انکار کفر ہے کیونکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔

② حرام لغیرہ:

اس سے مراد وہ حرام کردہ شے ہے جو اصلاً مشروع ہو اور اس میں ضرر و مفاسد نہ ہوں

یا ان میں منفعت غالب ہو لیکن اس سے کوئی ایسی شے مقترن ہو جائے جو اس کی تحریم کی
متقاضی ہو جیسے جمعۃ المبارک کے دن اذان کے وقت بیع کرنا یا حیض کی حالت میں اپنی
بیوی سے صحبت کرنا۔ بیع فی ذاتہ تو مباح ہے لیکن کیونکہ نماز جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا
،نماز جمعہ کی طرف سعی میں رکاوٹ بنتی ہے اسی لئے یہ حرام ہے۔

حضرت سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذا اعتقد الحرام حلالا فان كانت حرمته لعينه وقد
ثبت بدليل قطعي يكفر و الا فلا بان يكون حرمته لغيره
او ثبت بدليل ظني و بعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه
و لغيره۔ فقال من استحل حراما و قد علم في دين النبي
عليه السلام تحريمه كنكاح ذوي المحارم او شرب
الخمر او اكل الميتة او الدم او الخنزير من غير ضرورة
فكافر و فعل هذه الاشياء بدون الاستحلال فسق

(شرح العقائد النسفیہ: ص:۱۶۸)

ترجمہ: جب کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حرام حلال ہے تو اگر اس کی حرمت لعینہ ہو
اور وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر حرمت لغیرہ ہو یا
دلیل ظنی سے ثابت ہو تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ بعض علماء نے حرام لغیرہ اور حرام
لعینہ میں فرق ملحوظ نہیں رکھا۔ پس علماء نے فرمایا کہ جس کسی شخص نے کسی
حرام کو حلال قرار دیا اور نبی کریم ﷺ کے دین میں اس کا حرام ہونا
معلوم ہے جیسے محارم سے نکاح کرنا یا خمر پینا یا بغیر ضرورت کے مردار کھانا،
خون پینا یا خنزیر کھانا تو وہ کافر ہو جائے گا اور ان اشیاء کو بغیر حلال جانے
استعمال کرنا فسق ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں:

ولو تمنى ان لا يكون الخمر حراما او لا يكون صوم
رمضان فرضا لما يشق عليه لا يكفر بخلاف ما اذا تمنى
ان لا يحرم الزنا و قتل النفس بغيرحق فانه يكفر لان
حرمة هذا ثابتة في جميع الاديان موافقة للحكمة و من
اراد الخروج عن الحكمة فقد اراد ان يحكم الله تعالى بما
ليس بحكمة و هذا جهل منه بربه تعالى و ذكر الامام
السرخسي عليه الرحمة في كتاب الحيض انه لو استحل
وطى امرأته الحائض يكفر و في النوادر عن محمد انه لا
يكفر هو الصحيح و في استحلال اللواطة بامرأته لا يكفر

(شرح العقائد النسفیہ: ص:۱۶۸۔۱۶۹)

ترجمہ: اور اگر وہ اپنے اوپر مشقت کی وجہ سے یہ تمنی رکھے کہ خمر حرام نہ ہوتی یا رمضان
کے روزے فرض نہ ہوتے، تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ برخلاف اس بات کے کہ وہ یہ
تمنی رکھے کہ زنا یا ناحق قتل کرنا حرام نہ ہوتا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ ان کی
حرمت ہر دین میں ثابت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے موافق ہے اور
جس نے حکمت سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر اس چیز کا حکم
لگانے کا ارادہ کیا جو حکمت نہیں ہے اور یہ اپنے رب یعنی اللہ تعالیٰ سے جہالت
ہے۔ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحیض میں یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص
حالت حیض میں اپنی بیوی سے وطی کرنے کو حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہو جائے
گا، اور نوادر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ کافر نہیں ہوگا اور یہی صحیح
ہے، اور اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کرنے کو حلال سمجھنے سے وہ کافر نہیں ہوگا۔

حضرت تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص حرام لعینہ کا
انکار کر دیتا ہے یا اسے حلال سمجھتا ہے جب کہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو تو (جیسے زنا، جھوٹ

ظلم وغیرہ کا حرام ہونا) اس انکار کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے کیونکہ دلیل قطعی سے ثابت شدہ امر کا انکار کفر ہے لیکن اگر اس کی حرمت کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو (یعنی مکروہ تحریمی) تو اس کا انکار کفر نہیں، اس کی وضاحت ہم سابقہ اوراق میں کر چکے ہیں، البتہ محض حرام لغیرہ کے ارتکاب سے جبکہ وہ اسے حرام جانتا ہو وہ کافر تو نہیں ہوگا تاہم اسے فاسق وفاجر ضرور کہا جائے گا۔ جہاں تک حرام لغیرہ کے انکار کا تعلق ہے تو اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس کے انکار کو علماء نے کفر نہیں کہا لیکن بعض علماء کے نزدیک یہ کفر ہے۔

حرام لغیرہ کے انکار کا حکم:

سابقہ اوراق میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ حرام لغیرہ اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہیں ہوتا بلکہ کسی خاص وصف یا شے کی وجہ سے اسے حرام کہا جاتا ہے۔ جیسے جمعۃ المبارک کے دن بوقت اذان بیع وشراء کرنا، حالت حیض میں اپنی بیوی سے وطی کرنا وغیرہ۔ حرام لعینہ کا انکار جب کہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو بالاتفاق کفر ہے۔ اسی طرح اگر اس کی حرمت دلیل ظنی سے ہو تو وہ بالاتفاق کفر نہیں البتہ اختلاف حرام لغیرہ کے انکار میں ہے۔ علماء کے نزدیک حرام لغیرہ کا انکار کفر نہیں جبکہ بعض علماء کے مطابق حرام لغیرہ کو حلال جاننا کفر ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و منها :أن استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر ،اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية

(شرح الفقہ الأکبر: ص ۱۵۲)

ترجمہ: بے شک گناہ کو حلال جاننا چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا کفر ہے جب کہ اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

پھر آپ آگے دیگر فتاویٰ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

اذا اعتقد الحرام حلالا فان كانت حرمته لعينه ،وقد

ثبت بدليل قطعي يكفر و الا فلا بأن تكون حرمته لغيره أو ثبت بدليل ظني ،و بعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه و لغيره (شرح الفقہ الأکبر: ص ۱۵۲)

ترجمہ: جب وہ حرام کو عقیدتاً حلال جانے تو اگر اس کی حرمت لعینہ ہے اور وہ دلیل قطعی سے ثابت ہے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس کی حرمت لعینہ ہے یا دلیل ظنی سے ثابت ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ بعض علماء نے حرام لغیرہ اور لعینہ میں فرق نہیں کیا یعنی ان کے نزدیک دونوں کا انکار کفر ہے۔

اس مسئلہ کے بارے میں شیخ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه و لغيره)و هو الصحيح (النبراس: ص ۵۶۷)

ترجمہ: اور بعض علماء نے حرام لعینہ اور حرام لغیرہ میں فرق نہیں کیا اور یہی صحیح ہے۔

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

ثم المختار ان المعصية اعم من تكون بعينها كاكل الدم او بغيرها كاكل المسروق و قال بعضهم لا يكفر باستحلال الحرام لغيره (النبراس: ص ۵۶۷)

ترجمہ: یعنی بعض علماء نے حرام لعینہ اور لغیرہ کے انکار کو مطلقاً کفر کہا ہے جب کہ وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو اور آپ کے بیان کے مطابق یہی مختار ہے۔

امام پرہاروی کے بیان کردہ موقف میں غور کیا جائے تو یہی اصول وقواعد کی روشنی میں زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ مسئلہ تکفیر میں فقہاء نے قطعی الثبوت ہونے کا اعتبار کیا ہے پس جس چیز کی حرمت قطعی الثبوت والدلالۃ سے ثابت ہو تو اگر چہ وہ لغیرہ ہو اس کا انکار کفر ہونا چاہیے۔

اگر اس مسئلہ میں تأمل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کا حرام لغیرہ کے انکار کے کفر ہونے میں اختلاف ہے۔ پس جس مسئلہ میں علماء کے مابین کفر ہونے میں اختلاف

ہوتو اختلاف ہونے اور متفق علیہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تکفیر تو نہیں کی جائے گی تاہم اسے احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کر لینا چاہیے۔

امام برہان الدین فرماتے ہیں:

ثم ما يكون كفره بلا خلاف يوجب احباط العمل ،و يلزمه اعادة الحج ان كان قد حج و يكون وطء ه مع امرأته زنا،و الولد المتولد فى هذه الحالة يكون ولد الزنا. و ان أتى بكلمة الشهادة بعد ذلك ،اذا كان الاتيان بكلمة الشهادة على وجه العادة و لم يرجع عما قال لأن الأتيان بكلمة الشهادة على وجه العادة لا يرتفع الكفر. و ما كان فى كونه كفرا اختلافا،فان قائله يؤمر بتجديد النكاح ،و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط .وما كان خطأ من الألفاظ ، ولا يوجب الكفر ،فقائله مؤمن على حاله، ولا يؤمر بتجديد النكاح ،ولكن يؤمر بالاستغفار و لرجوع عن ذلك. (المحیط البرہانی: ج:۷/ص:۳۹۹)

ترجمہ: پھر جو بغیر کسی اختلاف کے کفر ہو تو وہ اعمال کو برباد کر دے گا،اور اس صورت میں اگر اس نے حج کیا ہو تو حج کا اعادہ کرنا ہوگا،اپنی بیوی کے ساتھ وطی کرنا زنا ہوگا اور جو بچہ پیدا ہوگا وہ ولد الزنا ہوگا۔ اگر وہ اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھ لیتا ہے تو اگر یہ محض عادت کے طور پر پڑھا ہو اور اس کفر سے رجوع نہ کیا ہو تو کفر اس سے دور نہ ہوگا اور وہ کافر ہی رہے گا،اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو اس کے کہنے والے کو احتیاطاً تجدید ایمان،توبہ اور رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ جو الفاظ میں سے خطا ہو جبکہ کفر کو واجب نہ کرتا ہو تو وہ مؤمن ہی ہوگا اسے تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا جائے گا لیکن اسے مغفرت طلب کرنے

اور اس خطا سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نعم سيذكر الشارح أن ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل و النكاح ،و ما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار و التوبة و تجديد النكاح اهو ظاهره أنه أمر احتياط

(ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۶۷)

ترجمہ: شارح عنقریب اس کا ذکر فرمائیں گے کہ جو عمل بالاتفاق کفر ہے وہ اعمال اور نکاح کو برباد کر دیتا ہے اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو اسے استغفار اور توبہ کرنے اور نکاح کی تجدید کا حکم دیا جائے گا۔انتہی ،ظاہر یہی ہے کہ یہ بات احتیاط کے طور پر کہی گئی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المسئلة اذا كانت مختلفا فيها لا يجوز تكفير المسلم بها (شرح الفقہ الاکبر: ص:۱۷۷)

ترجمہ: جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس میں کسی مسلمان کی تکفیر کرنا جائز نہیں۔

شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان كان مستحلا له فقد جزم صاحب المبسوط و الاختيار و فتح القدير و غيرهم بكفره .و ذكر القاضى الاسبيجابى بصيغة :و قيل،و صحح أنه لا يكفر صاحب الخلاصة. و يوافقه ما نقله أيضا من الفصل الثانى فى ألفاظ الكفر :

من اعتقد الحرام حلالا أو على القلب يكفر اذا كان حراما لعينه ،و ثبت حرمته بدليل مقطوع به ،أما اذا

كان حراما لغيره بدليل مقطوع به أو حراما لعينه بأخبار الاحاد لا يكفر اذا اعتقد حلالا اه فعلى هذا :لا يفتي بتكفير مستحله لما فى الخلاصة أن المسألة اذا كان فيه وجوه توجب التكفير و وجه واحد يمنع ،فعلى المفتى أن يميل الى ذلك الوجه (البحرالرائق: ج:۱/ص:۲۰۵)

ترجمہ: اگر وہ اسے (حیض کی حالت میں وطی کرنے کو) حلال جانتا ہو تو صاحب مبسوط، صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر کے علاوہ اور دوسرے علماء نے اس کے کافر ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ قاضی اسبیجابی نے ’قیل‘ کے صیغہ کے ساتھ فرمایا ہے کہ صاحب خلاصہ نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا، اور اس کی موافقت اس سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے دوسری فصل میں کفریہ الفاظ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ جو حرام کو اعتقاداً حلال جانے یا حلال (منصوص علیہ) کو حرام جانے تو اگر وہ حرام لعینہ ہو اور اس کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہو وہ کافر ہو جائے گا، جبکہ اگر وہ حرام لغیرہ ہو اور دلیل قطعی سے ثابت ہو یا حرام لعنیہ ہو اور اخبار احاد سے ثابت ہو تو اسے حلال جاننے کی صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا۔ اس بنیاد پر حیض کی حالت میں وطی کو حلال جاننے والے کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا کیونکہ اگر کسی مسئلہ میں کئی وجوہ ایسی ہوں جو کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو کفر کو روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اس ایک وجہ کی طرف مائل ہو جو کفر کو واجب نہیں کرتی۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

و عن ابراهيم بن رستم ان استحل الجماع فى الحيض متأولا ان النهى ليس للتحريم او لم يعرف النهى لا يكفر لانه ان عرف ان النهى للتحريم و مع ذلك استحل

الجماع فيه كان كافرا و عن شمس الأئمة السرخسى عليه الرحمة ان استحلال الجماع فى الحيض كفر من غير تفصيل (فتاویٰ قاضی خان: ج:۲/ص:۴۶۹)

ترجمہ: ابراہیم بن رستم سے مروی ہے کہ حیض کی حالت میں جماع کرنے کو تاویل کرتے ہوئے حلال جاننا کہ اس کی تحریم نہی کے لئے نہیں ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا، کیونکہ اگر اس نے حالت حیض میں جماع کو اس طور پر حلال جانا کہ اس میں نہی تحریم کے لئے ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ حضرت شمس الائمہ امام سرخسی سے منقول ہے کہ حیض کی حالت میں جماع کو حلال جاننا بغیر کسی تفصیل کے کفر ہے۔ یعنی اگر کسی نے آیت مقدسہ لا تقربوا هن فی المحیض میں نہی کو تحریم کے بجائے کراہت کے لئے سمجھا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن امام سرخسی نے اسے ہر صورت میں کافر قرار دیا ہے۔

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ کیونکہ حرام لغیرہ کے انکار کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف ہے لہٰذا اس کے مرتکب کو کافر قرار دے کر مرتد کے احکامات تو جاری نہیں کئے جائیں گے البتہ اسے احتیاطاً توبہ و استغفار، تجدید ایمان و نکاح اور اپنے قول سے رجوع کرنے کا حکم کیا جائے گا۔ فقہاء کی ان عبارات سے مسئلہ تکفیر میں ان کے کمال احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہم نے اس مسئلہ میں کئی ایک کتب اصول فقہ و فقہ کا مطالعہ کیا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ فقہاء کرام نے قبیح لغیرہ کی دو اقسام وصفی اور جواری میں ایک دقیق فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ قبیح وصفی میں انفکاک ممکن نہیں ہوتا جبکہ قبیح جواری میں انفکاک ممکن ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر ان کے انکار کا حکم بھی مختلف ہوگا۔

قبیح وصفی کے بارے میں شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وهو ما يكون لازما للمنهى عنه بحيث لا يقبل الانفكاك
(فتح الغفار: ص:۹۴)

ترجمہ: اور قبیح وصفی وہ ہے جس میں وصف منع کردہ شے کے ساتھ اس طور پر لازم ہوتا ہے کہ جدائی کو قبول نہیں کرتا۔

اس کی مثال کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

وصوم یوم النحر مثال لما قبح لغیرہ لا لذاتہ لأنہ یوم کسائر الأیام و انما قبح لما فیہ من الاعراض عن ضیافة اللہ تعالیٰ و الوقت فیہ کالوصف اللازم داخل فی تعریفہ (فتح الغفار: ص: ۹۴)

ترجمہ: اور نحر کے دن روزہ رکھنا اس کی مثال ہے جو کسی غیر کی وجہ سے وصفی طور پر قبیح ہوتا ہے نہ کہ اپنی ذات کے اعتبار سے، کیونکہ وہ بھی تمام دنوں کی طرح ایک دن ہے اور اس دن روزہ رکھنا اسی لئے قبیح ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مہمانی سے اعراض کرنا ہے اور وقت اس میں وصف لازم کی طرح ہے کیونکہ وہ اس کی تعریف میں داخل ہے۔

مثال کے طور پر سود سے ممانعت، یہ ممانعت زیادت کی وجہ سے ہے جبکہ زیادت نہ تو عقد بیع ہے اور نہ ہی اس کا جزو بلکہ اس کا ایسا وصف ہے جو اس سے لازم ہے اور اس سے جدا نہیں ہوتا یا جیسے عید کے دن روزہ رکھنا کی ممانعت، اصلاً روزہ رکھنا تو حلال ہے لیکن اگر کسی شخص نے عیدین کے دن روزہ رکھا تو یہ حرام ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام مسلم روایت فرماتے ہیں:

عن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ ﷺ نہی عن صیام یومین یوم الأضحی و یوم الفطر

(صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب تحریم صوم یومی العیدین)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم اضحیٰ اور یوم

فطر کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

ان دونوں میں علماء کے نزدیک روزہ رکھنا حرام ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے ان دنوں میں روزہ رکھنے کی نذر مان لی اور روزہ رکھ لیا یا اس دن نفلی روزہ رکھ لیا تو آیا نذر درست ہوگی یا نہیں اور اس کا روزہ ہو گا یا نہیں؟ احناف کے نزدیک یہ نذر منعقد ہو جاتی ہے۔ نذر ماننے والے پر لازم ہے کہ عید کے دن روزہ نہ رکھے اور قضاء کرے لیکن اگر ان ایام میں اس نے روزہ رکھ لیا تو ان ایام میں روزہ کی حرمت کے باوجود اس کا روزہ ہو جائے گا، کیونکہ اصلاً روزہ رکھنا مشروع ہے اور ممانعت اصل صوم سے نہیں بلکہ اس وصف سے ہے جو اس کے ساتھ لازم ہے۔ عید کا دن اللہ تعالیٰ کی جانب سے عام مہمانی یعنی کھانے پینے کا دن ہے اور روزہ بھی دن کو ہی رکھا جاتا ہے۔ وقت روزے کے لئے وصف کے درجہ میں ہے اس لئے اس دن روزہ کا اہتمام کرنا اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض کرنا ہے اور روزہ کے ساتھ ایک غیر مشروع وصف کو اختیار کرنا ہے۔ اب یہ ممکن نہیں کہ اس دن روزہ بھی رکھ لے اور اس دن کے تقاضہ کو بھی پورا کرے کیونکہ روزہ پورے دن رہتا ہے اس لئے روزہ اپنی اصل کے اعتبار سے درست ہو گا لیکن نہی کی وجہ سے وہ گناہ گار ہو گا۔ اسے چاہیئے کہ ایسا روزہ توڑ دے۔

قبیح جواری میں انفکاک ممکن ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں قبح امر سے جدا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اصل عمل میں داخل نہیں ہوتا کہ اس سے قبح کو جدا نہ کیا جا سکتا ہو یعنی اس میں نہی کسی ایسی چیز سے ہوتی ہے جو اس سے ملی ہوئی تو ہوتی ہے مگر اس فعل کے لئے لازم نہیں ہوتی بلکہ جدا ہو سکتی ہے مثلاً غصب کی ہوئی زمین پر نماز پڑھنے کی ممانعت، یہاں اس فعل کے منع ہونے کی وجہ ناحق کسی دوسرے کی ملکیت میں تصرف ہے یہ قبح فعل سے ملا ہوا تو ہے لیکن لازم نہیں ہے کیونکہ اس کے بغیر بھی اس کا تحقق ہو سکتا ہے جب کہ قسم اول میں جو وصف قباحت کا باعث ہے وہ اصل عمل کے ساتھ لازم ہوتا ہے اس لئے اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔

اس کی ایک اور مثال جمعۃ المبارک کی اذان کے وقت خرید وفروخت کی ممانعت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الجمعۃ ۹:۶۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (جمعہ) کی نماز کے لئے اذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

اذان کے وقت خرید وفروخت کی ممانعت اس چیز کی ذات سے نہیں اور نہ ہی اس کی صفات میں سے کسی صفت سے ہے بلکہ نہی کا تعلق ایک خارجی امر کے ساتھ ہے اور وہ نماز جمعہ کی طرف سعی میں رکاوٹ بنتا ہے۔ اس قسم میں یہ بات ممکن ہوتی ہے کہ خارج سے کسی شے کے مقارن ہونے کے باوجود وہ شرعاً جائز ہو جیسے جمعہ مبارک کے دن حدوث کے اعتبار سے پہلی اذان کے وقت بیع کرنا حرام ہے کیونکہ وہ سعی الی ذکر اللہ میں رکاوٹ بنتی ہے لیکن اگر عاقدین ایسی کشتی یا گاڑی میں بیٹھ کر بیع وشراء کریں جو جامع مسجد کی طرف رواں دواں ہو تو ایسی بیع بلا کراہت حلال ہوگی یعنی خارجی طور پر اس شے کے مجاور ہونے کے باوجود اس کا جائز ہونا ممکن ہے کیونکہ اس صورت میں وہ علت نہیں پائی جارہی جس کی وجہ سے عند النداء بیع کرنا حرام ہے۔

قبیح جواری کے بارے میں شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(و البيع وقت النداء) مثال لما قبح لغيره مجاورا لأنه قبحه لترك السعي الى الجمعة لا لذاته و هو قابل للانفكاك اذ قد وجد الاخلال عنها بدون البيع و البيع بدون الاخلال كما لو تبايعا و هما يمشيان و من هذا

النوع الوطء في الحيض قبيح للأذى المجاور و الصلاة في الأرض المغصوبة لشغل ملك الغير (فتح الغفار، ص:۹۵)

ترجمہ: جمعۃ المبارک کے دن اذان کے وقت خرید وفروخت کرنا قبیح لغیرہ جواری کی مثال ہے کیونکہ اس کا قبیح ہونا جمعۃ المبارک کی نماز کی طرف سعی کو ترک کرنے کی وجہ سے ہے۔ یہ اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح نہیں اور یہ قابل انفکاک (جدا ہونے کے قابل) ہے کیونکہ کبھی بغیر خرید وفروخت کے بھی اس میں کوتاہی پائی جاتی ہے اور کبھی خرید وفروخت بغیر اس کوتاہی کے ہوتی ہے۔ جیسے اگر عاقدین چلتے ہوئے بیع کریں (تو وہ جائز ہوگی) اور اس قسم میں سے حیض کی حالت میں وطی کرنا قبیح ہے اذی (تکلیف) کی وجہ سے جو اس کے ساتھ ہوتی ہے اور غصب کی ہوئی زمین میں نماز پڑھنا ملک غیر میں تصرف کی وجہ سے۔

پھر آگے آپ فرماتے ہیں:

و قد حرر في التحرير بان النهي عن الفعل الشرعي يكون لغيره فان كان الغير وصفا لازما أفاد النهي التحريم ان كان قطعيا و الكراهة ان كان ظنيا بحسب الطريق للزوم المنهي و ان كان مجاورا ممكن الانفكاك فالنهي للكراهة و لو كان قطعيا كالبيع وقت النداء (فتح الغفار، ص:۹۶)

ترجمہ: اور آپ (امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ) نے تحریر میں لکھا ہے کہ کسی فعل شرعی سے منع کرنا کسی خارجی سبب سے ہوتا ہے۔ اگر وہ غیر (خارجی سبب) وصف لازم ہو تو نہی کے لازم ہونے کے طریقے کے اعتبار سے اگر وہ قطعی ہے تو نہی حرمت کا فائدہ دے گی اور اگر ظنی ہو تو کراہت کا فائدہ دے گی۔ اور اگر غیر (خارجی سبب) جواری ہو جس کا جدا ہونا ممکن ہو تو نہی کراہت کے لئے ہوگی اگر چہ

اس کا ثبوت قطعی ہو جیسے اذان کے وقت خرید و فروخت کرنا۔

علماء اصول کی اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ فقہاء نے قبیح لغیرہ وصفی اور قبیح لغیرہ جواری میں قابل انفکاک اور نا قابل انفکاک ہونے کے دقیق فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک قبیح لغیرہ وصفی اگر دلیل قطعی سے ثابت ہو تو حرمت کا اور قبیح لغیرہ جواری اگر چہ دلیل قطعی سے ثابت ہو کراہت کا فائدہ دیتا ہے۔ لہٰذا اس بناء پر دونوں کے انکار کا حکم بھی مختلف ہوگا یعنی اگر کوئی شخص قبیح لغیرہ وصفی کا انکار کر دے جبکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے بھی ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور قبیح لغیرہ کے انکار یا اس کو حلال جاننے کی صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ پس یہ معلوم ہوا کہ حرام لغیرہ کا انکار صرف ایک ہی صورت میں کفر ہے اور وہ قبیح لغیرہ وصفی کا انکار ہے جب کہ اس کا ثبوت قطعی ہو۔

خلاصہ:

1. فرض کا انکار کرنا کفر ہے جیسے نماز، زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت کا انکار کر دینا۔
2. محض بلا عذر ترک فرض سے کوئی کافر نہیں ہوتا البتہ اگر فرض یا کسی بھی ثابت شدہ امر شرعی کو استخفافاً ترک کیا جائے تو یہ کفر ہوگا۔
3. حرام لعینہ کا انکار اس صورت میں کفر ہے جب کہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو جیسے زنا کرنا اور ماں سے نکاح کرنے کی حرمت اور اگر اس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو جیسے قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا تو اس کا انکار کفر نہیں ہوگا۔
4. حرام لغیرہ کی چار صورتیں ہیں:

ا۔ قبیح لغیرہ وصفی، جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، جیسے ربا کی حرمت۔
ب۔ قبیح لغیرہ وصفی، جس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو، جیسے عید کے دن روزہ رکھنا۔
ج۔ قبیح لغیرہ جواری، جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، جیسے جمعۃ المبارک کی اذان کے وقت خرید و فروخت کرنا۔
د۔ قبیح لغیرہ جواری، جس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو، جیسے چھینی ہوئی زمین پر نماز ادا کرنا۔

ان تمام صورتوں میں صرف پہلی صورت (قبیح لغیرہ وصفی، جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو) میں حرام لغیرہ کا انکار کفر ہوگا اور باقی تمام صورتوں میں سے کسی کا انکار کفر نہیں، البتہ تیسری قسم (قبیح لغیرہ جواری، جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو،) کا انکار کرنے کی صورت میں احتیاطاً ایمان اور نکاح کی تجدید کر لینا چاہیے۔

5. محض بلا عذر حرام کے ارتکاب سے کوئی کافر نہیں ہوتا البتہ اگر اسے استخفافاً کیا جائے تو یہ کفر ہوگا۔
6. کسی ایسے متفق علیہ حلال کا انکار کرنا جس کی حلت پر نص وارد ہوئی ہو، کفر ہے جیسے بیع کے حلال ہونے کا مطلقاً انکار کر دینا۔
7. کوئی ایسا امر دین جس کا ذکر قرآن حکیم یا احادیث متواترہ میں ہو تو اگر چہ وہ سنت یا مستحب ہی کیوں نہ ہو اس نفس شے کے دین میں سے ہونے کا اصلاً انکار کرنا کفر ہو گا، جیسے اگر کوئی شخص ایام نحر میں قربانی کرنے کے وجوب کا انکار کر دے تو وہ کافر نہیں ہوگا لیکن اگر نفس قربانی کے وجود کا متعمداً انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔

اجماع

کلمہ اجماع 'جمع' سے ہے۔ جس کے معنی اشیاء کو اکٹھا کرنے اور باہم ملانے کے ہیں۔ اسی لئے عربی زبان میں عورت و مرد کے باہم ملنے کو جماع بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الجمع ضم الشئ بتقریب بعضه من بعض یقال جمعته فاجتمع (المفردات)

ترجمہ: جمع ایک شے کو دوسری شے کے قریب لا کر ایک کو دوسرے سے ملانا ہے، کہا جاتا ہے میں نے اسے ملا دیا تو وہ مل گیا۔

امام ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والاجماع أن یجمع الشئ المتفرق جمیعا

(لسان العرب: ج:۸/ص:۵۷)

ترجمہ: اجماع سے مراد متفرق چیز کو جمع کرنا ہے۔

و کذلك یقال أجمعت النهب و النهب ابل القوم التی أغار علیها اللصوص و کانت متفرقة فی مراعیها فجمعوها من کل ناحیة حتی اجتمعت لهم ثم طردوها و ساقوها

(لسان العرب: ج:۸/ص:۵۷)

ترجمہ: اور اسی طرح سے کہا جاتا ہے کہ میں نے نہب کو جمع کیا۔ نہب قوم کے ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن پر راتوں رات چوروں نے حملہ کیا ہو اور وہ چراگاہ میں بکھرے ہوئے ہوں، وہ ان کو ہر کنارے سے جمع کریں یہاں تک کہ جب جمع ہو جائیں تو ان کو ہانکتے ہوئے لے جائیں۔

اجماع کے معنی کسی کام کو کرنے کا پختہ عزم کرنے کے بھی ہیں آپ فرماتے ہیں:

قال الفراء الاعداد و العزیمة علی الأمر........أجمع علیه عزم علیه کأنه جمع نفسه (لسان العرب: ج:۸/ص:۵۷)

ترجمہ: فراء نے کہا کہ اجماع کا مطلب تیار کرنا اور کسی امر کا عزم کرنا ہیں.... کہا جاتا ہے أجمع علیه یعنی اس نے اس کام کا عزم کیا گویا کہ اس نے اپنی ہمت کو جمع کیا۔

کسی کام کو کرنے کے لئے جب پختہ عزم کیا جاتا ہے تو دراصل انسان اپنی تمام ہمتوں کو اس کام کے کے جمع کرتا ہے اسی لئے اجماع کا ایک معنی عزم کرنے کا بھی ہے۔

حضرت محمد مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(و الاجماع) أی اجماع الأمة (الاتفاق) یقال أمر مجمع

علیه أی متفق علیه (تاج العروس: ج:۵/ص:۳۰۷)

ترجمہ: اور اجماع امت سے مراد اتفاق ہے۔ کہا جاتا ہے امر مجمع علیہ یعنی وہ کام جس پر سب کا اتفاق ہو۔

اجماع کی اس مختصر لغوی بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اجماع کے معنی جمع کرنا، اتفاق کرنا اور کسی کام کے کرنے کا عزم ہیں۔ عزم کرنے کو بھی اجماع اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کسی کام کا عزم کرنے والا درحقیقت اپنی ہمت کو جمع کرتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

اللہ رب العزت نے اس امت کو خیر الامم بنایا ہے اور اجتماعی طور پر اس امت کو گمراہ ہونے سے محفوظ فرمایا ہے۔ یہ صرف نبی کریم ﷺ کی امت اخیرہ کا خاصہ ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ط (ال عمران ۳:۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس امت کو مجموعی طور پر گمراہیت سے محفوظ رکھنے اور دین کی تعلیمات کی حفاظت کے لئے اللہ رب العزت ہر دور میں ایسے مجتہدین اور اہل بصیرت عادل لوگ پیدا فرماتا ہے، جو قرآن و سنت کی روشنی میں اہل اسلام کو ہدایت کی راہ بتاتے ہیں۔ ان لوگوں کا راستہ ہی صراط مستقیم اور حق ہوتا ہے کیونکہ ان کا تعلق انعام یافتہ بندوں کے گروہ سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں کے مجمع علیہ یعنی ایسے مسائل جن پر تمام کا اتفاق ہو، سے روگردانی کرتا ہے تو وہ ضلالت کے عمیق گڑھوں میں گر جاتا ہے اور دین حق سے دور کر دیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں ہے:

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ﴿۱۱۵﴾ (النساء،۴:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس مبارک گروہ کے بارے میں فرمایا:

لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرين حتیٰ تقوم الساعة (مسلم،رقم الحدیث:۳۰۳)

ترجمہ: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

ایک اور مقام پر اس گروہ کے بارے میں فرمایا:

لا تجتمع امتی علی الضلالة (سنن أبي داؤد والترمذی)

ترجمہ: میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

اجماع صرف اسی امت کا معتبر ہے۔حضرت امام ابو اسحاق فیروز آبادی شافعی فرماتے ہیں:

و اعلم ان اجماع سائر الامم سوی هذه الامة ليس بحجة (اللمع،ص:۹۰)

ترجمہ: جان لو کہ اجماع تمام امتوں میں سے صرف اس امت کے سوا کسی کا حجت نہیں۔

پس اس امت کے علماء و مجتہدین کا کسی مسئلہ پر اتفاق کر لینا اس کے حق ہونے کی

علامت ہے۔اجماع اصول اربعہ میں سے ایک اہم اصل ہے۔اصطلاح میں اجماع کا مطلب کسی زمانے کے مجتہدین کا حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کسی امر پر جمع ہو جانا ہے۔

امام ابو زید دبوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حد الاجماع الذی هو حجة :اجماع علماء العصر من أهل العدالة و الاجتهاد علی حكم (تقویم الأدلۃ،ص:۲۸)

ترجمہ: اجماع جو حجت ہے اس سے مراد زمانے کے تمام علماء جو اہل عدالت اور اجتہاد میں سے ہوں، کا کسی امر شرعی پر اتفاق کر لینا ہے۔

یاد رہے کہ اجماع اصطلاحی کا اعتبار حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کیا جائے گا۔

علامہ حصنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(و القياس لا يصلح ناسخا) و لا منسوخا (و كذا الاجماع عند الجمهور) اذ لا اجماع فی حياة الرسول (ﷺ) و لا نسخ بعده (افاضۃ الأنوار،ص:۲۰۳)

ترجمہ: اور قیاس نہ ناسخ ہوتا ہے اور نہ ہی منسوخ، اور اسی طرح جمہور کے نزدیک اجماع بھی ناسخ و منسوخ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اجماع نبی مکرم ﷺ کی حیات کے بعد ہوتا ہے اور نسخ آپ ﷺ کی وفات کے بعد نہیں ہوتا۔

علامہ حصنی کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اجماع جمہور کے نزدیک ناسخ یا منسوخ نہیں ہوتا کیونکہ نسخ (اصطلاحی) نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد نہیں ہوتا اور اجماع آپ ﷺ کی حیات میں نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی حیات مبارک میں اس کا اعتبار کیا جائے تو وہ سنت بن جائے گا۔

اجماع کی تعریف میں اس بات کا بھی لحاظ کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے

بعد کسی بھی زمانے کے علماء کا کسی بھی امر شرعی پر اتفاق کر لینا اجماع ہے۔اس اتفاق میں نبی کریم ﷺ کی وفات سے لے کر قیامت تک تمام علماء کا متفق ہونا شرط نہیں بلکہ ہر دور کے مجتہدین کے اتفاق کا اعتبار ہے۔امام دبوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و لأن الله تعالىٰ جعلهم خير أمة يأمرون بالمعروف و جعل اجماعهم حجة.و صفة الخيرية با لأمر و النهى عن المنكر لا يتصور اثباتها الا مع الحياة فان ا لميت لا يتصور منه الأمر بالمعروف فثبت أنه لم يرد بهذة الكلمة جماعة الأمة من حين رسول الله (عليه الصلاة والسلام) الى يوم القيامة و لكن أمته الأحياء فى كل عصر (تقویم الأدلۃ:ص ۳۲)

ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نیکی کی دعوت دینے کی وجہ سے سب سے بہتر امت بنایا ہے،اور ان کے اجماع کو حجت قرار دیا ہے،اور نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے کی وجہ سے بہترین امت ہونے کی صفت کے اثبات کا تصور زندگی کے بغیر نہیں ہوسکتا کیونکہ مردہ سے امر بالمعروف متصور نہیں ہوسکتا پس یہ ثابت ہوا کہ خیر امۃ سے مراد نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ سے لے کر قیامت تک تمام جماعت امت مراد نہیں ہے بلکہ اس امت کے ہر دور کے زندہ افراد مراد ہیں۔

حضرت امام ابوبکر رازی فرماتے ہیں:

مذهب اصحابنا و عامة الفقهاء ان اجماع اهل الاعصار حجة (الفصول فی الاصول: ج:۲/ص:۱۱۸)

ترجمہ: ہمارے علماء اور عام فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ ہر زمانہ کے علماء کا اجماع حجت ہے۔

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قولنا فى عصر من الأعصار ليرفع وهم من يتوهم أن المراد بالمجتهدين من يوجد الى يوم القيمه وهذا التوهم باطل فانه يؤدى الى عدم تصور الاجماع

(البحر المحیط: ج:۶/ص:۳۸۰)

ترجمہ: ہمارا زمانے کے علماء کی شرط لگانا اس لئے ہے تاکہ اس شخص کا وہم رفع ہو جائے جو یہ وہم رکھتا ہے کہ مجتہدین سے مراد وہ ہیں جو قیامت تک آئیں گے۔یہ باطل توہم ہے کیونکہ اس صورت میں اجماع کا تصور ہی معدوم ہو جائے گا۔

علماء کا مجتہد اور عادل ہونا ضروری ہے اس باب میں غیر مجتہدین اور عوام کا اعتبار نہیں ہے۔مجتہد ہونے کے ساتھ فقہاء نے فسق و فجور سے پاک ہونے کی شرط بھی لگائی ہے کیونکہ فسق و فجور سے عدالت ساقط ہوجاتی ہے۔

امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما فى اصول الدينالممهدة مثل نقل القرآن و مثل امهات الشرايع فعامة المسلمين مع الفقهاء فى ذلك الاجماع فأما ما يختص بالرأى والاستنباط و ما يجرى مجراه فلا يعتبر فيه الا اهل الرأى و الاجتهاد و كذلك من ليس من اهل الرأى و الاجتهاد من العلماء فلا يعتبر فى الباب الا فيما يستغنى عن الرأى.

(أصول البزدوی: ص:۲۴۳)

ترجمہ: اور جہاں تک دین کے بنیادی اصولوں کا تعلق ہے جیسے قرآن اور شریعت کی بنیادیں تو ان میں عام مسلمان اس اجماع میں تمام فقہاء کے ساتھ ہیں اور

جہاں تک اس اجماع کا تعلق ہے جو رائے اور استنباط اور اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے تو اس میں سوائے اہل رائے اور اہل اجتہاد کے کسی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ علماء جو اہل رائے اور اہل اجتہاد میں سے نہیں ہیں ان کا بھی اس باب میں اعتبار نہیں کیا جائے گا سوائے ان معاملات کے جو رائے سے مستغنی ہیں۔

علامہ حصنی فرماتے ہیں:

(و أهل الاجماع من كان مجتهدا) فلا يعتبر باتفاق العوام، و فقيه ليس بأصولي، و أصولي ليس بفقيه كما في التقرير (الا فيما يستغني فيه عن الاجتهاد) كأصول الدين و أعداد الركعات و الاستحمام، فاجماع العوام فيه كاجماع المجتهدين (و ليس فيه) أي المجتهد (هوى) أي بدعة (و لا فسق) لسقوط العدالة (افاضۃ الأنوار، ص:۲۰۹)

ترجمہ: اور اہل اجماع وہ ہے جو مجتہد ہو۔ پس اجماع کا اعتبار عوام کے اتفاق سے نہیں ہوگا۔ اور فقیہ اصولی نہیں ہوتا اور نہ اصولی فقیہ ہوتا ہے جیسا کہ تقریر میں ہے۔ سوائے ان امور کے جن میں اجتہاد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے دین کے اصول، رکعات کی تعداد، اور حمام جانا وغیرہ پس عوام کا اجماع ان میں مجتہدین کی ہی طرح ہے، اور مجتہد میں بدعت اور فسق نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

جہاں تک کافر کا تعلق ہے تو اس کے قول کا اجماع میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ حضرت امام علاؤ الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و لا اعتبار بقول الكافر في الاجماع (المیزان، ص:۳۳۱)

ترجمہ: کافر کے قول کا اجماع میں کوئی اعتبار نہیں۔

علماء کرام کے ان اقوال سے یہ واضح ہو گیا کہ علماء نے اس باب میں اجماعی مسائل کی دو اقسام کی ہیں۔ ایک تو وہ مسائل ہیں جو اجتہاد سے مستغنی ہیں یعنی جن میں اجتہاد کی ضرورت نہیں جیسے نماز کی رکعات کی تعداد وغیرہ اور دوسری قسم اجتہادی مسائل سے متعلق ہے۔ جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے تو اس میں عوام مجتہدین کے ساتھ ہیں البتہ اجتہادی مسائل میں صرف مجتہدین جو اہل تقویٰ و ورع ہوں ان کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان مسائل میں وہ علماء بھی جو اہلیت اجتہاد کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز نہیں کئے گئے عوام کی طرح ہیں یعنی ان کے اختلاف یا تائید کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

خلاصہ:

1. اللہ رب العزت نے اجتماعی طور پر اس امت کو گمراہ ہونے سے محفوظ فرمایا ہے اور یہ صرف نبی کریم ﷺ کی امت اخیرہ کا خاصہ ہے لہٰذا اجماع صرف اسی امت کا معتبر ہے۔
2. اجماع حجت ہے اور اس سے مسائل شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے۔
3. اجماع کے منعقد ہونے کے لئے نبی کریم ﷺ کے دور مبارک سے لے کر قیامت تک کے تمام علماء کا متفق ہونا شرط نہیں ورنہ اجماع کبھی بھی منعقد نہیں ہوگا۔
4. اجماع ہر دور کے علماء کا معتبر ہے۔
5. اجماع کا اعتبار حضور ﷺ کی وفات کے بعد کیا جائے گا۔
6. اجماعی مسائل اگر اصول دین میں سے ہوں تو ان میں عوام کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔
7. وہ اجماعی مسائل جن کا تعلق استنباط و اجتہاد سے ہے ان میں صرف اور صرف مجتہدین کا اعتبار کیا جائے گا۔
8. مجتہدین کا عادل ہونا اور بدعتی نہ ہونا شرط ہے۔
9. اجماع نہ ناسخ ہوتا ہے اور نہ ہی منسوخ۔

شرط اجماع:

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أن انقراض العصر ليس بشرط لثبوت حكم الاجماع

(اصول السرخسی: ج:۲/ص:۱۰۸)

ترجمہ: زمانے کا گزرنا اجماع کے حکم کے ثبوت کے لئے شرط نہیں ہے۔

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال أصحابنا رحمهم الله انقراض العصر ليس بشرط لصحة الاجماع۔ (اصول البزدوی: ص:۲۴۳)

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے کہ زمانے کا گزرنا اجماع کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔

اس کی وضاحت میں علامہ حصنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(و انقراض العصر) بموت مجتهديه بعد اتفاقهم ليس بشرط خلافا للشافعي (افاضۃ الأنوار: ص:۲۰۹)

ترجمہ: زمانے کا گزر جانا، مجتہدین کی موت کے ساتھ ان کا اتفاق کر لینے کے بعد، شرط نہیں ہے بخلاف امام شافعی کے۔

بعض علماء کے نزدیک جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اجماع کے منعقد ہونے اور اس کے شرعی حجت ہونے کے لئے انقراض زمانہ یہاں تک کہ اس دور کے تمام مجتہد وفات پا جائیں شرط ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ آخری عمر میں رجوع کر لے، البتہ احناف کے نزدیک اس دور کے تمام مجتہدین کا وفات پا جانا شرط نہیں جیسے ہی تمام مجتہدین عصر کا کسی مسئلہ پر اتفاق ہوتا ہے شرعاً اجماع منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ اجماع امت اس امت کی کرامت کی وجہ سے معتبر ہے اور وہ تمام ادلہ جو علماء نے اجماع کی حجیت پر دئیے ہیں ان میں سے کسی میں بھی علماء کی وفات کی شرط نہیں لگائی گئی اگر اس شرط کی زیادتی کی جائے تو یہ زیادتی نسخ ہوگی۔

امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لكنا نقول ما ثبت به الاجماع حجة لا فصل فيه و انما ثبت مطلقا فلا يصح الزيادة عليه و هو نسخ عندنا

(اصول البزدوی: ص:۲۴۳)

ترجمہ: لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ جس چیز سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے ان میں تفصیل نہیں ہے۔ وہ مطلقاً ثابت ہیں پس اس پر زیادتی کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ زیادتی ہمارے نزدیک نسخ ہے۔

شیخ ملا جیون احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قال الشافعي رحمه الله: يشترط فيه انقراض العصر، و موت جميع المجتهدين فلا يكون اجماعهم حجة ما لم يموتوا لأن الرجوع قبله محتمل، و مع الاحتمال لا يثبت الاستقرار قلنا: النصوص الدالة على حجية الاجماع لا تفصل بين أن يموتوا أو لم يموتوا (نور الأنوار: ج:/ص:۱۸۵)

ترجمہ: اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انعقاد اجماع میں زمانے کا گزرنا اور تمام مجتہدین کا انتقال کر جانا شرط ہے، ان کا اجماع اس وقت تک حجت نہیں ہوگا جب تک وہ انتقال نہ کر جائیں کیونکہ انتقال سے قبل رجوع کرنے کا احتمال ہے، اور احتمال کے ساتھ اطمینان ثابت نہیں ہوگا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام نصوص جو اجماع کی حجیت پر دلالت کرتی ہیں ان میں مجتہدین کے انتقال کرنے یا نہ کرنے کی تفصیل نہیں ہے۔

اجماع کی شرط کے بارے میں صاحب منار فرماتے ہیں:

و الشرط اجماع الكل و خلاف الواحد مانع كخلاف الأكثر (المنار: ص:۲۱۰)

ترجمہ: اور اجماع کی شرط، تمام مجتہدین کا اتفاق ہے، اور کسی ایک کا اختلاف بھی

اجماع کے انعقاد میں مانع ہو گا جیسے اکثر کا اختلاف (دوسروں کے نزدیک) مانع ہوتا ہے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أی فلیس باجماع أصلا فلا یکون حجة قطعیة و لا ظنیة
(نسمات الأسحار: ص: ۲۱۰)

ترجمہ: ایسا اجماع (جس سے اختلاف کوئی ایک مجتہد بھی کرے) اصلاً اجماع (شرعی) نہیں ہے پس وہ نہ تو حجت قطعی ہوگا اور نہ ہی حجت ظنی۔

امام ابو اسحاق شیرازی فرماتے ہیں:

و یعتبر فی صحة الاجماع اتفاق جمیع علماء العصر علی الحکم فان خالف بعضهم لم یکن ذلك اجماعا قل المخالفون أو کثروا (اللمع فی أصول الفقه: ص: ۱۸۷)

ترجمہ: اور اجماع کی صحت میں زمانہ کے تمام علماء کا حکم پر اتفاق کرنے کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر بعض مجتہدین نے ان کی مخالفت کی تو وہ اجماع نہیں ہو گا چاہے مخالفین زیادہ ہوں یا کم۔

احناف کے نزدیک اپنے زمانے کے تمام مجتہدین کا اتفاق کرنا ضروری ہے اگر کسی ایک مجتہد، اہلیت اجماع کے حامل نے بھی اختلاف کیا تو انعقاد اجماع کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے اسے اجماع نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ شاید حق اس ایک مجتہد کے ساتھ ہو جس نے اختلاف کیا ہے، جبکہ بعض علماء اسے اجماع شرعی تسلیم کرتے ہیں۔

بعض علماء کے نزدیک انعقاد اجماع میں صرف صحابہ کرام یا اہل بیت یا اہل مدینہ منورہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس کے بارے میں امام دبوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من الناس من قال: ان اجماع أهل کل عصر حجة.

و منهم من قال: لا اجماع لمن بعد الصحابة

و منهم من قال: لا اجماع الا لأهل المدینة

و منهم من قال: لا اجماع الا لعترة الرسول ﷺ لأن الامام منهم و الامام معصوم عن الکذب.

و منهم من قال: لا اجماع اذا کان فی السلف من خالفهم.

و الصحیح هو القول الأول، لان الدلائل التی جعلت الاجماع حجة لم تخص قوما بنسب و لا مکان و لا قرن والأقوال الأربعة الأخیرة مهجورة (تقویم الأدلة: ۳۱)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ ہر دور کے علماء کا اجماع حجت ہے، اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد نہیں ہے، اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اجماع صرف اہل مدینہ منورہ کا ہی ہے۔ اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اجماع تو صرف نبی کریم ﷺ کی آل ہی کا معتبر ہے کیونکہ انہی میں سے امام ہوتا ہے اور امام جھوٹ سے معصوم ہوتا ہے، اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ وہ اجماع ہی نہیں ہے کہ جس کے مخالف سلف میں ہوں، اور صحیح وہ پہلا قول ہے، کیونکہ وہ تمام دلائل جن سے اجماع حجت قرار پاتا ہے وہ کسی قوم، نسب، مکان، زمانہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں، اور تمام آخری چار اقوال متروک ہیں۔

خلاصہ:

علماء عظام کے اقوال کی روشنی میں انعقاد اجماع کی شرائط کا خلاصہ یہ ہے کہ اجماع شرعی کے انعقاد کے لئے عصر کے تمام اہلیت اجماع کے حاملین کا اتفاق کرنا ضروری

ہے۔ اگر کسی ایک مجتہد نے بھی اختلاف کیا تو اجماع شرعی منعقد نہ ہوگا۔ جہاں تک اجماع کے انعقاد میں کسی مسئلہ پر متفق ہونے والے تمام مجتہدین کے وفات پا جانے یا مجتہدین کا تعلق کسی خاص زمانے، علاقے، مذہب یا خاندان سے ہونے کا تعلق ہے تو احناف کے نزدیک یہ تمام اجماع کے انعقاد کے لئے شرط نہیں ہے۔

اجماع کی اقسام

اجماع کی باعتبار انعقاد دو اقسام ہیں:

❶ اجماع صریح ❷ اجماع سکوتی

❶ اجماع صریح:

اجماع صریح سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلہ پر تمام مجتہدین اتفاق کریں اور اس رائے کی قبولیت کا اظہار صریحاً کر دیں۔ صراحتاً اظہار کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ قولی اور عملی۔ قولی کی صورت تو یہ ہے کہ وہ کہہ دیں کہ ہم اس مسئلہ پر جمع ہو گئے یا اگر اس مسئلہ کا تعلق فعل سے ہے تو وہ عملی طور پر اس کے قبول کرنے کا اظہار کریں جیسے مضاربت، مزارعت یا شرکت وغیرہ میں فعلاً اہل اجتہاد کا حصہ لینا۔ اجماع کی یہ صورت تمام ائمہ کرام کے نزدیک بلا خلاف حجت ہے۔ اجماع کے مطلقاً ذکر سے عموماً یہی صورت مراد ہوتی ہے۔ اسے عزیمت بھی کہا جاتا ہے۔

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عزيمة و هو التكلم منهم بما يوجب الاتفاق أو شروعهم في الفعل ان كان من بابه لأن ركن كل شئ ما يقوم به ذلك الشئ و الاجماع يقوم بهما

(کشف الأسرار: ج:۲/ص:۱۸۰)

ترجمہ: عزیمت سے مراد مجتہدین کا ایسے بات کے ساتھ کلام کرنا ہے جو اتفاق کو

واجب کر دیتی ہے یا ان کا اس فعل کو شروع کر دینا اگر وہ اس باب سے ہو، کیونکہ ہر شے کا رکن وہ شے ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ شے قائم ہوتی ہے اور اجماع ان دونوں (قول وفعل) کے ساتھ قائم ہے۔

اجماع سکوتی:

اجماع سکوتی سے مراد یہ ہے کہ زمانے کے بعض مجتہدین نے صراحتاً اتفاق رائے کا اظہار کیا ہو اور باقی مجتہدین نے سکوت اختیار کیا ہو نیز مدت تامل گزرنے کے بعد اسے رد بھی نہ کیا ہو۔ اسے رخصت بھی کہا جاتا ہے۔

امام نسفی فرماتے ہیں:

و رخصة و هو أن يتكلم أو يفعل البعض دون البعض بعد البلوغ و مضى مدة الأمل و النظر في الحادثة

(کشف الأسرار: ج:۲/ص:۱۸۰)

ترجمہ: اور رخصت سے مراد یہ ہے کہ بعض مجتہدین زبان سے یا فعل سے اتفاق کا اظہار کریں اور بعض نہ کریں جبکہ وہ مسئلہ ان تک پہنچ گیا ہو اور تامل کرنے کی مدت اور اس مسئلہ میں غور وفکر کرنے کا وقت بھی گزر جائے۔

ملاجیون اس اجماع کے بارے میں فرماتے ہیں:

و يسمى هذا اجماعا سكوتيا و هو مقبول عندنا (و فيه خلاف الشافعي رحمه الله) لأن السكوت كما يكون للموافقة يكون للمهابة ولا يدل على الرضا

(نور الأنوار: ج:۲/ص:۱۸۰/۱۸۲)

ترجمہ: اس کو اجماع سکوتی کہتے ہیں۔ اور وہ ہمارے نزدیک مقبول ہے۔ اور اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے کیونکہ جس طرح سکوت موافقت کے لئے ہوتا ہے اسی طرح سکوت خوف و ڈر سے بھی ہوتا ہے اور رضامندی پر

دلالت نہیں کرتا۔

سبب اجماع:

سبب اجماع کے بارے میں امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و سبب الاجماع نوعان :الداعی الی انعقاد الاجماع و الناقل الینا (کشف الأسرار: ج:۲/ص:۱۹۲)

ترجمہ: اور اجماع کے سبب کی دو اقسام ہیں۔ انعقاد اجماع کا داعی اور دوسرا اس کو ہم تک نقل کرنے والا

سبب اجماع کی دو اقسام ہیں:

۱ انعقاد اجماع کا داعی

۲ اجماع کو ہم تک نقل کرنے والا ناقل

۱ ناقل:

نقل اجماع سے مراد یہ ہے کہ اجماع کسی زمانے کے مکلفین تک کس ذریعہ سے نقل ہو کر پہنچا ہے۔ اجماع کی منقول ہونے کے اعتبار سے تین اقسام ہیں:

۱ خبر واحد ۲ مشہور ۳ متواتر

خبر واحد سے مراد ایسا اجماع ہے جو اتنے راویوں سے مروی ہو جو حد تواتر تک نہ پہنچے ہوں اور متواتر سے مراد اجماع کا خبر متواتر کے طریق پر مروی ہونا ہے۔ جیسے عقیدہ ختم نبوت اور زکوٰۃ کے منکرین کا کافر ہونا۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(و اذا انتقل الینا اجماع السلف)أی الصحابة (باجماع کل عصر علی نقله کان کنقل الحدیث المتواتر)فیفید العلم الضروری(و اذا انتقل الینا بالأفراد)مثل قول

أبی عبیدة بفتح العین و کسر الباء السلمانی:ما اجتمع أصحاب رسول الله ﷺ کاجتماعهم علی محافظة الأربع قبل الظهر و علی اسفار الصبح علی تحریم نکاح الأخت فی عدة الأخت (کان کنقل السنة بالاحاد)فیوجب العمل دون العلم لأن الحدیث لما کان یقینا بأصله و انتقل الینا بالاحاد أوجب العمل فقط فکذا الاجماع.أشار بقوله : کنقل السنة الی أنه نقل بالشهرة کان قریبا من المتواتر کما فی التلویح.و فی التحریر و المنقول احادا حجة ظنیة تقدم علی القیاس فیجوز فیها الاجتهاد بخلافه

(فتح الغفار: ص:۳۵۵)

ترجمہ: یعنی جب ہم تک صحابہ کا اجماع نقل ہو ہر دور کے اجماع کے ساتھ اس کے منقول ہوتے پر تو ایسے ہی ہوگا جیسے حدیث متواتر کا منقول ہونا۔ پس یہ علم ضروری کا فائدہ دے گا، اور اگر یہ ہم تک بطریق افراد منتقل ہو جیسے حضرت عبیدہ سلمانی کا فرمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب جس طرح ظہر کی نماز سے قبل چار رکعات کی حفاظت، فجر کو روشنی میں پڑھنے اور بہن سے اس کی بہن کی عدت میں نکاح کی حرمت پر جمع تھے اس طرح کسی اور مسئلہ پر جمع نہ تھے، تو اس صورت میں یہ اخبار احاد کے نقل ہونے کی طرح ہوگا پس یہ عمل کو واجب کرے گی علم کو نہیں کیونکہ حدیث جبکہ اپنی اصل کے اعتبار سے یقینی ہی ہوتی ہے لیکن ہم تک بطریق احاد منقول ہوتی ہے اسی لئے وہ صرف عمل کو واجب کرتی ہے، اسی طرح اجماع ہے، اور آپ نے اپنے قول میں اس کا اشارہ کیا ہے "جیسا کہ سنت کا نقل ہونا ہے" سے کہ اگر وہ بطریق اشتہار منقول ہو تو وہ متواتر کے قریب ہو جائے گی۔ جیسا کہ تلویح میں ہے، اور تحریر

میں ہے کہ جو اجماع بطریق احاد منقول ہو گا وہ دلیل ظنی ہے اسے قیاس پر مقدم کیا جائے گا، اور اس کے خلاف اجتہاد کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ خبر واحد کے طریق پر منقول اجماع کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

و سئل عبد الله بن مسعود عن تكبير الجنازة فقال كل ذلك قد كان الا أني رأيت اصحاب محمد ﷺ يكبرون اربعا

(اصول البزدوی: ص: ۲۴۷)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تکبیرات جنازہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تمام طریقے پہلے موجود تھے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ چار تکبیرات کہا کرتے تھے۔

حضرت امام سرخسی بطریق خبر واحد منقول اجماع کے بارے میں علماء کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و من الناس من أنكر ثبوت الاجماع بخبر الواحد لأن الاجماع يوجب العلم قطعا و خبر الواحد لا يوجب ذلك، و هذا خطأ بين فان قول رسول الله ﷺ موجب للعلم أيضا ثم يجوز أن يثبت ذلك با لنقل بطريق الاحاد على أن يكون موجبا للعمل دون العلم ، فكذلك الاجماع يجوز أن يثبت با لنقل بطريق الاحاد على أن يكون موجبا للعمل (اصول السرخسی: ج: ۱/ص: ۳۰۳)

ترجمہ: اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اجماع کے بطریق خبر واحد منقول ہونے کا انکار کیا ہے کہ اجماع علم قطعی کا فائدہ دیتا ہے اور خبر واحد اس کا فائدہ نہیں دیتی، یہ واضح غلطی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد علم کو بھی واجب کرتا

ہے پھر یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک بطریق اخبار احاد اس طور پر منقول ہو کہ عمل کو واجب کر دے تو اسی طرح اجماع میں بھی یہ صورت جائز ہے کہ وہ بطریق اخبار احاد اس طور پر منقول ہو کہ عمل کو واجب کر دے۔

داعی:

اسے مستند الاجماع بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ امور ہیں جن پر اجماع کی بنیاد ہوتی ہے۔ تشریع کا حق کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو ہے اسی لئے اجماع کے لئے کسی ایسی سند یا بنیاد کا ہونا ضروری ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ اسی لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن مسائل پر اجماع کیا ہے اس کی سند قرآن وسنت میں ہمیں ضرور ملتی ہے۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ اجماع کی سند قرآن حکیم اور سنت نبوی ﷺ ہو سکتے ہیں البتہ قیاس و استنباط کے سند ہونے میں بعض علماء کا اختلاف ہے۔ احناف اور جمہور علماء کے نزدیک قیاس اجماع کی سند بن سکتا ہے۔

حضرت امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم بأن سبب الاجماع قد يكون توقيفا من الكتاب و السنة، أما الكتاب فنحو الاجماع على حرمة الأمهات و البنات، سببه قوله تعالىٰ :حرمت علكيم امهاتكم و بناتكم، و أما من حيث السنة فنحو الاجماع على أن في اليدين الدية و في احدهما نصف الدية، و الاجماع على أنه لا يجوز بيع الطعام المشتري قبل القبض و ما أشبه ذلك، فان سببه السنة المروية في الباب

(اصول السرخسی: ج: ۱/ص: ۳۰۱)

ترجمہ: جان لو کہ اجماع کا سبب بعض اوقات کتاب اللہ اور سنت سے توقیفی ہوتا ہے۔ جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے تو جیسے ماؤں اور بیٹیوں سے نکاح کی

حرمت پر اجماع ہے۔اس کا سبب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم تم پر تمہاری ماؤں اور بیٹیوں کو حرام کر دیا گیا ہے۔جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو جیسے اس بات پر اجماع ہے کہ دونوں ہاتھوں میں دیت ہے اور ایک ہاتھ میں نصف دیت ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ خریدے ہوئے کھانے کی قبضہ سے قبل بیع جائز نہیں وغیرہ ان تمام کا سبب روایت کردہ احادیث ہیں۔

آگے آپ قیاس کے سند ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

و من ذلك ما يكون مستنبطا با لاجتهاد على ما هو المنصوص عليه من الكتاب و السنة

(اصول السرخسی: ج:۱/ص:۳۰۱)

ترجمہ: اور ان میں سے ایک سبب وہ بھی ہے جو اجتہاد سے مستنبط ہوتا ہے جس پر کتاب اللہ اور سنت سے نص وارد ہوئی ہے۔

اس کی مثالیں دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

و لما اختلفوا فی الخليفة بعد رسول الله عليه السلام قال عمر: ان رسول الله ﷺ اختار أبا بكر لأمر دينكم فيكون أرضى به لأمر دنيا كم. فأجمعوا على خلافته ,و سبب اجماعهم على الحد على شارب الخمر على ما روى أن عمر رضى الله عنه لما شاورهم فى ذلك قال على رضى الله تعالى عنه: انه اذا شرب هذى و اذا هذى افترى و حد المفترين فى كتاب الله ثمانون جلدة (اصول السرخسی: ج:۱/ص:۳۰۱)

ترجمہ: اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ بنانے پر اختلاف ہوا تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا: آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر ؓ کو

تمہارے دین کے امر کے لئے منتخب فرمایا تھا تو انہی کو تمہارے دنیاوی امور کا امیر بنانے پر زیادہ راضی ہوں گے۔پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی خلافت پر اجماع کر لیا، اور ان کے شراب پینے والے کی حد پر اجماع کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر ؓ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو حضرت سیدنا علی ؓ نے فرمایا کہ جب یہ شراب پیئے گا تو اس کی عقل خراب ہو گی اور جب اس کی عقل خراب ہو گی تو یہ تہمت لگائے گا اور تہمت لگانے والے کی حد قرآن حکیم میں اسی (۸۰) کوڑے بیان ہوئی ہے۔

ایک روایت منقول ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے دست مبارک پر بیعت نہیں کی تھی جس کی وجہ سے بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ پھر حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی خلافت پر اجماع کیونکر ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی طرف یہ بات غلط منسوب کی گئی ہے اور محققین کے مطابق یہ روایت موضوع ہے۔

حضرت امام ابن حجر ہیتمی ؒ فرماتے ہیں:

و أخرج احمد أن أبا بكر رضى الله تعالى عنه لما خطب يوم السقيفة لم يترك شيئا أنزل فى الأنصار و ذكر ه رسول الله ﷺ فى شأنهم الا ذكره و قال لقد علمتم أن رسول الله ﷺ قال لو سلك الناس واديا و سلكت الأنصار واديا لسلكت وادى الأنصار و قد علمت يا سعد أن رسول الله ﷺ قال و أنت قاعد: قريش ولاة هذا الأمر فبر الناس تبع لبرهم و فاجرهم تبع لفاجرهم. فقال سعد صدقت نحن الوزراء و أنتم الأمراء. و يؤخذ منه ضعف ما حكاه ابن عبد البر أن سعدا أبى أن يبايع أبا بكر

حتی لقی اللہ (الصواعق المحرقۃ:ص:۱۲)

ترجمہ: حضرت امام احمد نے تخریج کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب یوم سقیفہ میں خطاب کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قرآن حکیم اور سنت میں انصار کے فضائل میں سے بیان کیا تھا وہ سب ذکر کیا اور ان میں سے کچھ نہ چھوڑا، اور فرمایا کہ تم سب اس بات کو جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار ایک دوسری وادی میں چلیں تو میں ضرور اس وادی میں چلوں گا جس میں انصار چلیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے سعد (رضی اللہ عنہ) تم اس بات کو ضرور جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم بیٹھے ہوئے تھے کہ قریش اس امر کے سرپرست ہیں۔ لوگوں میں سے نیکوکار ان کے نیک شخص کے تابع ہیں اور لوگوں میں سے فاجر ان کے فاجر کے تابع ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا: ہم وزیر ہیں اور آپ امیر ہیں۔ اس سے ابن عبد البر کے نقل کردہ اس قول کا ضعف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کردیا تھا اور اپنی وفات تک ان کی بیعت نہ کی تھی۔

پھر آگے آپ فرماتے ہیں:

قد علم ما قدمناه أن الصحابة رضوان الله عليهم اجمعوا على ذلك و أن ما حكى من تخلف سعد بن عبادة عن البيعة مردود (الصواعق المحرقۃ:ص:۱۳)

ترجمہ: اور ہم نے جو کچھ پیچھے بیان کیا ہے اس سے ہم نے یہ جان لیا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا تھا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا جو واقعہ نقل کیا جاتا ہے وہ

مردود ہے۔

اصحاب ظواہر اسے حجت نہیں مانتے۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ينعقد عن خبر الواحد، و لا ينعقد عن القياس لاختلاف الناس في القياس أنه حجة أم لا .فكيف يصدر الاجماع عن نفس الخلاف (کشف الأسرار: ج:۲/ص:۱۹۲)

ترجمہ: اجماع خبر واحد اور قیاس کے سبب ہونے کی صورت میں منعقد نہیں ہوتا کیونکہ قیاس کے حجت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ حجت ہے یا نہیں، تو اجماع ایسی شے سے کیسے صادر ہوگا جو خود مختلف فیہ ہے۔

اصحاب ظواہر کا یہ اختلاف درست نہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام کا اجماع کی سند قیاس و استنباط کو ٹھہرانا ثابت ہے اسی لئے جمہور علماء اسے سند مانتے ہیں۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ قیاس سند اجماع بننے کے بارے میں فرماتے ہیں:

(والقياس) و هو قول الجمهور فهو جائز لأنه لا مانع الا الظنية و ليست مانعة كالاحاد (فتح الغفار: ص:۳۵۴)

ترجمہ: اور قیاس کا سبب اجماع بننا جائز ہے، اور یہ جمہور علماء کا قول ہے کیونکہ اس میں کوئی شے مانع نہیں ہے (دوسروں کے نزدیک) سوائے ظنیت کے تو جس طرح ظنیت اخبار احاد کے حجت ہونے میں مانع نہیں ہوتی اسی طرح یہ اس میں بھی مانع نہیں۔

یعنی جس طرح سے خبر واحد سند اجماع بن سکتی ہے اسی طرح قیاس بھی سند اجماع بن سکتا ہے کیونکہ ظنیت اجماع کی سند بننے سے مانع نہیں۔

مراتب اجماع

حضرت امام دبوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قد حكى مشايخنا عن محمد بن الحسن نصا: أن اجماع

أهل كل عصر حجة الا أنه على مراتب أربعة.

فا لأقوى اجماع الصحابة نصا لأنه لا خلاف فيه بين الأمة لأن العترة يكونون فيهم ،و كذلك أهل المدينة.

ثم الذى ثبت بنص بعضهم و سكوت الباقين ،لأن السكوت فى الدلالة على التقرير دون النص. ثم اجماع من بعد الصحابة على حكم لم يظهر فيه قول من سبقهم لأن الصحابة كانوا خلفاء الرسول ﷺ و من بعدهم كانوا خلفاء الصحابة ....و لأن النبى ﷺ قال: خير الناس رهطى الذين أنا فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب. فرتبهم رسول الله ﷺ على مراتب فى الخيرية.

فكذلك نحن نرتبهم فى كونهم حجة لأنه نهاية ما ينتهى اليه صفة الخيرية. ثم اجماعهم على حكم سبقهم فيه مخالف لأن هذا فصل اختلف فيه العلماء و الفقهاء

(تقویم الأدلة: ص: ۳۲)

ترجمہ: اور ہمارے مشائخ نے حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے صراحتاً نقل کیا ہے کہ ہر زمانے کے اہل لوگوں کا اجماع حجت ہے مگر یہ کہ اس کے کچھ مراتب ہیں:

سب سے زیادہ قوی اجماع صحابہ کا صریح اجماع ہے کیونکہ اس میں امت کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اور اہل مدینہ منورہ بھی انہی میں سے ہیں۔

پھر اس کے بعد وہ اجماع ہے جو بعض مجتہدین کی صراحت اور بعض کے سکوت سے ثابت ہو کیونکہ ان کا سکوت ان کے اطمینان پر دلالت کرتا

ہے۔ اس کا درجہ اجماع صریح سے کم ہے۔

پھر اس کے بعد صحابہ کے بعد ایسے مسئلہ پر اجماع ہے جس کا صحابہ کے دور میں خلاف ثابت نہ ہو، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے خلفاء تھے اور جو ان کے بعد کے لوگ ہیں وہ صحابہ کے خلفاء ہیں....اور کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہتر لوگ میرے گروہ کے لوگ ہیں جن میں میں موجود ہوں پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہوں پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہوں، پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے بہتر ہونے کے مراتب کے اعتبار سے ترتیب فرمایا۔

پس اسی طرح ہم بھی انہیں ان کے حجت ہونے کے اعتبار سے ترتیب دیتے ہیں، کیونکہ یہ انتہا ہے جس پر بہتر ہونے کی صفت ختم ہو جاتی ہے۔

پھر اس کے بعد اس اجماع کا مرتبہ ہے جس میں علماء کا اجماع کسی ایسے حکم پر ہو جس میں ان کا مخالف گزر چکا ہو کیونکہ اس فصل میں علماء اور فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم هذا على مراتب فاجماع الصحابة مثل الاية و الخبر المتواتر و اجماع من بعد هم بمنزلة المشهور من الحديث و اذا صار الاجماع مجتهدا فى السلف كان كالصحيح من الاحاد و النسخ فى ذلك جائز بمثله اذا ثبت حكم باجماع عصر يجوز أن يجتمع اولئك على خلافه فينسخ به الاول (اصول البزدوی: ص: ۲۴۷)

ترجمہ: پھر اجماع کی تقسیم اپنے مراتب کے اعتبار سے ہے۔ پس صحابہ کا اجماع آیت اور حدیث متواتر کی مثل ہے اور ان کے بعد کا اجماع حدیث مشہور کے مقام میں ہے اور جب اجماع سلف کے مابین مقام اجتہاد بن جائے تو اس

صورت میں وہ اخبار احاد میں سے صحیح کے مقام میں ہوتا ہے، اور اس میں اسی کے مثل سے نسخ جائز ہے۔ جب علمائے عصر کے اتفاق سے کوئی حکم ثابت ہو جائے تو جائز ہے کہ وہ تمام اس کے خلاف کسی امر پر اتفاق کرلیں اور اس سے پہلے والا اجماع منسوخ ہو جائے۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(ثم اجماع من بعدهم على حكم لم يظهر فيه خلاف من سبقهم)ظاهره أنه متراخى المرتبة عن الاجماع السكوتى للصحابة و قد سوى بينهما فى التحرير لوجود الخلاف فيهما فنزل عن القطعية .(ثم اجماعهم على قول سبق فيه مخالف)لأنه اجماع مختلف فيه ومنه الاجماع الذى ثبت ثم رجع واحد منهم لأنه مختلف فيه أيضا كما فى التوضيح، و فى التلويح أن هذا الاجماع لا يضلل جاحده لما فيه من الاختلاف.و فى التوضيح و فى مثل هذا الاجماع يجوز التبديل فى عصر واحد و فى عصرين انتهى،و انما قيد به بناء على ما هو المختار عند الجمهور و هو أن الاجماع القطعى المتفق عليه لا يجوز تبديله و هو المراد بما سبق من أن الاجماع لا ينسخ و لا ينسخ به و المختلف فيه يجوز تبديله و تمامه في التلويح

(فتح الغفار:ص:۳۵۵)

ترجمہ: پھر اس کے بعد صحابہ کے بعد ایسے مسئلہ پر اجماع ہے جس کا صحابہ کے دور میں خلاف ثابت نہ ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ اس کا مرتبہ صحابہ کے اجماع سکوتی سے کم ہے تحریر میں آپ (امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ) نے ان دونوں کو برابر قرار دیا ہے

کیونکہ ان دونوں میں اختلاف پایا جاتا ہے جس سے ان کی قطعیت ختم ہو جاتی ہے، پھر اس کے بعد صحابہ کے بعد ایسے مسئلہ پر اجماع ہے جس کا صحابہ کے دور میں خلاف ثابت ہو۔ کیونکہ یہ اجماع مختلف فیہ ہے، اور اسی قبیل سے وہ اجماع بھی ہے جو منعقد ہو چکا ہو پھر ان اتفاق کرنے والے مجتہدین میں سے کوئی رجوع کرلے کیونکہ یہ بھی مختلف فیہ ہے جیسا کہ توضیح میں بیان کیا گیا ہے، اور تلویح میں ہے کہ اس اجماع کے عمداً انکار پر بھی منکر کی تضلیل نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کے حجت ہونے میں اختلاف ہے، اور توضیح میں ہے کہ اس قسم کے اجماع میں کسی ایک اور دو زمانوں میں تبدیلی جائز ہے۔

آپ نے تبدیل ہونے کی قید صرف اسی اجمع کے ساتھ اس لئے لگائی ہے کہ تمام جمہور علماء کا مختار یہ ہے کہ اجماع قطعی جس پر سب کا اتفاق ہو اس میں تبدیل کرنا جائز نہیں، اور یہی مراد ہے اس بیان سے جو پیچھے گزرا ہے کہ اجماع نہ منسوخ ہوتا ہے اور نہ ہی منسوخ کرتا ہے اور جہاں تک مختلف فیہ کا تعلق ہے تو اس میں تبدیلی کرنا جائز ہے، اور اس کی پوری بحث تلویح میں ہے۔

اجماع کے ناسخ ہونے پر ایک اشکال کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

و أورد عليه قد سقط نصيب المؤلفة قلوبهم بالاجماع فى زمن الصديق رضى الله تعالىٰ عنه .و أجيب بأنه لسقوط سببه لا لورود دليل شرعى على ارتفاعه أو من انتهاء الحكم لانتهاء علته المعلولة و ليس نسخا

(فتح الغفار:ص:۳۳۹)

ترجمہ: اور اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ مؤلفہ قلوب کا حصہ مصارف زکوٰۃ میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں اجماع صحابہ سے ساقط کر دیا گیا (یعنی اجماع کا نسخ کرنا تو ثابت ہوگیا) تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

یہ اپنے سبب کے ساقط ہونے کی وجہ سے ساقط ہوگیا نہ کہ اس کے نسخ پر کسی دلیل شرعی کے وارد ہونے کی وجہ سے یا اس کا حکم ختم ہوگیا علت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اور یہ نسخ نہیں ہے۔

خلاصہ:

1. سب سے افضل اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع صریح ہے۔
2. اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سکوتی کا درجہ ہے۔
3. اس کے بعد اس اجماع کا درجہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کسی ایسے امر پر ہو جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی مخالف قول نہ ہو۔
4. اس کے بعد اس اجماع کا درجہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کسی ایسے امر پر ہو جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو۔
5. اس کے بعد اس اجماع کا مرتبہ ہے جس کے انعقاد کے بعد کوئی مجتہد اپنی رائے سے رجوع کرلے۔

اجماع کی مختلف فیہ صورتیں:

اجماع کی بیان کردہ صورتوں میں سے ہر کسی صورت میں علماء کا کسی نہ کسی درجہ میں اختلاف رہا ہے۔ صرف ایک صورت ایسی ہے کہ جو متفق علیہ ہے (اس کا بیان ان شاء اللہ آگے ہوگا)۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سکوتی میں بھی اختلاف ہے۔ اجماع کی مختلف فیہ صورتیں درج ذیل ہیں:

1. اجماع سکوتی۔
2. صرف اجماع اہل مدینہ منورہ، رضی اللہ عنہم
3. صرف اجماع اہل بیت رضی اللہ عنہم
4. وہ اجماع جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کسی ایسے امر پر ہو جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

کوئی قول نہ ہو۔

5. وہ اجماع جو صحابہ کرام کے بعد کسی ایسے امر پر ہو جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو۔
6. وہ اجماع جس کے انعقاد کے بعد کوئی مجتہد اپنی رائے سے رجوع کرلے۔
7. وہ اجماع جس کی سند خبر واحد ہو۔
8. وہ اجماع جس کی سند قیاس ہو۔
9. وہ اجماع جو کسی ایسے مسئلہ پر کیا گیا ہو جس کی مخالفت بعض مجتہدین نے کی ہو۔
10. وہ اجماع جس میں شرکت کرنے والے تمام مجتہدین حیات ہوں تاوقتیکہ ان کی وفات نہ ہوجائے۔
11. وہ اجماع جو بطریق خبر واحد منقول ہو۔

اجماع کی متفق علیہ صورت:

اجماع کی صرف ایک صورت متفق علیہ ہے اور وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایسا اجماع صریح ہے جس کی سند قرآن حکیم، حدیث متواتر یا مشہور ہو اور وہ بطریق تواتر یا اشتہار منقول ہو۔

منکر اجماع کی بحث

اجماع کے تعارف کے حوالہ سے ہم نے سابقہ اوراق میں ایجازا تمام بحث اس لئے کی ہے تاکہ ہم منکر اجماع کا حکم معلوم کرسکیں۔ سابقہ تمام ابحاث کو ذہن میں رکھتے ہوئے منکر اجماع کے کافر ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں درج ذیل امور ہمارے سامنے آتے ہیں:

1. اجماع کی وہ تمام صورتیں جو مختلف فیہ ہیں ان میں سے کسی کا بھی انکار کفر نہیں ہے کیونکہ کسی مسلمان کا (نعوذ باللہ) کافر ہوجانا اس کو مباح الدم کردیتا ہے اسی لئے فقہاء نے اس میں کمال احتیاط سے کام لیا ہے، پس وہ مسئلہ جس میں اختلاف یا شبہ ہو اس پر

کسی مسلمان کی تکفیر کرنا جائز نہیں۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(ثم اجماعهم على قول سبق فيه مخالف)لأنه اجماع مختلف فيه ومنه الاجماع الذى ثبت ثم رجع واحد منهم لأنه مختلف فيه أيضا كما فى التوضيح. وفى التلويح أن هذا الاجماع لا يضلل جاحده لما فيه من الاختلاف.

(فتح الغفار، ص:۳۵۵)

ترجمہ: پھر اس کے بعد صحابہ کے بعد ایسے مسئلہ پر اجماع ہے جس کا صحابہ کے دور میں خلاف ثابت ہو کیونکہ یہ اجماع مختلف فیہ ہے، اور اسی قبیل سے وہ اجماع بھی ہے جو منعقد ہو چکا ہو پھر اتفاق کرنے والے مجتہدین میں سے کوئی رجوع کرلے کیونکہ یہ بھی مختلف فیہ ہے جیسا کہ توضیح میں بیان کیا گیا ہے، اور تلویح میں ہے کہ اس اجماع کے عمداً انکار پر بھی منکر کی تضلیل نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کے حجت ہونے میں اختلاف ہے۔

امام برہان الدین فرماتے ہیں:

ثم ما يكون كفره بلا خلاف يوجب احباط العمل، و يلزمه اعادة الحج ان كان قد حج و يكون وطء ه مع امرأته زنا، و الولد المتولد فى هذه الحالة يكون ولد الزنا. و ان أتى بكلمة الشهادة بعد ذلك، اذا كان الاتيان بكلمة الشهادة على وجه العادة و لم يرجع عما قال لأن الأتيان بكلمة الشهادة على وجه العادة لا يرتفع الكفر. و ما كان فى كونه كفرا اختلافا، فان قائله يؤمر بتجديد النكاح، و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط.

(المحيط البرهانی: ج:۷/ص:۳۹۹)

ترجمہ: پھر جو بغیر کسی اختلاف کے کفر ہو تو وہ اعمال کو برباد کر دے گا، اور اس صورت میں اگر اس نے حج کیا ہو تو حج کا اعادہ کرنا ہوگا، اپنی بیوی کے ساتھ وطی کرنا زنا ہوگا اور جو بچہ پیدا ہوگا وہ ولد الزنا ہوگا۔ اگر وہ اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھ لیتا ہے تو اگر یہ محض عادت کے طور پر پڑھا ہو اور اس کفر سے رجوع نہ کیا ہو تو کفر اس سے دور نہ ہوگا اور وہ کافر ہی رہے گا، اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو اس کے کہنے والے کو احتیاطاً تجدید ایمان، توبہ اور رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و فيه أن المسئلة اذا كانت مختلفا فيها لا يجوز تكفير مسلم بها (شرح الفقه الأكبر، ص:۷۷)

ترجمہ: اور ظہیریہ میں ہے کہ بے شک جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار دینا جائز نہیں۔

۲ وہ اجماع جس کی سند خبر مشہور، خبر واحد یا قیاس ہو تو اس کا انکار کفر نہیں ہو سکتا کیونکہ خبر واحد اور قیاس دلائل ظنیہ ہیں اور دلیل ظنی کا انکار کفر نہیں ہوتا۔ خبر مشہور قطعی الثبوت نہیں ہوتی۔

۳ اجماع سکوتی کا انکار کفر نہیں اگرچہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہی کیوں نہ ہو البتہ اس کی تضلیل کی جائے گی۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا يكفر جاحده و ان كان هو من الأدلة القطعية بمنزلة العام من النصوص انتهى (فتح الغفار، ص:۳۵۱)

ترجمہ: اس کا جان بوجھ کر انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا اگرچہ یہ دلیل قطعی میں سے، عام جو نصوص میں سے ہو، کے قائم مقام ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں:

(ثم الذی نص البعض و سکت الباقون)لأنه و ان کان قطعیا عندنا لم یکفر جاحده بمنزلة العام من النصوص کما فی التلویح أو لوجود الخلاف فیه فنزل عن القطعیة الی الطمأنینة فیضلل عندنا کما فی التحریر ...لوجود الخلاف فیهما فنزل عن القطعیة

(فتح الغفار:ص:۳۵۱)

ترجمہ: پھر اجماع سکوتی کا مقام ہے۔اس کا جان بوجھ کر انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا اگرچہ یہ دلیل قطعی میں سے ،عام جو نصوص میں سے ہو، کے قائم مقام ہے جیسا کہ تلویح میں ہے یا اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے یہ اپنی قطعیت کو کھو کر اطمینان کی حد پر آجاتا ہے تو اس کے منکر کی تضلیل کی جائے گی۔جیسا کہ تحریر میں ہے.... کیونکہ ان دونوں میں اختلاف کی وجہ سے وہ درجہ قطعیت سے اتر جاتے ہیں۔

حضرت علامہ حصنی فرماتے ہیں:

و لا یکفر جاحده بل یضلل (افاضة الأنوار:ص:۲۱۱)

ترجمہ: اور اس کا جان بوجھ کر انکار کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی تضلیل کی جائے گی۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لکن لا یکفر جاحده و ان کان من الأدلة القطعیة بمنزلة العام من النصوص و کذا فی التلویح (شرح شرح المنار:ص:۲۰۹)

ترجمہ: اس کا جان بوجھ کر انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا اگرچہ یہ دلیل قطعی میں سے ،عام جو نصوص میں سے ہو، کے قائم مقام ہے۔اور اسی طرح سے تلویح میں ہے۔

◆ نفس اجماع کا انکار کفر ہے۔

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حکمه فی الأصل أن یثبت المراد به حکما شرعیا علی سبیل الیقین (اصول البزدوی:ص:۲۴۵)

ترجمہ: اس کا حکم یہ ہے کہ اصل میں اس کی مراد بطور حکم شرعی یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں:

و من أنکر الاجماع فقد ابطل دینه کله لان مدار اصول الدین کلها و مرجعها الی اجماع المسلمین

(اصول البزدوی:ص:۲۴۷)

ترجمہ: اور جس نے اجماع کا انکار کیا اس نے اپنے دین کو مکمل طور پر باطل کیا کیونکہ اصول دین کا مدار اور اس کا مرجع مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

حضرت شیخ عبد العزیز بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فیکفر جاحده فی الأصل :أی یحکم بکفر من أنکر اصل الاجماع بان قال لیس الاجماع بحجة اما من أنکر تحقق الاجماع فی حکم بان قال لم یثبت فیه اجماع أو انکر الاجماع الذی اختلف فیه فلا (کشف الأسرار:ج:۳/ص:۲۶۲)

ترجمہ: اس کا جان بوجھ کر انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، یعنی جو شخص اصل اجماع کا انکار کر دے اس کے کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔جیسے وہ یوں کہے کہ اجماع کوئی حجت نہیں ہے۔مگر جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جو کسی مسئلہ میں اجماع کے متحقق ہونے کا انکار کر دے جیسے یوں کہے کہ اس مسئلہ میں اجماع کا انعقاد ثابت نہیں یا ایسے اجماع کا انکار کر دے جس میں اختلاف ہو تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال فی التلویح: و أما الحکم الشرعی المجمع علیه فان کان اجماعه ظنیا لا یکفر جاحده، و ان کان قطعیا فقیل یکفر و قیل لا، و الحق أن نحو العبادات الخمس مما علم بالضرورة کونه من الدین یکفر جاحده اتفاقا و انما الخلاف فی غیره (شرح شرح المنار: ص: ۲۱۰)

تلویح میں ہے کہ اور جہاں تک حکم شرعی کا تعلق ہے جس پر اجماع منعقد ہو چکا ہو تو اگر وہ اجماع ظنی ہو تو اس کے انکار سے جان بوجھ کر انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا، اور اگر اجماع قطعی ہو تو کہا جاتا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا، اور حق یہ ہے کہ ایسے مسائل پر اجماع جن کا ضروریات دین میں سے ہونا ثابت ہے جیسے پانچ اوقات کی نمازیں تو وہ بالاتفاق کافر ہو جائے گا، اور اختلاف اس کے علاوہ دوسرے اجماع میں ہے۔

یاد رہے کہ اجماع کے انکار کے کفر ہونے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس کا تعلق امور دینیہ میں سے ہو بصورت دیگر اس کے انکار سے مسلمان کافر نہیں ہوگا۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

و کذا مخالفة ما أجمع علیه و انکاره بعد العلم به یعنی من أمور الدین فان من أنکر جود حاتم أو شجاعة علی رضی الله تعالیٰ عنه لا یکفر (شرح الفقه الأکبر: ص: ۱۵۲)

ترجمہ: اسی طرح وہ امر جس پر اجماع ہو چکا ہو اس کی مخالفت اور اس کا انکار جاننے کے بعد کفر ہے، یعنی وہ اجماع جو امور دین میں سے ہو، پس جس نے حاتم طائی کی سخاوت یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا انکار کیا تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

۵ وہ اجماع صحابہ جو صریح ہو، اس کی سند قرآن حکیم، حدیث متواتر ہو اور وہ بطریق تواتر منقول ہو۔ یہی وہ اجماع ہے جو اس حد تک علم یقینی اور قطعیت کا فائدہ دیتا کہ یہ عمل اور علم دونوں کو لازم کرتا ہے لہٰذا اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فاجماع الصحابة مثل الایة و الخبر المتواتر و اجماع من بعدهم بمنزلة المشهور من الحدیث (اصول البزدوی: ص: ۲۴۷)

ترجمہ: اور اجماع صحابہ مثل آیت اور حدیث متواتر کے ہے اور ان کے بعد کا اجماع حدیث مشہور کے قائم مقام ہے۔

حضرت امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أن ما اجمع علیه الصحابة فهو بمنزلة الثابت بالکتاب و السنة فی کونه مقطوعا به حتی یکفر جاحده

(اصول السرخسی: ج: ۱/ص: ۳۱۸)

ترجمہ: بے شک جس پر صحابہ کا اجماع ہو تو وہ اس کے قائم مقام ہے جو قرآن اور سنت سے ثابت ہو، اپنی قطعیت کے اعتبار سے، یہاں تک کہ اس کے منکر کی تکفیر کی جائے گی۔

امام ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ اجماع صحابہ جو تواتر سے منقول ہو اس کے بارے میں کہتے ہیں:

فانه یوجب العلم و العمل قطعا کاجماعهم علی کون القرآن کتاب الله تعالیٰ و فریضة الصلاة و غیرها

(شرح منار الانوار: ص: ۲۵۸)

ترجمہ: وہ علم اور عمل دونوں کو قطعی طور پر واجب کرتا ہے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا قرآن کے کتاب اللہ ہونے اور نماز کے فرض ہونے پر اجماع ہونا۔

حضرت شیخ ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(فا لأقوى اجماع الصحابة نصا)مثل أن يقولوا: جميعا أجمعنا على كذا(فانه مثل الاية و الخبر المتواتر) حتى يكفر جاحده(نورالأنوار:ج:۲/ص:۱۹۴)

ترجمہ: سب سے زیادہ قوی اجماع ،صحابہ کا اجماع صریح ہے جیسے سب یہ کہیں کہ ہم اس پر متفق ہیں۔ یہ آیت اور حدیث متواتر کی مثل ہے یہاں تک کہ اس کا جان بوجھ کر انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

حضرت امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و كذا مخالفة ما أجمع عليه و انكاره بعد العلم به

(المسايرة:ص:۲۸۴)

ترجمہ: اور اسی طرح جس امر پر اجماع ہو چکا ہو اس کی مخالفت اور انکار معلوم ہونے کے بعد کفر ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے معلوم ہونے کی قید اسی لئے لگائی ہے کہ اگر اجماع ضروریات دین کے علاوہ کسی اور امر پر ہو تو اس کا انکار حالت جہالت میں کفر نہیں ہوگا لیکن اگر وہ جاننے کے باوجود انکار کر دے تو اس صورت میں اسے کافر ہی کہا جائے گا۔

حضرت ابن ابی شریف مقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فيحكم في هذه الحالة بكفره لظهور التكذيب

(المسامرة:ص:۲۹۹)

ترجمہ: اس حالت میں تکذیب کے ظاہر ہو جانے کی وجہ سے اس کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ اجماع قطعی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و مخالف مثل هذا الاجماع يكفر كما يكفر مخالف النص البين (الایمان:ص۴۸)

ترجمہ: اس طرح کے اجماع کا مخالف کافر ہو جائے گا جیسے واضح نص کا مخالف کافر ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن ابی شریف مقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و المعتمد عند الشافعية عدم اطلاق تكفير منكر المجمع عليه.قال النووى فى الروضة ليس تكفير المجمع عليه على اطلاقه ،بل من جحد مجمعا عليه فيه نص و هو من الأمور الظاهرة التى يشترك فى معرفتها الخواص و العوام كالصلاة وتحريم الخمر و نحوهما فهو كافر ،ومن جحد مجمعا عليه لا يعرفه الا الخواص كاستحقاقه بنت الابن السدس مع بنت الصلب و نحوه ،فليس بكافر قال :و من جحد مجمعا عليه ظاهرا لا نص فيه فى الحكم بتكفيره خلاف (المسایرہ ص:۳۰۰)

ترجمہ: اور شوافع کے نزدیک قابل اعتماد بات یہ ہے کہ اجماعی مسائل کے منکر کی مطلقاً تکفیر نہیں کی جائے گی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے الروضۃ میں فرمایا ہے کہ اجماعی مسئلہ کے منکر کی تکفیر مطلقاً نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی تکفیر کی جائے گی جو ایسے مسئلہ کا انکار کرے جس میں نص وارد ہوئی ہو اور وہ ان امور میں سے ہے جن کے جاننے میں خواص وعوام سب مشترک ہوں جیسے نماز، شراب کی حرمت وغیرہ، اس صورت میں وہ کافر ہوگا، اور جس نے ایسے مسئلہ کا انکار کیا جس کو خواص (علمائ) جانتے ہوں عوام نہ جانتے ہوں جیسے بیٹے کی بیٹی کا صلبی بیٹی کے ساتھ سدس کا مستحق ہونا تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا جو اجماع صریح کا انکار کرے جس میں کوئی نص وارد نہ ہو اس کے حکم تکفیر میں اختلاف ہے۔

ہم اس بحث کو حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ اس عبارت پر ختم کرتے ہیں۔

انکار اجماع کے بارے میں حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و هذا موافق لما قدمنا عنه من أنه يكفر بانكار ما أجمع عليه بعد العلم به،و مثله ما فی نور العين عن شرح العمدة أطلق بعضهم أن مخالف الاجماع يكفر،و الحق أن المسائل الاجماعية تارة يصحبها التواتر عن صاحب الشرع كوجوب الخمس و قد لا يصحبها،فا لأول يكفر جاحده لمخالفته التواتر لا لمخالفته الاجماع. ثم نقل فی نور العين عن رسالة الفاضل الشهير حسام جلبی من عظماء علماء السلطان سليم بن با يزيد ما نصه:اذا لم تكن الاية أو الخبر المتواتر قطعی الدلالة أو لم يكن الخبر متواترا،أو كان قطعيا لكن فيه شبهة،أو لم يكن الاجماع اجماع الجميع أو كان،و لم يكن اجماع الصحابة أو كان،و لم يكن اجماع جميع الصحابة ،أو كان اجماع جميع الصحابة ،و لم يكن قطعيا بأن لم يثبت بطريق التواتر أو كان قطعيا لكن كان اجماعا سكوتيا ،ففی كل من هذه الصور لا يكون الجحود كفرا ،يظهر ذلك لمن نظر فی كتب الأصول ،فاحفظ هذا الأصل فانه ينفعك فی استخراج فروعه حتی تعرف منه صحة ما قيل،انه يلزم الكفر فی موضع كذا و لا يلزم فی موضع آخر. (رد المحتار:ج:٦/ص:٣٥٧)

ترجمہ: اور یہ موافق ہے اس کے جو ہم نے ان سے نقل کرتے ہوئے پیچھے بیان کیا

ہے کہ وہ جان بوجھ کر اجماعی مسائل کے انکار سے کافر ہو جائے گا،اور اسی کی مثل نور العین میں عمدہ کی شرح سے منقول ہے۔بعض علماء نے اس کو مطلق بیان کیا ہے کہ اجماع کا مخالف کافر ہے،اور حق یہ ہے کہ اجماعی مسائل کبھی شارع کی طرف سے تواتر کے ساتھ ہوتے ہیں جیسے پانچ نمازوں کا وجوب ہے اور کبھی تواتر کے ساتھ نہیں ہوتے۔

تو پہلی قسم کا جان بوجھ کر انکار تواتر کی مخالفت کی وجہ سے کفر ہوگا نہ کہ اجماع کی مخالفت کی وجہ سے، پھر نور العین میں حضرت حسام چلپی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب آیت یا خبر متواتر قطعی الدلالۃ نہ ہو یا خبر متواتر ہی نہ ہو یا قطعی تو ہو مگر اس میں شبہ ہو یا اجماع تمام علماء کا نہ ہو یا تمام علماء کا اجماع تو ہو مگر اجماع صحابہ نہ ہو یا اجماع صحابہ تو ہو مگر تمام صحابہ کا اجماع نہ ہو یا تمام صحابہ کا اجماع تو ہو مگر قطعی نہ ہو کہ وہ بطریق تواتر ثابت نہ ہو یا قطعی تو ہو (یعنی بطریق تواتر تو ثابت ہو) مگر اجماع سکوتی ہو،تو ان تمام صورتوں میں ان کا جان بوجھ کر انکار کرنے والا بھی کافر نہیں ہوگا۔

یہ اس پر ظاہر ہوگا جس کی کتب اصول پر نظر ہے،اس قاعدے کو یاد رکھو کیونکہ یہ تم اس کی فروعات نکالنے میں نفع دے گا یہاں تک کہ تم اس سے اس کی صحت معلوم کر سکو گے جو کہا گیا ہے۔بے شک یہ بعض صورتوں میں کفر کو لازم کرتا ہے اور بعض دوسری صورتوں میں نہیں کرتا۔

یاد رہے کہ اگر اجماع ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ پر ہے تو اس کا انکار بہر صورت کفر ہے چاہے جان بوجھ کر ہو یا لاعلمی میں،لیکن اگر اجماع قطعی ہو اور ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ پر نہ ہو تو اس کا انکار بحالت جہالت کفر نہ ہوگا البتہ اگر وضاحت کے بعد بھی وہ انکار پر مصر رہے تو پھر وہ کافر ہو جائے گا۔اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

شریعت کا استخفاف یا استہزاء

شریعت وہ ضابطہ حیات اور قانون الٰہی ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے کسی رسول کو عطا کیا جاتا ہے شرعی احکامات اپنے ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے قطعی یا ظنی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی بھی امر کا انکار کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (الاحزاب ۳۳:۳۶)

ترجمہ: اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرمادیں تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں ہے۔

اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کا انکار کرنا گویا ان کا ہی انکار کرنا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی فرد کسی شرعی حکم کو خفیف جانتا ہے، اس کا مذاق اڑاتا ہے، اس کی توہین کرتا ہے یا اسے قابل قدر شے نہیں سمجھتا تو یہ بھی انکار ہی ہے بلکہ انکار کی ادنیٰ صورت ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے سخت اجتناب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝ (النساء ۴:۱۴۰)

ترجمہ: اور بے شک (اللہ نے) تم پر کتاب میں یہ (حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ (انکار اور تمسخر کو چھوڑ کر) کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ (یٰس ۳۶:۳۰،۳۱،۳۲)

ترجمہ: ہائے (ان) بندوں پر افسوس ہے! ان کے پاس کوئی رسول نہ آتا تھا مگر یہ کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر ڈالیں، کہ اب وہ لوگ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آئیں گے۔ مگر یہ کہ وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ ۲:۲۳۱)

ترجمہ: اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بنالو، اور یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو اس نے تم پر نازل فرمائی ہے اور اس کتاب کو جو اس نے تم پر نازل فرمائی ہے اور دانائی (کی باتوں) کو (جن کی اس نے تمہیں تعلیم دی ہے) وہ تمہیں (اس امر کی) نصیحت فرماتا ہے، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بیشک اللہ سب کچھ

جاننے والا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ (المائدۃ ۵:۵۷-۵۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسے لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، ان کو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنائے ہوئے ہیں اور کافروں کو دوست مت بناؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو بشرطیکہ تم (واقعی) صاحب ایمان ہو۔ اور جب تم نماز کے لئے (لوگوں کو بصورتِ اذان) پکارتے ہو تو یہ (لوگ) اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (بالکل) عقل ہی نہیں رکھتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ (الجاثیۃ ۴۵:۹)

ترجمہ: اور جب اسے ہماری (قرآنی) آیات میں سے کسی چیز کا (بھی) علم ہو جاتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے لئے ذلت انگیز عذاب ہے۔ ان کے (اس عرصہ حیات کے) بعد دوزخ ہے اور جو (مال دنیا) انہوں نے کما رکھا ہے ان کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ وہ بت (ہی کام آئیں گے) جنہیں اللہ کے سوا انہوں نے کارساز بنا رکھا ہے اور ان کے لئے

بہت سخت عذاب ہے۔

ان تمام آیات مقدسات سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے رسل علیہم السلام اور احکامات کا مذاق اڑانا، ان کا استخفاف کرنا، کفار اور منافقین کا طریقہ ہے۔ جو شخص اس گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور آخرت میں اس کے لئے سخت عذاب اور رسوائی ہے۔

حضرت امام عمر نسفی فرماتے ہیں:

و الاستهانة بها كفر و الاستهزاء على الشريعة كفر

(العقائد النسفیۃ: ص: ۱۶۸)

ترجمہ: اور شریعت کی توہین کرنا کفر ہے اور شریعت کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

اس کی شرح میں سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لأن ذلك من امارات التكذيب (شرح العقائد النسفیۃ: ص: ۱۶۸)

ترجمہ: کیونکہ یہ تکذیب (جھٹلانے) کی علامات میں سے ہے۔

حضرت امام دبوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الا أن يتركها استخفافا بها فيكفر أو يفسق لأن ذلك ينصرف الى واضعها (تقویم الأدلۃ: ص: ۷۹)

ترجمہ: اگر کوئی سنت کو استخفافاً ترک کر دیتا ہے تو وہ کافر ہو جائے یا فاسق ہوگا کیونکہ اس صورت میں یہ استخفاف اس کے وضع کرنے والے یعنی نبی کریم ﷺ کا استخفاف ہوگا۔

حضرت امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرض کے بارے میں فرماتے ہیں:

و حكم هذا القسم شرعا أنه موجب للعلم اعتقادا باعتبار أنه ثابت بدليل مقطوع به و لهذا يكفر جاحده و موجب للعمل بالبدن للزوم الأداء بدليله .فيكون

المؤدی مطیعا لربه.و التارك للأداء عاصیا لأنه بترك الأداء مبدل للعمل لا للاعتقاد و ضد الطاعة العصیان و لهذا لا یکفر بالامتناع عن الأداء فیما هو من أرکان الدین لا من اصل الدین الا أن یکون تارکا علی وجه الاستخفاف فان استخفاف أمر الشارع کفر فأما بدون الاستخفاف فهو عاص بالترك من غیر عذر فاسق لخروجه من طاعة ربه (اصول السرخسی: ج:۱/ص:۱۱۱)

ترجمہ: اور اس قسم (فرض) کا شرعاً حکم یہ ہے کہ یہ علم کو اعتقاد کے اعتبار سے اس طرح واجب کرتی ہے کہ یہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ یہ بدن پر عمل کو واجب کر دیتا ہے کیونکہ اس کی دلیل کی وجہ سے اس کو ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ پس اس کو ادا کرنے والا اپنے رب کی اطاعت کرنے والا ہو گا۔ اس کو ترک کرنے والا گناہ گار ہو گا کیونکہ وہ اس کی ادائیگی کو ترک کرنے کی وجہ سے عمل کو تبدیل کرنے والا ہے نہ کہ اعتقاد کو، اور اطاعت کی ضد نافرمانی ہوتی ہے، اسی وجہ سے وہ عمل کی ادائیگی سے رکنے کی وجہ سے کافر نہیں ہو گا، اس چیز میں سے جو ارکان دین میں سے ہے نہ کہ اصل دین میں سے، لیکن اگر اس نے اس کو خفیف جانتے ہوئے ترک کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ شارع کے امر کا استخفاف کرنا کفر ہے، البتہ اگر وہ فرض کو بغیر استخفاف کے ترک کر دے تو وہ بلا عذر فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جائے گا اور فاسق ٹھہرے گا۔

یعنی اگر کوئی شخص فرض کو بلا عذر ترک کر دیتا ہے تو وہ فاسق و فاجر کہلائے گا لیکن اگر حالت اضطراری میں وہ دلیل قطعی سے ثابت ہونے والے حکم کو ترک کر دے تو وہ فاسق بھی

نہیں کہلائے گا، البتہ اگر اس نے حکم شرعی کی توہین کرتے ہوئے اسے ترک کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ حکم شرعی کو حقیر جاننا گویا اس کی تکذیب ہی کرنا ہے۔ ایمان کا تعلق اعتقاد سے ہے عمل سے نہیں اور نہ ہی اعمال ایمان کا رکن ہیں اسی وجہ سے وہ ترک عمل کی وجہ سے فاسق کہلائے گا نہ کہ کافر۔

علامہ حصنی فرماتے ہیں:

(و یفسق تارکه) لوجوب العمل (بلا عذر) اکراه و لا استخفاف (افاضۃ الأنوار: ص:۱۶۴)

ترجمہ: یعنی امر شرعی کو بلا عذر ترک کرنے والا فاسق ہو گا کیونکہ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسے مجبور کیا جائے تو اس صورت میں وہ فاسق بھی نہیں ہو گا البتہ اسے خفیف سمجھ کر ترک کرنے کی صورت میں فرد کافر ہو جائے گا۔

اس کی شرح میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(قوله ولا استخفاف) والا فهو کافر (نسمات الأسحار: ص:۱۶۴)

آپ کا استخفاف کی قید لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس نے استخفاف کے ساتھ اسے ترک کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اس بارے میں ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

احترز به عن الاکراه الا أن یکون تارکا علی وجه الاستخفاف فحینئذ یکفر لأن الاستخفاف بالشرائع کفر

(شرح منار الأنوار: ص:۱۹۵)

ترجمہ: آپ نے 'اکراہ' فرما کر اکراہ سے احتراز کیا ہے یعنی مجبوری کی حالت میں کرنے پر وہ فاسق بھی نہیں ہو گا، لیکن اگر اس نے استخفاف کے طور پر فرض کو ترک کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ امر شرعی کا استخفاف کفر ہے۔

حضرت امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لأن مناط التكفير و هو التكذيب أو الاستخفاف بالدين عند ذلك يكون (المسايرة، ص:۲۲۹)

ترجمہ: کیونکہ کسی کو کافر قرار دینے کا مدار تکذیب پر ہے یا دین کا استخفاف کرنے پر ہے جبکہ اسے علم بھی ہو۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

الهازي أو المستهزئ اذا تكلم بكفر استخفافا و استهزاء و مزاحا يكون كفرا عند الكل و ان كان اعتقاده خلاف ذلك (الفتاویٰ الهندية: ج:۲/ص:۲۷۶)

ترجمہ: مذاق اڑانے یا مذاق اڑوانے والا جب زبان سے کلمہ کفریہ استخفاف یا استہزاء کے طور پر ادا کرے گا تو یہ تمام کے نزدیک کفر ہوگا۔ اگرچہ اس کا اعتقاد اس کے خلاف ہو۔

شیخ ابن تیمیہ نقل فرماتے ہیں:

و كذلك نقل عن الشافعي أنه سئل عمن هزل بشئ من آيات الله _تعالىٰ_ أنه قال: هو كافر و استدل بقول الله تعالىٰ: قل أبالله و ء اياته و رسوله كنتم تستهزء ون لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم (التوبة۹: ۶۵_۶۶) (الصارم المسلول، ص:۳۵۳)

ترجمہ: اور اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کی کسی بھی نشانی کا مذاق اڑاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کافر ہے اور آپ نے اس آیت مقدسہ سے استدلال فرمایا:

ترجمہ: فرمادیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر تم میں ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں (تب بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔

فقہائے عظام کے بیان کردہ ان تمام اصولوں اور قواعد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرعی حکم کو حکم شرعی جانتے ہوئے حقیر جاننا، اس کا استخفاف کرنا کفر ہے کیونکہ استہزاء، استحقار اور استخفاف انکار کی ادنیٰ صورتیں ہیں۔ اگرچہ اس حکم کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو۔ لیکن اگر حکم شرعی کو سستی کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو اس پر فسق وفجور کا حکم لگایا جائے گا اور اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

خلاصہ:

ادلہ سمعیہ، ضروریات دین اور استخفاف شریعت سے متعلق اگر ہم علماء کے اقوال میں غور کریں تو استخفاف شریعت کرنے پر حکم لگانے کا درج ذیل خلاصہ ہمارے سامنے آتا ہے:

1. ضروریات دین کا استخفاف عمداً کیا جائے یا نادانستہ طور پر یا جہالت کی بنا پر اس کی تحقیر کی جائے اور یہ استخفاف ترک عمل کے ساتھ ہو یا انکار کے ساتھ دونوں صورتوں میں کفر کا حکم لگایا جائے گا۔
2. ادلہ قطعیہ کا استخفاف اگر علم کے باوجود کیا جائے تو چاہے وہ انکار کے ساتھ ہو یا عمل کے ساتھ دونوں صورتوں میں وہ کافر ہو جائے گا، البتہ اگر جہالت کے سبب وہ استخفاف امر قطعی کرتا ہے تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا لیکن اگر آگاہ ہونے کے بعد بھی اس پر قائم رہے تو پھر اس کی تکفیر کی جائے گی۔

سابقہ اوراق میں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ فقہاء نے ضروریات دین میں جہالت کو عذر تسلیم نہیں کیا ہے البتہ ادلہ قطعیہ سے ثابت شدہ امور میں اسے عذر تسلیم کیا گیا ہے۔

3. ظنی امور کا استخفاف اگر ان کی شرعی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے کیا جائے تو یہ کفر ہے

چاہے یہ استخفاف عمل کے ساتھ ہو یا انکار کی صورت میں ۔ اگر کسی ظنی امر کا استخفاف اسے امر شرعی نہ مانتے ہوئے ہو تو اس صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

ایک اہم نکتہ:

اس باب میں ہم ایک انتہائی اہم امر کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ علمائے اصول اور فقہاء کے مابین استخفاف حدیث کا معنی مختلف فیہ ہے۔

امام دبوسی فرماتے ہیں:

الا أن یکون استخفافا بأخبار الأحاد فنفسقه لوجوب المصیر الی خبر الواحد بالاجماع (تقویم الأدلۃ: ص: ۷۸)

ترجمہ: یعنی اگر کوئی اخبار احاد کا استخفاف کرے گا تو ہم اسے فاسق قرار دیں گے کیونکہ اجماعی طور پر خبر واحد کو قبول کرنا واجب ہے۔

امام بزدوی فرماتے ہیں:

و یفسق تارکه اذا استخف بأخبار الأحاد فاما متأولا فلا

(اصول البزدوی: ص: ۱۳۷)

ترجمہ: اور اگر کوئی واجب کو اخبار احاد کا استخفاف کرتے ہوئے کردے تو اس کو فاسق قرار دیا جائے گا لیکن اگر وہ استخفاف حدیث تاویل کرتے ہوئے کرے تو وہ فاسق نہیں ہوگا۔

صاحب منار فرماتے ہیں:

و یفسق تارکه اذا استخف بأخبار الأحاد فأما متأولا فلا

(المنار: ص: ۱۶۵)

ترجمہ: اور اگر کوئی واجب کو اخبار احاد کا استخفاف کرتے ہوئے کردے تو اس کو فاسق قرار دیا جائے گا لیکن اگر وہ استخفاف حدیث تاویل کرتے ہوئے کرے تو وہ فاسق نہیں ہوگا۔

اس کی شرح میں ابن ملک فرماتے ہیں:

(حتی لا یکفر جاحده و یفسق تارکه اذا استخف بأخبار الاحاد)بان لا یری العمل بها واجبا(فاما متأولا فلا)یعنی اذا ترکه لمعنی ادی اجتهاده الیه بان قال هذا الخبر غریب أو ضعیف أو مستنکر أو مخالف للکتاب لا یفسق تارکه لأن التاویل من سیرة السلف و المصنف لم یتعرض لما اذا ترکه تهاونا بلا استخفاف و لا تأویل ذکر فی الکشف الصحیح انه یفسق تارکه لا مستخفا و لا متأولا لا ن الأدلة القطعیة دلت علی وجوب العمل بخبر الواحد (شرح منار الأنوار: ص: ۱۹۵_۱۹۶)

ترجمہ: یعنی اگر وہ استخفاف حدیث اس طور پر کرتا ہے کہ وہ اخبار احاد کو موجب عمل نہیں جانتا تو اس صورت میں اس کو فاسق قرار دیا جائے گا لیکن اگر وہ تاویل کرتے ہوئے اپنے اجتہاد سے اسے کردے جیسے وہ یہ کہے کہ یہ حدیث غریب ہے یا ضعیف ہے یا منکر ہے یا کتاب اللہ کے مخالف ہے تو اس کا تارک فاسق بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ روایات کو تاویل کرتے ہوئے کردینا علماء سلف کا طریقہ ہے۔ مصنف نے اس بات سے تعرض نہیں کیا ہے کہ اگر وہ اخبار احاد کو بغیر تاویل و استخفاف کے سستی کے باعث کردیتا ہے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟ آپ نے کشف الاسرار میں ذکر کیا ہے کہ اگر بغیر استخفاف و تاویل کے اخبار احاد کو کرے گا تو اس کی تفسیق کی جائے گی کیونکہ ادلہ قطعیہ خبر واحد کے قبول کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔

اس کے بارے میں ملاجیون فرماتے ہیں:

أی فاما ترک العمل باخبار الاحاد بطریق التأویل بأن

يقول هذا الخبر ضعيف أو غريب أو مخالف للكتاب فلا يفسق فيه لأن هذا ليس للهوى و الشهوة بل مما توارثه العلماء لأجل الدقة و الفطانة (نورالانوار: ج:۱/ص: ۴۵۴)

ترجمہ: یعنی اگر اخبار احاد پر کوئی شخص عمل تاویل کے طور پر ترک کردے کہ یوں کہے یہ حدیث ضعیف ہے یا غریب ہے یا کتاب اللہ کے مخالف ہے تو اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ شہوت اور نفسانی خواہش کے لئے نہیں بلکہ علماء کی ذہانت اور دقت فہم کی وجہ سے ان کی میراث میں سے ہے۔

علماء اصول کے ان اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک استخفاف حدیث سے مراد خبر واحد کو موجب عمل نہ جاننا (یعنی اسے اس درجہ قوی نہ سمجھنا جو عمل کو واجب کردے) ہے۔ پس ان کے نزدیک اگر کوئی استخفاف حدیث کا ارتکاب کرے تو وہ کافر نہیں بلکہ فاسق و فاجر ہوگا کیونکہ خبر واحد کی حجیت پر اجماع ہے، البتہ اگر کوئی عالم تاویل کرتے ہوئے کسی حدیث پر عمل کردے تو نہ تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور نہ ہی تفسیق کیونکہ بطریق تاویل احادیث کو تعارض وغیرہ کے وقت ان کے ضعیف، غریب، مخالف کتاب یا منسوخ ہونے کے علاوہ کسی وجہ سے کردینا سیرت علماء حق ہے۔

اس کی شرح میں شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

و الحق أنه ان كان متأولا فلا يضلل و لا يفسق و الا فان كان مستخفا يضلل لأن رد الخبر الواحد و القياس بدعة و ان لم يكن متأولا و لا مستخفا يفسق لخروجه عن الطاعة بما وجب عليه (فتح الغفار: ص: ۲۵۳)

ترجمہ: اور حق یہ ہے کہ اگر وہ تاویل کرتے ہوئے اس کا انکار کرے گا تو اسے گمراہ اور فاسق نہیں کہا جائے گا۔ لیکن اگر وہ استخفاف کرے گا تو اسے گمراہ کہا جائے کیونکہ خبر واحد اور قیاس کا رد بدعت ہے۔ اگر وہ بغیر تاویل اور بلا استخفاف

خبر واحد کو کرے گا تو اس صورت میں اسے فاسق کہا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ اس چیز کو کرنے کی وجہ سے اطاعت سے نکل جائے گا جس پر عمل کرنا واجب تھا۔

شیخ ابن نجیم کی اس وضاحت سے مزید واضح ہوگیا کہ اگر کوئی شخص بطریق تاویل استخفاف حدیث کرتا ہے یعنی اسے عمل کو واجب کرنے والا نہیں جانتا تو اس کو گمراہ اور فاسق نہیں کہا جائے گا، لیکن اگر یہ استخفاف حدیث بغیر تاویل کے ہو تو اس کی تضلیل و تفسیق کی جائے گی کیونکہ خبر واحد اور قیاس کا انکار بدعت ہے، پھر آپ فقہاء اور اصولیین کے استخفاف حدیث کے معنی میں فرق کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و في البزازية قيل قلم الأظفار سنة فقال لا أفعل و ان كان سنة كفر ثم قال: الحاصل أنه اذا استخف بسنة أو حديث من احاديثه عليه الصلاة و السلام كفر انتهى، فقد علمت أن الاستخفاف بالحديث كفر فكيف قال الأصوليون انه يضلل و قد ظهر لي أن معنى الاستخفاف مختلف فمراد الأصوليين به الانكار بغير تاويل مع رسوخ الأدب و مراد الفقهاء الانكار مع الاستهزاء و لا شك في كون الثاني كفرا (فتح الغفار: ص: ۲۵۳)

ترجمہ: فتاوی بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ ناخن کاٹنا سنت ہے۔ اس نے کہا (میں نہیں کاٹوں گا اگرچہ یہ سنت ہے) تو یہ شخص کافر ہوجائے گا، پھر آپ نے فرمایا کہ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سنت یا نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث میں سے کسی حدیث کا استخفاف کرتا ہے تو وہ کافر ہوجائے گا۔

اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ پھر علمائے اصول نے ایسا کیوں کہا کہ

استخفاف حدیث کرنے والے کو گمراہ کہا جائے گا۔ مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ استخفاف کے معنی میں اختلاف ہے۔ علمائے اصول کے نزدیک اس سے مراد بغیر تاویل کرتے ہوئے، ادب کے ساتھ حدیث کا انکار کر دینا ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک اس سے مراد مذاق اڑاتے ہوئے اس کا انکار کر دینا ہے۔ اس دوسری بات کے کفر ہونے میں شک نہیں ہے۔

شیخ ابن نجیم کی اس تصریح سے یہ واضح ہو گیا کہ فقہا کے نزدیک استخفاف حدیث سے مراد اس کے ساتھ استہزاء کرنا ہے جبکہ علمائے اصول اس سے مراد ادب کے ساتھ بغیر تاویل کے حدیث کا انکار لیتے ہیں، لہٰذا جب بھی استخفاف حدیث کرنے پر حکم لگایا جائے تو علماء کے بیان کردہ اس فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین اور ایما رجل قال لأخیه کافر۔ فقد باء بها احدھما کی وعید سے بچ سکیں۔

خلاصہ:

1. نبی کریم ﷺ کی حدیث کا، اسے حدیث جانتے ہوئے مذاق اڑانا کفر ہے۔
2. استخفاف حدیث کی مختلف صورتیں ہیں:
   ا۔ حدیث کو بغیر تاویل کے ادب کے ساتھ واجب العمل نہ جاننا۔
   ب۔ حدیث کو تاویل کرتے ہوئے ادب کے ساتھ واجب العمل نہ جاننا۔
   ج۔ حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے انکار کرنا۔
3. پہلی دو صورتوں میں فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی جبکہ تیسری صورت کے کفر ہونے میں فقہاء اور اصولیین کا اتفاق ہے۔
4. پہلی صورت میں اس کی تفسیق و تضلیل کی جائے گی۔

ہر وہ چیز جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ہے وہ اہل ایمان و محبت کے لئے انتہائی لائق احترام ہوتی ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم

ﷺ کے وضو کے پانی مبارک، موئے مبارک اور استعمال شدہ اشیاء سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔ ہر وہ چیز جس کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے یا ان کی بیان کردہ تعلیمات سے ہو ان کا ادب و احترام کرنا لازمی ہے۔ ان سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا استخفاف کرنا اور ان کو حقیر جاننا دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عمل کے شریعت میں سے ہونے کو تسلیم کرے لیکن سستی کے باعث اس پر عمل نہ کرے تو وہ فاسق و فاجر ہو گا لیکن اگر یہ کرنا نہیں امر شرعی جانتے ہوئے گستاخی اور بے ادبی کے ساتھ ہو تو اس بنا پر اس کی تکفیر کی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کے لئے اسم تصغیر استعمال کرنا:

حضرت طاہر بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لو قال لشعر محمد ﷺ شعیرا یکفر (خلاصۃ الفتاوی: ج:۴/ص:۳۸۴)

ترجمہ: اگر کسی نے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک (شعر/بال) کو اسم تصغیر کے ساتھ شُعیر کہا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

و لو قال لشعر النبی صلی الله علیه و اله سلم "شعیر" یکفر عند بعض المشایخ و عند البعض لا یکفر الا اذا قال ذلك بطریق الاهانة و فی الظهیریة ان أراد بالتصغیر التعظیم لا یکفر و فی الینابیع و لو عاب النبی صلی الله علیه و اله وسلم بشیٔ من العیوب یکفر

(الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۲۶)

ترجمہ: اور اگر اس نے نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کو "شعیر" کہا تو بعض مشائخ کے نزدیک وہ کافر ہو جائے گا اور بعض کے نزدیک وہ کافر نہیں ہو گا مگر یہ کہ وہ یہ کلمہ بطور توہین کے ادا کرے۔ ظہیریہ میں ہے کہ اگر اس نے تصغیر سے

تعظیم مراد لی تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ ینابیع میں ہے کہ اگر کسی نے نبی کریم ﷺ کی کسی بھی عیب کے ساتھ (نعوذ باللہ) عیب جوئی کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اختلف فی تصغیر شعر النبی ﷺ الا اذا اراد الاھانۃ، فیکفر۔ أما اذا أراد التعظیم ،فلا (البحر الرائق:ج:۵/ص:۱۹۵)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کو شعیر کہنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مگر یہ کہ وہ اہانت کے طور پر کہے تو کافر ہو جائے گا، تاہم اگر اس نے تعظیم کا ارادہ کیا تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

امام حموی فرماتے ہیں:

او صغرہ أی اسم النبی ﷺ أو عضوا من اعضائہ کفر من ساعتہ کما فی الفتاوی الظہیریۃ لو قال لشعر النبی ﷺ شعیر قال بعضھم یکفر و قال بعضھم لا یکفر ان اراد بہ التعظیم لأن التصغیر قد یکون للتعظیم

(شرح الحموی:ص:۹۰)

ترجمہ: یعنی اگر نبی کریم ﷺ کے کسی بھی اسم کو یا آپ ﷺ کے مبارک اعضاء میں سے کسی عضو کی تصغیر کی گئی تو یہ عمل کرنے والا اسی وقت کافر ہو جائے گا۔ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ اگر کسی نے نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کو شعیر کہا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر کہنے والے نے اسم تصغیر سے مراد تعظیم لی تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ کبھی اسم تصغیر تعظیم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

شعیر اسم تصغیر ہے اور اسم تصغیر کے ذریعے کسی چیز کے صغرپن کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس صیغہ کو آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے متعلق کسی بھی چیز کی (نعوذ باللہ

تعالیٰ) توہین وتخفیف یا مذاق کے لئے استعمال کرے گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی، البتہ اگر توہین کی نیت سے نہ ہو تو کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ بعض اوقات اسم تصغیر تعظیم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر کسی اسم تصغیر کو نبی کریم ﷺ کے لئے تعظیم کے معنی میں استعمال کیا جائے تو تب بھی یہ کفر نہیں ہوگا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا تعلق قریش سے تھا۔ قریش سے اسم نسبت قرشی اور قریشی آتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ قریشی بھی ہیں۔ قریش اسم تصغیر ہے۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال منقول ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ قریش ایک بہت بڑے آبی جانور کا نام ہے جو سب کو کھا جاتا ہے، تمام سمندری جانوروں پر غالب رہتا ہے اور کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ قریش کو قریش بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام قبائل عرب میں سب سے زیادہ غالب، قوی اور لائق تعظیم ہیں۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

و عن معاویۃ أنہ سأل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما :بم سمیت قریش؟ قال: بدابۃ فی البحر تأکل ولا تؤکل و تعلو ولا تعلا و أنشد:

و قریش ھی التی تسکن البحر
بھا سمیت قریش قریشا
و التصغیر للتعظیم

(الکشاف:ج:۴/ص:۸۰۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو قریش کیوں کہا جاتا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمیں ایک سمندری حیوان کی وجہ سے قریش کہا جاتا ہے۔ جو سب کو کھا لیتا ہے اور اسے کوئی نہیں کھاتا وہ سب پر غالب رہتا ہے اس پر کوئی غالب نہیں آتا، پھر

آپ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا قریش وہ ہے جو سمندر میں رہتی ہے۔ اسی کی نسبت کی وجہ سے قریش کو قریش کہا جاتا ہے۔ یہاں تصغیر تعظیم کے لئے ہے۔

امام بیضاوی اس بارے میں فرماتے ہیں:

وصغر الاسم للتعظیم (أنوار التنزیل واسرار التأویل: ج:/ص:)

ترجمہ: اور اسم کو مصغر تعظیم کے لئے بنایا گیا ہے۔

اہل علم حضرات کے ان اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ قریشی ہیں۔ اگرچہ قریش اسم تصغیر ہے لیکن اس کو تعظیم کے لئے بولا جاتا ہے لہٰذا اس کا استعمال نبی کریم ﷺ کے لئے بالکل جائز ہے۔ پس نبی کریم ﷺ کے لئے مطلقاً اسم تصغیر کا استعمال کفر نہیں ہوگا بلکہ فرد کی تکفیر اس وقت کی جائے گی جب وہ کسی اسم مصغر کو توہین کی نیت سے نبی کریم ﷺ کے لئے استعمال کرے۔ اگر وہ شے فی الواقع مصغر ہو تو تب بھی اس کو نبی کریم ﷺ کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ المعجم الکبیر میں روایت فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا عبد الله بن الحكم بن أبي زياد القطواني ثنا عبيدالله بن موسى عن ابراهيم بن اسماعيل عن حبيبة بنت سمعان عن نسيكة أم عمرو بن جلاس قالت :اني لعند عائشة و قد ذبحت شاة لها ،فدخل رسول الله ﷺ في يده عصية ،فألقاها ثم هوى الى المسجد فصلى فيه ركعتين،ثم هوى الى فراشه فانطبح عليه ،ثم قال: هل من غداء ؟فأتيناه بصحفة فيها خبز شعير،و فيها كسرة و قطعة من الكرش و انها لتنهشها اذا قالت :ذبحنا شاة اليوم فما أمسكنا غير هذا قالت:يقول رسول الله ﷺ :لا بل كلها أمسكت الا هذا ۔(1)

ترجمہ: نسیکہ ام عمرو بن جلاس فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے آپ کے دست مبارک میں ایک چھوٹا عصا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے ڈال دیا پھر مسجد میں اتر گئے اور اس میں دو رکعت ادا فرمائی پھر آپ ﷺ اپنے بستر پر لیٹ گئے اور فرمایا: کیا دوپہر کے کھانے میں سے کچھ ہے؟ پس ہم آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ لے کر آئے اس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں گوشت سمیت ہڈی، اوجھڑی کا ٹکڑا اور دست تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوجھڑی میں سے ایک ٹکڑا لیا اور آپ اسے اپنے دانتوں سے نوچتی تھیں۔ نسیکہ نے کہا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ آج ہم نے ایک بکری ذبح کی تھی اور پھر ہم نے اس کے علاوہ کچھ بھی بچا کر نہیں رکھا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ تم نے اس کے سوائے سب کچھ بچا لیا ہے۔

(المعجم الکبیر: ج:۲۵/ص:۴۴، رقم الحدیث:۸۳)

اس حدیث شریف کو مجمع الزوائد میں امام نورالدین ہیثمی نے بھی باب ماجاء فی اللحم میں روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:۰۵/ص:۳۹)

نسیکہ کی روایت کو حضرت ابن حجر عسقلانی شافعی نے (الاصابۃ: ج:۴/ص:۴۱۹) میں اور حضرت ابن اثیر جذری نے اسد الغابۃ (اسد الغابۃ: ج:۵/ص:۵۵۵۔۵۵۶) میں نسیکہ کے ترجمہ میں نقل کیا ہے۔

اس روایت میں نبی کریم ﷺ کے عصا مبارک کو نسیکہ صحابیہ رضی اللہ عنہا نے "عصیۃ" کہا یعنی اس تصغیر کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس عصا مبارک کو "عصیۃ" اس لئے کہا کہ وہ حقیقت میں چھوٹا تھا۔ اگر یہ کفر ہوتا تو آپ اسے ہرگز استعمال نہ فرماتیں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کسی شے کے لئے اس تصغیر صورت میں جائز ہے

جبکہ وہ تعظیم کے لئے ہو یا وہ شے فی الواقع چھوٹی ہو اور اسے استخفاف کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ جب بھی اسم تصغیر نبی کریم ﷺ کے لئے استعمال کیا جائے گا تو مسئلہ انکار میں اس کے لغوی مفہوم کے ساتھ فرد کی نیت کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

چند مثالیں:

ذیل میں ہم فقہاء کرام کی بیان کردہ چند مثالیں پیش کر رہے ہیں تا کہ مسئلہ استخفاف سمجھنا مزید آسان ہو جائے۔

◆ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

و لو قال رجل مع غيره كان رسول الله ﷺ يحب كذا بان قال مثلا كان يحب القرع فقال ذلك الغير أنا لا احبه فهذا كفر و هكذا روى عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أيضا و بعض المتأخرين قالوا اذا قال ذلك على وجه الاهانة كان كفرا و بدونه لا يكون كفرا

(الفتاوى الهندية: ج: ۲/ص: ۲۶۵)

ترجمہ: اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ فلاں چیز مثلاً کدو پسند فرماتے تھے تو اس نے کہا کہ میں تو اسے پسند نہیں کرتا تو یہ کفر ہے، اور اسی طرح حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے، اور بعض متاخرین نے یہ فرمایا ہے کہ یہ اس صورت میں کفر ہو گا جب اس نے توہین کرتے ہوئے یہ بات کہی ہو ورنہ بصورت دیگر یہ کفر نہیں ہو گا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جس چیز کو پسند کیا ہے اس کو پسند کرنا ایک مومن کے لئے ایمان کا تقاضا ہے۔ اگر کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ شے کو اہانت کی وجہ اس لئے ناپسند کرتا ہے کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کو پسند تھی تو یہ کفر ہو گا لیکن اگر اس کا یہ عمل اپنی طبیعت کے حساب سے ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

◆ فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

لو قال (تو يك چند گاه نماز يكن تا حلاوة بے نماز ے بينے) كفران اراده الاستهزاء (الفتاوى السراجية: ص: ٦٨)

◆ علامہ علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں:

وصلاته حاسرا أى كاشفا رأسه للتكاسل و لا بأس به للتذلل و أما للاهانة بها فكفر (در مختار: ج: ۲/ص: ۴۰۷-۴۰۸)

ترجمہ: کسی کا سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے تاہم اگر یہ عاجزی کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر نماز کی توہین کے لئے ہو تو کفر ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص سستی کے باعث ننگے سر نماز پڑھے تو اس میں کراہت ہے البتہ عاجزی کے لئے درست ہے لیکن اگر نماز کی اہانت کے لئے سر کو ننگا کرے گا تو یہ کفر ہو گا۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

لو صلى رجل مكشوف الرأس و هو يجد عمامة ان كان للتذلل و التضرع لا بأس به و ان كان على وجه التهاون يكره (فتاویٰ قاضی خان: ج: ۱/ص: ۶۶)

ترجمہ: اگر کسی شخص نے ننگے سر نماز ادا کی جبکہ اس کے پاس عمامہ بھی تھا تو اگر یہ عاجزی و انکساری کے لئے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر یہ "تہاون" کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔

یہاں فقہاء کی "تہاون" سے مراد سستی کی وجہ سے یا ٹوپی پہننے کو اہم امر نہ سمجھتے ہوئے ننگے سر نماز ادا کرنا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

للتكاسل: أى لأجل الكسل، بأن استقثل تغطيته و لم يرها أمرا مهما فى الصلاة فتركها لذلك، و هذا معنى قولهم تهاونا بالصلاة و ليس معناه الاستحفاف بها و

الاحتقار لأنه کفر (ردالمحتار:ج:۲/ص:۴۰۷)

ترجمہ: للتکاسل: کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص سستی کی وجہ سے سر کو نہ ڈھانکے جیسے اپنے سر کو ڈھانکنا بوجھ سمجھے اور نماز کے لئے اسے کوئی ضروری کام نہ سمجھتے ہوئے کر دے۔ یہاں تہاون سے یہی (سستی کے طور پر اس عمل کو ترک کرنا ہے) مراد ہے۔اس کا مطلب نماز کی تحقیر اور اسے ہلکا جانتے ہوئے کرنا نہیں ہے کیونکہ یہ کفر ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح سے یہ ثابت ہوا کہ فقہاء نے جس معنی میں الفاظ کو استعمال کیا ہے بالخصوص مسئلہ اکفار میں ان کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔دوسری بات یہ کہ ان مسائل میں فرد کی نیت کا اعتبار بھی کیا جائے گا کہ اس کا یہ عمل گستاخی اور بے ادبی کی وجہ سے ہے یا کسی دوسرے سبب سے، البتہ بعض اوقات دلالت حال سے اس کی نیت کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔جیسے نعوذ باللہ مصحف کو جان کر گندگی میں پھینک دینا۔اس صورت میں اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا اور نیت کو معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔

◆ شیخ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن وصف الله تعالیٰ بما لا یلیق به أو سخر باسم من اسمائه أو بامر من اوامره أو انکر وعده أو وعیده یکفر و کذا لو تمنی ان لا یکون نبی من الانبیاء علی قصد استخفاف أو عداوة و کذا لو ضحك علی وجه الرضاء فیمن تکلم بالکفر و کذا لو جلس علی مکان مرتفع و حوله جماعة یسألونه مسائل و یضحکون و یضربونه بالوسائد یکفرون جمیعا و کذا لو امر رجلا أن یکفر بالله أو عزم علی ان یامره بکفره و کذا لو أفتی لامرأة بالکفر لتبیین من زوجها و کذا لو قال عند شرب الخمر و الزنا

بسم الله و کذا اذا صلی بغیر القبلة أو بغیر طهارة معتمدا یکفر و ان وفق ذلك القبلة و کذا لو أطلق کلمة الکفر استخفافا لا اعتقادا (شرح العقائد النسفیة ص:۱۶۹)

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے متصف کیا جو اس کی شان کے لائق نہیں تھی یا اس نے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم مبارک اور حکم کا مذاق اڑایا یا اللہ تعالیٰ کے کسی وعدے یا وعید کا انکار کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔اسی طرح اگر کسی نے استخفاف کرتے ہوئے یا دشمنی میں یہ تمنا کی کہ فلاں اللہ کا نبی نہیں ہوتا ،اسی طرح اگر کوئی کلمہ کفر ادا کرے اور اس کے سامنے رضامندی کے ساتھ ہنسا جائے، تو یہ کفر ہے۔اسی طرح ایک شخص کسی بلند جگہ پر بیٹھ جائے اور دیگر تمام لوگ اس کے ارد گرد بیٹھ جائیں، اس سے سوال کریں، ہنسیں اور اس کو تکیوں سے ماریں تو وہ سب کافر ہو جائیں گے۔اگر کوئی شخص کسی کو کافر ہونے کا حکم دے یا ارادہ کرے تو وہ خود کافر ہو جائے گا۔اسی طرح کسی مفتی نے کسی عورت کو مشورہ دیا کہ تم کافر ہو جاؤ تا کہ تم اپنے شوہر سے جدا ہو جاؤ تو وہ مفتی کافر ہو جائے گا (چاہے وہ عورت کافر ہو یا نہ ہو۔) اسی طرح اگر کسی نے شراب پیتے ہوئے یا زنا کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھی تو وہ کافر ہو جائے گا۔اگر کسی شخص نے قبلہ کے علاوہ کسی دوسری سمت میں نماز ادا کی یا بغیر طہارت کے (استخفافا) نماز ادا کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔اسی طرح اگر کسی نے کلمہ کفر کو استخفافا ادا کیا تو اگرچہ وہ اس کا اعتقاد نہ ہو وہ کافر ہو جائے گا۔

◆ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(من هزل بلفظ کفر ارتد و ان لم یعتقده للاستخفاف) أی تکلم به باختیار غیر قاصد معناه و هذا لا ینافی ما مر من أن الایمان هو التصدیق فقط أو مع الاقرار لأن التصدیق و ان کان موجودا حقیقة لکنه زائل حکما لأن

الشارع جعل بعض المعاصي أمارة على عدم وجوده
كالهزل المذكور و كما لو سجد لصنم أو وضع مصحفا في
قاذورة فانه يكفر و ان كان مصدقا لان ذلك في حكم
التكذيب كما افاده في شرح العقائد، و أشار الى ذلك
بقوله: "للاستخفاف" فان فعل ذلك استخفافا و استهانة
بالدين فهو أمارة عدم التصديق (ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۵۶)

ترجمہ: (جس نے کلمہ کفر کے ساتھ مذاق کیا تو وہ استخفاف کی وجہ سے مرتد ہو جائے گا
اگرچہ وہ اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو) یعنی جس نے کلمہ کفر اپنے اختیار سے اس
کے معنی کا ارادہ نہ کرتے ہوئے کہا تو وہ کافر ہو جائے گا۔اس سے اس بات کی
نفی نہیں ہوتی جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے کہ ایمان محض اقرار کے ساتھ
تصدیق کا نام ہے۔تصدیق اگرچہ حقیقتاً موجود ہو لیکن وہ حکماً زائل ہو جاتی
ہے کیونکہ شارع نے بعض گناہوں کو عدم تصدیق کی علامت قرار دیا ہے،
جیسے مذکورہ مذاق اور بت کو سجدہ کرنا یا مصحف کو گندگی میں پھینک دینا، اگر کسی
نے یہ کام کئے تو وہ کافر ہو جائے گا اگرچہ وہ تصدیق کرنے والا ہو کیونکہ حکماً
جھٹلانا ہی ہے۔جیسا کہ شرح عقائد میں ذکر ہے۔آپ نے اس طرف ”
لاستخفاف“ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔اگر اس نے یہ استخفاف کے لئے کیا اور دین
کی توہین کے لئے کیا تو یہ تصدیق کے معدوم ہونے کی علامت ہے۔

❻ امام حموی فرماتے ہیں:

أقول و قد وقع الاستفتاء عن رجل مقطوع اليدين
يكتب القرآن بأصابع رجليه هل يحرم عليه، و يكفر، و
مقتضى هذا الفرع أنه لا يكفر حيث لم يكن مستخفا
(شرح الحموی:ص:۸۷)

ترجمہ: میں یہ کہتا ہوں کہ ایک ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جس کے
دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں وہ اپنی دونوں پیروں کی انگلیوں سے قرآن لکھتا
ہے۔کیا یہ حرام ہے اور کیا وہ کافر ہو جائے گا؟اس فرع کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کافر
نہیں ہوگا کیونکہ یہ استخفاف کے لئے نہیں ہے۔

حضرت شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وضع المصحف تحت رأسه مكروه الا لأجل الحفظ
(الأشباه والنظائر: ج:۱/ص:۴۴۳)

ترجمہ: قرآن مجید کو سر کے نیچے رکھنا مکروہ ہے مگر یہ کہ حفاظت کے لئے ہو تو مکروہ نہیں۔

حضرت مفتی عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

كاغذ مكتوب فيه اسم الله تعالىٰ و وضعته تحت الفراش
الذي يجلسون عليها هل يكره؟ قيل نعم :و قيل لا يكره
كذا في خزانة الروايات قلت :الظاهر هو أنه ان كان
للحفظ أو دعت اليه داعية لا يكره كما لا يكره وضع
الرأس على المصحف للنوم حفظا له و الركوب على
الدابة وعليها جوالق فيها كتب الشريعة والا فيكره
(فتاوی اللکھنوی:ص:۴۰۷)

ترجمہ: ایک کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لکھا ہے اور میں نے اسے ایسے کپڑے
کے نیچے رکھ دیا جس پر لوگ بیٹھتے ہیں۔کیا یہ مکروہ ہے؟
اس کا جواب دیا گیا کہ جی ہاں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اسی
طرح خزانہ روایات میں ہے۔میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ حفظ کے لئے ہو یا کسی
ضرورت کے تحت ہو تو اس میں کراہت نہیں ہوگی جیسے سونے کے لئے مصحف
کو سر کے نیچے حفاظت کے لئے رکھنے اور کسی ایسے جانور پر سوار ہو جس پر اون
ہو اور ان میں علوم شریعت کی کتابیں ہوں، میں کراہت نہیں۔

مذکورہ مسائل میں یہ بات ملحوظ رہے کہ اگر یہ بہ نیت استخفاف کئے گئے تو دائرہ اسلام سے خروج کا سبب بن جائیں گے البتہ بلانیت استخفاف یہ اعمال مکروہ ہیں لیکن اگر ضرورت کے تحت کئے جائیں تو ان میں کراہت بھی نہیں۔ اسی طرح قرآن کے نسخہ کو اگر مصلحت کے پیش نظر جلا دیا جائے جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں میں افتراق سے بچنے کے لئے کیا تھا تو یہ جائز ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جہاد عراق سے واپس لوٹے تو آپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لوگوں میں قرأت کے اختلاف سے پریشان ہو کر عرض کیا: "یا امیر المؤمنین ادرك هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاریٰ" اے امیر المومنین آپ اس امت کو سہارا دیجئے قبل اس کے کہ ان میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف واقع ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے تمام صحف منگوا کر حضرت زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو لسان قریش پر مصحف لکھنے کا حکم دیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کے صحف واپس کر دیئے اور اس نقل کردہ مصحف کو سب جگہوں پر بھجوا دیا اور اس کے علاوہ جتنے مصاحف موجود تھے انہیں جلانے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: فضائل القرآن: باب جمع القرآن)

البتہ اگر قرآن حکیم کے اوراق کو استخفاف کے لئے جلایا گیا تو اس صورت میں یہ کفر ہوگا۔

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا احمد بن حنبل نا یزید قال انا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: المراء فی القرآن کفر (سنن ابی داود: کتاب السنة، رقم الحدیث: ۴۶۰۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قرآن میں شک کرنا کفر ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

تؤول بمعنى الشك و بمعنى الجدال (الشفاء، ص: ۳۰۴)

ترجمہ: لفظ مراء کی تاویل شک اور جدال کے معنی میں کی گئی ہے یعنی قرآن حکیم میں شک کرنا اور اس کے متفق علیہ امور پر جدال کرنا کفر ہے۔

◆ شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاستهزاء بالعلم و العلماء کفر... و ب العبادة تهاونا أو مستخفا و اما اذا ترکها متکاسلا أو مؤولا فلا... الاستهزاء بالاذان کفر لا بالمؤذن

(الأشباہ والنظائر: ج: /ص: ۸۷۔۸۸)

ترجمہ: علم اور علماء کا مذاق اڑانا کفر ہے، اور کسی عبادت کو توہین یا استخفاف کی نیت سے کر دینا کفر ہے لیکن اگر اس نے عبادت کو سستی کے باعث چھوڑا یا تاویل کرتے ہوئے کیا تو وہ کافر نہیں ہوگا، اذان کا مذاق اڑانا کفر ہے جبکہ موذن کا مذاق اڑانا کفر نہیں ہے۔

یعنی اگر کسی عبادت کو سستی کے باعث کیا گیا تو اس عمل سے وہ فاسق و فاجر ہوگا اس پر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تاویل کرتے ہوئے کسی عبادت کو کر دیتا ہے جیسے بعض ائمہ کے نزدیک دلائل شرعیہ کی وجہ سے وتر اور قربانی کا واجب نہ ہونا، تو وہ کافر یا فاسق و فاجر بھی نہیں ہوگا۔

اس کی شرح میں امام حموی فرماتے ہیں:

قال بعض الفضلاء :فیفید هذا أن الاستخفاف بالعلماء لا لکونهم علماء بل لکونهم ارتکبوا ما لا یجوز أو من

حیث الادمیة لیس بکفر و هو یفید أیضا أنه لو استخف بالمؤذن من حیث الاذان یکفر، انتهی

(شرح الحموی: ج:/ص:۸۷)

ترجمہ: بعض فضلاء نے فرمایا ہے کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ علماء کی توہین کرنا اس صورت میں کفر ہے جب ان کی توہین ان کے دین کے عالم ہونے کی وجہ سے کی جائے لیکن اگر ان کی توہین ان کے عالم ہونے کی وجہ سے نہ کی جائے بلکہ ان کی کسی ناجائز حرکت کی وجہ سے کی جائے یا ان کی توہین ان کے آدمی ہونے کی حیثیت سے کی جائے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ اس سے یہ فائدہ بھی ہوا کہ اگر کوئی شخص موذن کی اس وجہ سے تحقیر کرے یہ کہ اذان دیتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

امام حموی کی اس وضاحت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مفسر، محدث، مفتی، عالم اور موذن وغیرہ کو گالی دیتا ہے یا برا بھلا کہتا ہے اور اس کا یہ عمل ان کے کسی ذاتی فعل کی وجہ سے ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کا انہیں گالی دینا ان کے اللہ کے دین کے عالم ہونے یا اذان دینے والے کی نیت سے نہیں بلکہ ان کے کردار کی خرابی کی وجہ سے ہے۔ پس اگر کوئی کسی عالم کی توہین کرتا ہے یا موذن کو گالی دیتا ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس کا توہین کرنا نبی کریم ﷺ کے دین کے عالم یا مؤذن ہونے کی وجہ سے ہے۔

امام حموی فرماتے ہیں:

قال فی البزازیة :الاستخفاف بالعلماء کفر ,لکونه استخفافا بالعلم ,و العلم صفة الله تعالیٰ منحه فضلا خیار عبادہ لیدلوا خلقه علی شرعه نیابة عن رسوله صلی الله علیه وا له وسلم ,فاستخفافه بهذا العلم الی

من یعود (شرح الحموی: ج:/ص:۸۷)

ترجمہ: فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ علماء کا علم کی صفت کی وجہ سے استخفاف کرنا کفر ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے بہترین بندوں کو عطا فرماتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نبی کریم محمد رسول ﷺ کے نائب کی حیثیت سے شریعت کا راستہ دکھا سکیں۔ اسی لئے علم کا استخفاف کرنا اس کا استخفاف ہے جس کی یہ صفت ہے۔

۸ محیط برہان میں ہے:

رجل قال مع اخر :کلما کان یأکل رسول صلی الله علیه واله وسلم کان یلحس أصابعه الثلاث. فقال ذلك الرجل(نعوذ باللہ): این بی ادبی است. فهذا کفر..... رجل قال لاخر :احلق رأسك و قلم أظفارك فان هذا سنة رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم فقال ذلك الرجل لا أفعل و ان کان سنة فهذا کفر لأنه قال ذلك علی سبیل الانکار و الردو کذا فی سائر السنن خصوصا فی سنة هی معروفة و ثبوتها بالتواتر کالسواك و غیره

(المحیط البرهانی: ج۷/ص:۴۰۸)

ترجمہ: ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے بعد اپنی مبارک تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔ اس پر اس شخص نے کہا (نعوذ باللہ) یہ بے ادبی ہے۔ یہ کفر ہے، اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا اپنا سر منڈوا دو یا اپنے ناخن کاٹ لو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اس پر دوسرے شخص نے کہا اگر چہ یہ سنت ہو میں یہ کام نہیں کروں گا۔ یہ کفر ہے کیونکہ اس نے یہ بات انکار اور رد کے طور پر کہی

ہے۔ یہی حکم تمام سنتوں کا ہے، خاص طور پر ان سنتوں کا جو معروف ہیں اور ان کا ثبوت تواتر سے ہے جیسے مسواک وغیرہ۔

⑨ ملائکہ میں سے کسی کی بھی توہین کرنا یا تحقیر کرنا کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ (البقرة۲:۹۸)

ترجمہ: جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو تو یقیناً اللہ (بھی ان) کافروں کا دشمن ہے۔

امام علی بن حسن طرابلسی حنفی فرماتے ہیں:

ومن سب ملكا من الملائكة قتل... ووقع في الخلاصة لو قال :لقاؤك على كلقاء ملك الموت .قال الحاكم عبد الرحمن ان كان قاله لكراهة الموت لا يكفر و لو قال لعداوة ملك الموت يكفر (معین الحکام:ص:۲۲۸)

ترجمہ: اور جس نے ملائکہ میں سے کسی بھی فرشتہ کو گالی دی تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اور خلاصہ میں ہے کہ جس نے کسی سے کہا کہ میرے لئے تیری ملاقات ایسے ہے جیسے موت کے فرشتہ سے ملاقات کرنا، حاکم عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ اگر اس نے یہ موت کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کہا ہے تو وہ کافر نہیں ہوا اور اگر اس نے یہ موت کے فرشتہ کی دشمنی میں کہا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

⑩ کفار کے دینی شعار یا طریقہ کو اپنانا:

شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و كذا لو تزنر بزنار اليهود و النصارى (الأشباہ والنظائر:ج:/ص:۹۰)

ترجمہ: اگر کسی نے یہود و نصاریٰ کی زنار باندھی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و بوضع قلنسوة المجوسى على رأسه على الصحيح الا لضرورة دفع الحر أو البرد و بشد الزنار فى وسطه الا اذا فعل ذلك خديعة فى الحرب و طليعة للمسلمين

(البحر الرائق:ج:۵/ص:۱۹۹)

ترجمہ: اور مجوسیوں کی ٹوپی سر پر رکھنے سے بھی کافر ہو جائے گا صحیح قول کے مطابق مگر یہ کہ یہ ٹوپی پہننا گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے ہو، اور بیچ میں زنار باندھنے سے بھی کافر ہو جائے گا مگر یہ کہ اس کا یہ عمل کفار کو دھوکہ دینے کے لئے یا مسلمانوں کی طرف سے جاسوسی کرنے کے لئے ہو۔

اس کی شرح میں امام حموی فرماتے ہیں:

أى بقصد الاستخفاف بالاسلام يكفر و لو فعل ذلك خديعة فى الحرب و طليعة للمسلمين لا يكفر

(شرح الحموی:ج:/ص:۹۰)

ترجمہ: یعنی اگر اس نے یہ کام اسلام کے ساتھ استخفاف کی نیت سے کیا تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اگر اس نے یہ کام جنگ میں کفار کو دھوکہ دینے کے لئے کیا یا مسلمانوں کے جاسوس کے طور پر کیا تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

اذا وضع قلنسوة المجوس على رأسه فقد قال بعض مشايخنا لا يكفر و قال بعضهم يكفر و بعض المتأخرين قالوا :ان كان لضرورة نحو دفع البرد أو غيره بأن كانت البقرة لا تعطيه اللبن بدونها (التاتارخانیۃ:ج:۵/ص:۳۵۲)

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے سر پر مجوسیوں کی ٹوپی رکھی تو ہمارے بعض مشائخ فرماتے

ہیں کہ وہ کافر نہیں ہو گا جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہو جائے گا۔بعض
متاخرین فرماتے ہیں کہ اگر وہ یہ ٹوپی سردی سے بچنے کے لئے پہنتا ہے یا
کسی اور ضرورت کی وجہ سے پہنتا ہے جیسے اگر اسے پہنے بغیر گائیں دودھ نہ
دے تو یہ کفر نہیں ہے۔

زنار وہ زنجیر ہے جس کو کفار اپنے اور مسلمانوں میں تمیز کرنے کے لئے کمر سے مذہبی
علامت کے طور پر باندھتے تھے۔اگر کوئی اسلام کے استخفاف کی نیت سے اسے باندھے گا یا
مجوسیوں و کفار کے لباس کو اپنائے گا تو کافر ہو جائے گا لیکن اگر وہ جنگ میں یا جاسوسی کے
لئے بظاہر کفار کا روپ دھارتا ہے تو یہ جائز ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا:

الحرب خدعة

ترجمہ: جنگ دھوکہ ہے۔(مسلم: کتاب الجہاد، باب جواز الخدع فی الحرب، رقم الحدیث: ۴۴۳۴)

اگر کسی نے اسلام کے استخفاف کی نیت یا کفر کی تعظیم کے بغیر کفار کے کسی لباس وغیرہ
کو پہنا تو وہ کافر نہیں ہو گا۔آج کل ہمارے زمانے میں بکثرت نوجوان لڑکے اور لڑکیاں فیشن
کی وبا اور ترقی کے حصول کے جنون میں پھنس کر کبھی ایک اہل کفر کی عادات، وضع وقطع، انداز
گفتار، خاص طریقہ لباس اور صورت وسیرت کو اختیار کرتے ہیں، اس کی وجہ سے ان کی تکفیر
کرنا درست نہیں کیونکہ ان کا ارادہ محض دنیاوی اعتبار سے ان کے طریقے کو اپنانا ہوتا ہے تاکہ
ان کا شمار بھی تہذیب یافتہ اور پڑھے لکھے لوگوں میں ہونے لگے، تاہم اگر کسی نے ان کی
اتباع، اسلام کے استخفاف یا کفر واہل کفر کی وجہ سے تعظیم کرتے ہوئے کی تو کافر ہو جائے
گا۔البتہ ان کے فسق وفجور میں شک نہیں۔بعض افراد کوٹ، پینٹ، کفار کی بنائی ہوئی ٹوپیوں
یا ہیٹ وغیرہ پہننے کی وجہ سے اہل اسلام کی تکفیر کر دیتے ہیں انہیں اس عمل سے اجتناب کرنا
چاہیئے اور اس باب میں کفار کے دینی شعار کو استخفاف اسلام کے لئے اور فیشن کے لئے اختیار
کرنے میں فرق کرنا چاہیے۔کفار کے بعض تہوار ان کے خاص دینی شعار کی حیثیت رکھتے

ہیں جیسے کرسمس، ہولی وغیرہ۔نبی کریم ﷺ نے اہل اسلام کو کفار ومشرکین سے خود کو ظاہری
اعتبار سے بھی علیحدہ ثابت کرنے کا حکم دیا ہے۔اسی لئے خاص وضع قطع میں مجوسیوں اور کفار
کی مخالفت کرنے کا حکم ہے تاکہ اہل ایمان ان سے الگ نظر آئیں۔یہاں تک کہ آپ
ﷺ نے تہدید کے طور پر یہاں تک فرمایا کہ من تشبہ بقوم فھو منھم۔جو جس قوم
کی نقل کرے گا وہ انہی کے ساتھ ہو گا۔اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ
منورہ تشریف فرما ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہود یوم عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں، اس دن
کو عید قرار دیتے ہیں اور اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے ہیں۔لوگوں نے ان سے پوچھا تو
انہوں نے جواب دیا کہ ھذا الیوم الذی اظھر اللہ فیہ موسیٰ و بنی
اسرائیل علی فرعون فنحن نصومہ تعظیما لہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا ہم اسی لئے اس دن کی تعظیم میں
روزہ رکھتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: نحن اولیٰ بموسیٰ منکم ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم
سے زیادہ حقدار ہیں۔پھر آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشورا کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ
رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس دن کی تو یہود ونصاریٰ تعظیم
کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ہم ان شاء اللہ نویں تاریخ کا
بھی روزہ رکھیں گے۔(صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب صوم یوم عاشوراء)

یعنی نبی کریم ﷺ نے نویں اور دسویں کا روزہ رکھنے کا اشارہ اس لئے فرمایا کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے محبت بھی قائم رہے اور مسلمان یہود ونصاریٰ سے الگ بھی نظر آئیں۔اس ضمن
میں ایک بات کا لحاظ رکھنا اور ضروری ہے کہ اگر کوئی علامت کسی خاص علاقے میں اہل کفر کی
مذہبی علامت سمجھی جاتی ہے تو دوسرے علاقوں میں اس کو اختیار کرنے میں قباحت نہیں اسی
طرح سے اگر اس علامت کو کفار ترک کر دیں تو بعد میں اسے استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان جنگ میں اپنی زبان سے بظاہر کفار کو دھوکہ دینے کے

لئے کلمات کفریہ ادا کرے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ من لكعب ابن الأشرف فانه قد اذى الله و رسوله (صلى الله عليه و اله وسلم) فقال محمد بن مسلمة يا رسول الله ﷺ أتحب أن اقتله؟ قال: نعم. قال: ائذن لى فلأ قل. قال: قل. فاتاه. فقال له: و ذكر ما بينهما و قال: ان هذا الرجل قد أراد صدقة و قد عنا نا فلما سمعه قال: و ايضا و الله لتملّنّه. قال: انا قد اتبعناه الان و نكره ان ندعه حتى ننظر الى اى شئ يصير امره قال: و قد اردت ان تسلفنى سلفا قال: فما ترهننى؟ قال: ما تريد؟ قال: ترهننى نسائكم. قال: أنت أجمل العرب أنرهنك نسائنا. قال له: ترهنوا نى اولادكم. قال: يسب ابن احدنا فيقال: رهن فى وسقين من تمر و لكن نرهنك اللامة يعنى السلاح. قال: فنعم وواعده أن يأتيه بالحارث و أبى عبس بن جبر و عبّاد بن بشر قال: فجاء وافدعوه ليلا فنزل اليهم قال سفيان قال غير عمرو قالت له امراته: أسمع صوتا كانه صوت دم. قال: انما هذا محمد بن مسلمة و رضيعه و ابو نائلة ان الكريم لو دعى الى طعنة ليلا لأجاب. قال محمد: انى اذا جاء فسوف امد يدى الى راسه فاذا استمكنت منه فدونكم. قال: فلما نزل نزل و هو متوشح فقالوا: نجد منك ريح الطيب قال: نعم تحتى فلانة هى أعطر نساء العرب قال: فتأذن

لى ان أشم منه قال: نعم فشم فتناول فشم ثم قال: أ تاذن لى ان اعود قال فاستمكن من رأسه ثم قال دونكم قال: فقتلوه

(مسلم: کتاب الجہاد: باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیھود)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا، کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے؟ سو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اس کو پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل کر دوں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا پھر مجھے کچھ تعریضاً کہنے کی اجازت دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہہ لینا، پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے باتیں کیں اور اپنا اور حضور ﷺ کا فرضی معاملہ بیان کیا اور کہا کہ یہ شخص ہم سے (نعوذ باللہ) صدقات لیتا ہے اور ہم کو اس نے مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جب کعب نے یہ سنا تو کہا خدا کی قسم ابھی تو تم کو اور مصیبت پڑے گی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں اب ہمیں اس کو چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا مآل کار کیا ہوتا ہے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے کچھ قرض دو، کعب نے کہا تم میرے پاس کیا رہن رکھو گے؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو تم چاہو، کعب بن اشرف نے کہا تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم عرب کے حسین ترین شخص ہو ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں! کعب بن اشرف نے کہا پھر اپنے بچے گروی رکھ دو، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر ہمارے بچوں کو یہ گالی دی جائے کہ یہ دو وسق کھجور کے عوض

گروی رکھا گیا تھا۔البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں
گے،کعب نے کہا اچھا،حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے وعدہ کیا کہ
حارث، ابوعبس بن جبر اور عباد بن بشر (رضی اللہ عنہم) کو تمہارے پاس لے کر آؤں
گا۔سو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور رات کو اسے بلایا،کعب ان کی طرف
جانے لگا،اس کی بیوی نے کہا مجھے ایسی آواز آرہی ہے جیسے خون کی آواز ہو
،کعب نے کہا محمد بن مسلمہ،اس کا رضاعی بھائی اور ابونائلہ ہے اور معزز آدمی کو
اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بلایا جائے تو چلا جاتا ہے،حضرت محمد
بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا
ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا جب میں اس پر قابو پاؤں تو تم اس
وقت اس پر حملہ کر دینا، جب کعب نیچے اترا تو وہ سر کو چادر سے چھپائے ہوئے
تھا ان لوگوں نے کہا آپ سے تو خوشبو کی مہک آرہی ہے اس نے کہا ہاں
میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب کی سب سے زیادہ معطر عورت
ہے،حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ مجھے یہ خوشبو سونگھنے کی اجازت
دیں گے؟ کعب نے کہا ہاں سونگھ لو،حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر
سونگھا پھر کہا کیا آپ مجھے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت دیں گے اور پھر اس کا سر
مضبوطی سے پکڑ لیا پھر ساتھیوں سے کہا حملہ کر دو اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

محیط برہانی میں ہے:

فقد صح أن رسول الله ﷺ لما بعث جماعة من أصحابه
رضی الله تعالیٰ عنهم لقتل كعب ابن الاشرف استاذنوا
منه أن يقولوا أشياء يخادعونه و يعتمد هو عليهم فاذن
لهم رسول الله فی ذلك فقال واحد منهم لكعب:ان
خروج هذا الرجل كان من البلاء علينا و لو كان ذلك

كفرا لما قاله (المحیط البرھانی: ج:۷/ص:۴۰۸)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ
کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک جماعت کو کعب بن اشرف کو
قتل کرنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اس
سے کچھ ایسی باتیں کہہ سکیں جو اس کو دھوکہ میں ڈال دیں اور وہ ان پر
اعتماد کر لے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ان صحابہ
رضی اللہ عنہم میں سے ایک نے کعب سے کہا کہ (نعوذ باللہ) اس شخص (ﷺ) کا
نکلنا ہمارے لئے بڑی مصیبت اور آزمائش کا سبب بن گیا ہے۔ اگر یہ کفر ہوتا
تو نبی کریم ﷺ ان کو ہرگز اس کی اجازت نہ دیتے۔

اس حدیث شریف میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ بظاہر کلمات کفر اور
منافقت پر مبنی ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا قلب مبارک ایمان پر مطمئن تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی
اجازت سے آپ رضی اللہ عنہ نے اس گستاخ رسول ﷺ کو دھوکہ دے کر قتل کرنے کے لئے بظاہر
زبان سے ایسے کلمات کفر ادا کئے کہ وہ آپ کو منافق سمجھنے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اس ملعون
کو قتل کرنا آسان ہو گیا۔ اگر اس طرح کے کلمات دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے بھی کفر ہوتے تو
نبی کریم ﷺ ان کو ضرور منع فرما دیتے اور کبھی بھی اجازت مرحمت نہ فرماتے۔ پس اگر کوئی
شخص جنگ میں کفار کو دھوکہ دینے اور اہل اسلام کو نفع پہنچانے کے لئے ان کی خاص وضع
قطع اپناتا ہے یا ان کی بولی بولتا ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ اس کا یہ عمل مستحسن ہوگا۔

توہین الٰہی

"الدین کله ادب" دین ادب کا نام ہے۔ ایمان و محبت انسان کو اللہ تعالیٰ، اس
کے حبیب ﷺ اور ان سے متعلقہ ہر شے کے ادب کی تعلیم دیتے ہیں۔ کامل و صادق مومن
وہی ہوتا ہے جس کے دل میں ایمان داخل ہو اور اس کا قلب ہر قسم کے شکوک شبہات سے

پاک ہو۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی بھی قسم کی بے ادبی کا مرتکب ہونا دل کے ایمان سے خالی ہونے کی علامت ہے کیونکہ ایک مومن سے یہ بات بعید ہے کہ وہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ پر سب و شتم کرے یا کوئی بے ادبی کا کلمہ زبان پر لائے۔ہر نبی کی تعلیم کا مرکز ما من الہ غیرہ اور قولوا لاالہ الا اللہ تفلحوا رہا ہے تا کہ انسان اپنے رب وحدہ لا شریک کی کما حقہ عبادت کر سکے۔جب کوئی شخص تکبر میں انتہائی درجہ پر پہنچ جائے تو پھر وہ اللہ رب العالمین پر تکبر کرتے ہوئے أنا ربکم الاعلی کا نعرہ لگاتا ہے یا کسی اور سخت بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔اللہ رب العزت کی ذات اقدس کا انکار کرنا،کسی شے کو اس کا شریک ٹھہرانا یا کسی کو اس کا بیٹا یا بیٹی کہنا ظلم عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ (لقمان ۳۱:۱۳)

ترجمہ: بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس گناہ کو معاف بھی نہیں فرمائے گا۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

(النساء ۴:۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے،اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے واقعۃً زبردست گناہ کا بہتان باندھا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ

الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ (یس ۳۶:۷۷،۷۸،۷۹)

ترجمہ: کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا پھر بھی وہ کھلے طور پر سخت جھگڑالو بن گیا۔اور (خود ہمارے لئے مثالیں بیان کرنے لگا اور) اپنی پیدائش (کی حقیقت) کو بھول گیا۔کہنے لگا ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔فرما دیجئے: انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق کو خوب جاننے والا ہے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ (مریم ۱۹:۸۸ تا ۹۲)

ترجمہ: اور (کافر) کہتے ہیں: کہ (خدائے) رحمٰن نے (اپنے لئے) لڑکا بنالیا ہے۔(اے کافرو!) بیشک تم بہت ہی سخت اور عجیب بات (زبان پر) لائے ہو۔کچھ بعید نہیں کہ اس (بہتان) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں۔کہ انہوں نے (خدائے) رحمٰن کے لئے لڑکے کا دعویٰ کیا ہے۔اور (خدائے) رحمٰن کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو اپنا) لڑکا بنائے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ (البقرۃ ۲:۹۸)

ترجمہ: جوشخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو تو یقیناً اللہ (بھی ان) کافروں کا دشمن ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٢٨﴾ (حم السجدۃ ۴۱:۲۶تا۲۸)

ترجمہ: اور کافرلوگ کہتے ہیں: تم اس قرآن کو مت سنا کرو اور اس (کی قرأت کے اوقات) میں شوروغل مچایا کرو تا کہ تم (ان کے قرآن پڑھنے پر) غالب رہو۔ پس ہم کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ہم انہیں ان کے برے اعمال کا بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کرتے رہے تھے۔ یہ دوزخ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے، انؑ کے لئے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا آیات مقدسہ کے علاوہ بکثرت آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے کفر وشرک اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی قباحت کو بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرک وکفر سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كذبني ابن ادم و لم يكن له ذلك شتمني ولم يكن له ذلك وفاما شتمه اياي فقوله ان لي ولدا و انا الاحد الصمد (صحیح البخاری: تفسیر القرآن: باب قولہ اللہ الصمد)

ترجمہ: ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کے لئے یہ جائز نہ تھا، اس نے مجھے گالی دی اور اس کے لئے یہ جائز نہ تھا، اس کا مجھے گالی دینا یہ کہنا ہے کہ میرا

کوئی بیٹا حالانکہ میں یکتا، بے نیاز ہوں۔

اس حدیث شریف کے حوالے سے یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ کفار کے وہ عقائد جو ہمارے نزدیک شتم ہیں لیکن ان کے نزدیک شتم نہیں تو دنیاوی اعتبار سے ان کے معاملہ میں اسے سب وشتم میں شمار نہیں کیا جائے گا جیسے نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی کو اس کا بیٹا یا بیٹی قرار دیا جائے۔ وہ لم یلد ولم یولد ہے۔ البتہ اگر کسی کافر نے اللہ رب العزت کی شان میں کوئی ایسا کلمہ استعمال کیا جو توہین پر مبنی ہو تو قاضی کو چاہیئے کہ اسے تادیباً سزا دے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

ولو قال: لله تعالىٰ شريك أو ولد أو زوجة أو هو جاهل أو عاجز أو نقص بذاته أو صفاته كفر (التاتارخانية: ج:۲/ص:۳۱۵)

ترجمہ: اور اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا (نعوذ باللہ) کوئی شریک ہے یا اس کا کوئی بیٹا ہے یا بیوی ہے یا وہ جاہل ہے یا وہ عاجز ہے یا اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں نقص نکالے تو وہ کافر ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

يكفر اذا وصف الله تعالىٰ بما لا يليق به أو سخر باسم من أسمائه أو بامر من أوامره أو انكر وعده أو وعيده أو جعل له شريكا أو ولدا أو زوجة أو نسبه الى الجهل أو العجز أو النقص و يكفر بقوله يجوز أن يفعل الله تعالىٰ فعلا لا حكمة فيه و يكفر ان اعتقد أن الله تعالىٰ يرضى بالكفر۔

(الفتاوىٰ الهندية: ج:۲/ص:۳۵۸)

ترجمہ: اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف کرے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو یا اس کے نام مبارک کا یا اس کے احکامات میں سے کسی حکم کا

مذاق اڑائے یا اللہ تعالیٰ کے وعدہ یا وعید کا انکار کرے یا اس کا کوئی شریک
ٹھہرائے یا کسی کو اس کا بیٹا یا بیوی قرار دے یا اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت
،عاجزی یا نقص کی نسبت کرے وہ کافر ہو جائے گا۔اور جو یہ کہے کہ یہ جائز ہے
کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا کام کرے جس میں کوئی حکمت نہ ہو وہ کافر ہو جائے
گا۔اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کفر پر راضی ہوتا ہے تو وہ بھی کافر ہو
جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فان كان مسلما وجب قتله بالاجماع .لأنه بذلك كافر
مرتد،و أسوأ من الكافر فان كان الكافر يعظم الرب و
يعتقد أن ما هو عليه من الدين الباطل ليس باستهزاء
بالله و لا مسبة له (الصارم المسلول:ص:۳۷۷)

ترجمہ: پس اگر وہ (توہین الٰہی کا مرتکب) مسلمان ہو تو اس کو بالاجماع قتل کیا جائے
گا کیونکہ اس سے وہ کافر و مرتد ہو گیا بلکہ وہ کافر سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ کافر
رب کی تعظیم کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جس دین باطل پر وہ قائم ہے وہ
اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق و استہزاء نہیں ہے اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے لئے
سب وشتم ہے۔

آگے آپ لکھتے ہیں:

و كذلك ذكر أصحاب الشافعي رضي الله عنه. قالوا: سب
الله ردة فاذا تاب قبلت توبته ..... و هذا مذهب الامام
أبي حنيفة أيضا (الصارم المسلول:ص:۳۷۸)

ترجمہ: اسی طرح امام شافعی کے اصحاب نے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر
سب وشتم کرنا ارتداد ہے۔اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی

اور یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فمن أشرك بالله أو جحد ربوبيته أو صفة من صفاته أو
بعض كتبه أو رسله أو سب الله أو رسوله صلى الله عليه و
اله وسلم فقد كفر (المحرر فی اصول الفقہ: ج:۲/ص:۳۳۳)

ترجمہ: پس جس نے اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنایا یا اس کے رب ہونے کا انکار کیا یا
اس کی صفات میں سے کسی صفت کا انکار کیا یا اللہ کی کسی کتاب کا انکار کیا یا کسی
رسول کا انکار کیا یا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو اس
نے کفر کیا۔

امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن سب الله تعالىٰ كفر سواء كان مازحا او جادا و
كذلك من استهزأ بالله تعالىٰ أو باياته او برسله او
كتبه. قال الله تعالىٰ: قل ا بالله و اياته و رسوله كنتم
تستهزء ون لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ان نعف
ان طائفة منكم نعذب طائفة بانهم كانوا مجرمين

(التوبۃ۹:۶۵،۶۶) (المغنی: ج:۱۰/ص:۲۲۳)

ترجمہ: اور جس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی وہ کافر ہو گیا چاہے اس نے یہ عمل مذاق میں
کیا ہو یا حقیقت میں ،اور اسی طرح جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات ، رسولوں یا
کتابوں کے ساتھ مذاق کیا تو وہ بھی کافر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔فرما
دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ
مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان
(کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر تم میں ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں

(تب بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔

ان تمام اقوال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا، اس کی طرف کسی ایسی صفت کو منسوب کرنے والا جو اس کے شایان شان نہ ہو اور اللہ رب العزت پر نعوذ باللہ سب شتم کرنے والا کافر اور مرتد ہے ایسے ملعون کی سزا قتل ہے اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

توہین رسالت

اللہ رب العزت نے ثقلین کی ہدایت کے لئے مختلف ادوار میں انبیاء و رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ نبوت کا سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ پر ختم ہو چکا ہے لہٰذا آپ ﷺ کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کی تبیین کما حقہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہی کرتے ہیں اسی لئے ان کی امت پر ان کی اطاعت کرنا فرض ہوتی ہے۔ اگر کوئی ان کی تصدیق کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا ہے اور اگر کوئی ان کی تکذیب کرتا ہے تو یہ درحقیقت اللہ رب العزت کی تکذیب کرتا ہے۔ ہر دور میں صرف اللہ تعالیٰ کا نبی ہی واحد ذریعہ ہوتا ہے جو بندوں کا تعلق حقیقی طور پر معبود حقیقی سے جوڑتا ہے یعنی ہر دور میں نبی کی ذات ہی ایمان کا محور ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے بڑے ہی واشگاف الفاظ میں اس کی صراحت فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت و محبت ہی اللہ کی اطاعت و محبت ہے اور ان کی توہین کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جرم عظیم ہے جس کا ارتکاب کرنے والا دنیا و آخرت میں نامراد و بدبخت رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء ۴:۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ (آل عمران ۳:۳۱)

ترجمہ: (اے حبیب! ﷺ) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر ۵۹:۷)

ترجمہ: اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رک جایا کرو۔

ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے بارے میں فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۸ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰ (الفتح ۴۸:۸،۹،۱۰)

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو (روز قیامت گواہی دینے کے لئے اعمال و احوال امت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو اور (ساتھ) اللہ کی صبح شام تسبیح کرو۔ (اے حبیب! ﷺ) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر

جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہو
گا اور جس نے (اس) بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اس نے اللہ
سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

اللہ رب العزت کے نزدیک کسی نبی کی توہین وتحقیر نہایت ہی کبیرہ گناہ ہے۔ ابلیس کو
بھی اسی لئے مردود قرار دیا گیا کہ اس نے اللہ کے نبی سیدنا وابونا آدم علیہ السلام پر تکبر کرتے
ہوئے أنا خیر منه (میں اس سے زیادہ بہتر ہوں) کہا اور آپ علیہ السلام کے استخفاف
میں اپنا کہا لم اکن لأسجد لبشر خلقته من صلصال من حما مسنون
(میں ہرایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سن رسیدہ (اور) سیاہ بودار بجنے والے گارے
سے تخلیق کیا ہے) اور سجدہ تعظیمی کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے ادبی پر فرمایا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ (الحجر ۱۵:۳۴)

ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا: تو یہاں سے نکل جا پس بیشک تو مردود (راندۂ درگاہ) ہے۔

بنی اسرائیل پر ذلت ومسکنت کو اسی وجہ سے مسلط کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی
نشانیوں کا انکار کیا، اللہ کے نبیوں کو ناحق شہید کیا اور ان کی نافرمانی کر کے گناہ عظیم کے
مرتکب ہوئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۗ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ
الْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ (البقرة ۲:۶۱)

ترجمہ: اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں لوٹ
گئے، یہ اس وجہ سے (ہوا) وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے اور انبیاء کو ناحق
قتل کرتے تھے، اور یہ اس وجہ سے بھی ہوا کہ وہ نافرمانی کیا کرتے اور
(ہمیشہ) حد سے بڑھ جاتے تھے۔

ابولہب نے جب نبی کریم ﷺ کے لئے (نعوذ باللہ) تبا لک کہا تو اللہ عزیز حکیم

نے پوری سورت کا نزول فرما کر اس کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا اعلان فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿١﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿٢﴾
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ وَّامْرَاَتُهٗ ۗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾ فِيْ
جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿٥﴾ (سورة أبي لهب ۱۱۱)

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے
حبیب ﷺ پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)۔ اسے اس کے
(موروثی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اس کی کمائی نے۔ عنقریب
وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا۔

اسی طرح اس کی بیوی جو آپ ﷺ کی راہوں میں کانٹے چن کر بچھاتی تھی اور آپ
علیہ الصلاۃ والسلام کے مقابلہ میں لوگوں کو بھڑکاتی تھی اس کے بارے میں فرمایا:

وَّامْرَاَتُهٗ ۗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿٥﴾
(سورة أبي لهب ۱۱۱)

ترجمہ: اور اس کی (خبیث) عورت (بھی) جو (کانٹے دار) لکڑیوں کا بوجھ (سر
پر) اٹھائے پھرتی ہے، (اور ہمارے حبیب ﷺ کے تلووں کو زخمی کرنے
کے لئے رات کو ان کی راہوں میں بچھا دیتی ہے)۔ اس کی گردن میں کھجور
کی چھال کا (وہی) رسہ ہوگا (جس سے وہ کانٹوں کا گٹھا باندھتی ہے)۔

حضور سرور کائنات ﷺ کی پشت مبارک پر جب ابوجہل ملعون نے اوجھڑی رکھی
اور آپ ﷺ کو نماز ادا کرنے سے روکنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿٩﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿١٠﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى
الْهُدٰٓى ﴿١١﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾ اَلَمْ
يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا

بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾
سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾
(العلق ۹۶: ۹ تا ۱۹)

ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ (اللہ کے) بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔ یا وہ (لوگوں کو) پرہیز گاری کا حکم دیتا (تو کیا خوب ہوتا)۔ اب بتایئے! اگر اس نے (دین حق کو) جھٹلایا ہے اور (آپ سے) منہ پھیر لیا ہے (تو اس کا حشر کیا ہوگا)؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ (اس کے سارے کردار کو) دیکھ رہا ہے؟ خبردار! اگر وہ (گستاخیٔ رسالت اور دین حق کی عدوات سے) باز نہ آیا تو ہم ضرور (اسے) پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی (اور) خطا کار ہے۔ پس وہ اپنے ہم نشینوں کو (مدد کے لئے) بلالے۔ ہم بھی عنقریب (اپنے) سپاہیوں (یعنی دوزخ کے عذاب پر مقرر فرشتوں) کو بلالیں گے۔ ہرگز نہیں! آپ اس کے کہنے کی پرواہ نہ کیجئے اور (اے حبیب مکرم! ﷺ) آپ سربسجود رہئے اور (ہم سے مزید) قریب ہوتے جایئے۔

جب مسلمان رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اپنی بے سروسامانی کے باوجود قیصر سے جنگ کرنے کے لئے تیاریاں کرنے لگے تو منافقین رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا (نعوذ باللہ) تمسخر اڑانے لگے۔ ایک منافق نے کہا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، بزدل ہیں، دیکھو اب یہ شہنشاہ روم سے لڑنے چلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو منافقین کی ان باتوں سے مطلع فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا تم نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں وہ کہنے لگے کہ ہم تو صرف مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ

قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ (التوبہ ۹: ۶۴، ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو انہیں ان باتوں سے خبردار کردے جو ان (منافقوں) کے دلوں میں (مخفی) ہیں۔ فرما دیجئے: تم مذاق کرتے رہو، بیشک اللہ وہ (بات) ظاہر فرمانے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیجئے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (اب) تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان (کے اظہار) کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر تم میں ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں (تب بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ (التوبہ ۹: ۶۱)

ترجمہ: اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کرنے والا دائرہ اسلام سے بالاتفاق خارج ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی محبت ہی ایمان ہے اور کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت نہ کرے۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

لا یؤمن احد کم حتی أکون أحب الیه من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین (رواہ البخاری: باب حب الرسول ﷺ من الایمان)

ترجمہ: تم میں سے کوئی (کامل) ایمان والا نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب ترین نہ ہو جاؤں۔

محبت کا تقاضا یہی ہے کہ محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر شے سے محبت کی جائے اور اس کی تعظیم وتوقیر بھی کی جائے کہ اس کا تعلق محبوب سے ہے۔ پس جس طرح محبوب کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر لازمی ہے اسی طرح ہر شے جو آپ ﷺ سے تعلق رکھتی ہے اس کی تعظیم کرنا اور اس سے محبت رکھنا جزو ایمان ہے۔

توہین رسالت کی شناعت اور قرآن حکیم:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

١. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②

(الحجرات ۴۹:۱۔۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! (کسی بھی معاملہ میں) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ کہیں رسول ﷺ کی بے ادبی نہ ہو جائے)، بیشک اللہ (سب کچھ) سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

٢. وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ⑬

(ابراھیم ۱۴:۱۳)

ترجمہ: اور کافر لوگ اپنے پیغمبروں سے کہنے لگے: ہم بہرصورت تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہیں ہمارے مذہب میں لوٹ آنا ہوگا، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔

٣. وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ (الصف ۶۱:۵)

ترجمہ: جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے اذیت کیوں دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔ پھر جب انہوں نے کج روی جاری رکھی تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

٤. اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاۗقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ㉜ (محمد ۴۷:۳۲)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا اور رسول (ﷺ) کی مخالفت (اور ان سے جدائی اختیار) کی اس کے بعد کہ ان پر ہدایت (یعنی عظمت رسول ﷺ کی معرفت) واضح ہو چکی تھی وہ اللہ کا ہرگز کچھ نقصان نہیں کر سکیں گے اور اللہ ان کے سارے اعمال کو نیست و نابود کر دے گا۔

٥. وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④

(الحشر ۵۹:۳۔۴)

ترجمہ: اور اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی لکھ نہ دی ہوتی تو وہ انہیں دنیا میں (اور سخت) عذاب دیتا، اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے شدید عداوت کی (ان کا سرغنہ کعب بن اشرف بدنام گستاخ رسول ﷺ تھا) اور جو شخص اللہ (اور رسول ﷺ کی) مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

6. إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ (الاحزاب ۳۳:۵۷)

ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور ان کے لئے ذلت انگیز عذاب تیار کیا گیا ہے۔

7. وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٢٥﴾ (المومنون ۲۳:۲۳، ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو کیا تم نہیں ڈرتے؟ تو ان کی قوم کے سردار جو کفر کر رہے تھے کہنے لگے: یہ شخص محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے (اس کے سوا کچھ نہیں)، یہ تم پر (اپنی) فضیلت و برتری قائم کرنا چاہتا ہے، اور اگر اللہ (ہدایت کے لئے کسی

پیغمبر کو بھیجنا) چاہتا تو فرشتوں کو اتار دیتا، ہم نے تو یہ بات اپنے اگلے آباء و اجداد میں (کبھی) نہیں سنی۔ یہ شخص تو سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اسے دیوانگی (کا عارضہ لاحق ہوگیا) ہے سو تم ایک عرصہ اس کا انتظار کرو۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٣٤﴾ أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿٤٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ (المومنون ۲۳:۳۳تا۴۱)

ترجمہ: اور ان کی قوم کے (بھی وہی) سردار بول اٹھے جو کفر کر رہے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلا رہے تھے اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں (مال و دولت کی کثرت کے باعث) آسودگی (بھی) دے رکھی تھی (لوگوں سے کہنے لگے) کہ یہ شخص تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت کرلی تو پھر تم ضرور خسارہ اٹھانے والے ہوگے۔ کیا یہ تم سے یہ وعدہ کر رہا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور تم مٹی اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہوجاؤ گے تو تم (دوبارہ زندہ ہوکر) نکالے جاؤ گے۔ بعید (از قیاس) بعید (از وقوع) ہیں وہ باتیں جن کا تم سے وعدہ کیا

جا رہا ہے۔ وہ (آخرت کی زندگی کچھ) نہیں ہماری زندگانی بس یہی دنیا تو ہے ہم (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور (بس ختم)، ہم (دوبارہ) نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ تو محض ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے اور ہم بالکل اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (پیغمبر نے) عرض کیا: اے میرے رب! میری مدد فرما اس صورتحال میں کہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ ارشاد ہوا تھوڑی ہی دیر میں وہ پشیماں ہو کر رہ جائیں گے۔ پس سچے وعدے کے مطابق انہیں خوفناک آواز نے آپکڑا سو ہم نے انہیں خس و خاشاک بنا دیا، پس ظالم قوم کے لئے (ہماری رحمت سے) دوری ومحرومی ہے۔

۸ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝ (السبا ۳۴: ۷،۸)

ترجمہ: اور کافر لوگ (تعجب واستہزاء کی نیت سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا نہ بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو یقیناً تمہیں (ایک) نئی پیدائش ملے گی۔ (یا تو) وہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے یا اسے جنون ہے، (ایسا کچھ بھی نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔

۹ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ بَلْ جَاۗءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَذَاۗىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(الصافات ۳۷: ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹)

ترجمہ: یقیناً وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں؟ (وہ نہ مجنون ہے نہ شاعر) بلکہ وہ (دین) حق لے کر آئے ہیں اور انہوں نے (اللہ کے) پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔ بے شک تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔ اور تمہیں (کوئی) بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر صرف اسی کا جو تم کیا کرتے تھے۔

۱۰ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (الدخان ۴۴: ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: اب ان کا نصیحت ماننا کہاں (مفید) ہو سکتا ہے حالانکہ ان کے پاس واضح بیان فرمانے والے رسول آ چکے۔ پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور (گستاخی کرتے ہوئے) کہنے لگے: (وہ) سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ بیشک ہم تھوڑا سا عذاب دور کئے دیتے ہیں تم یقیناً وہی (کفر) دہرانے لگو گے۔ جس دن ہم بڑی سخت گرفت کریں گے تو (اس دن) ہم یقیناً انتقام ہی لیں گے۔

۱۱ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ (الذاریات ۵۱: ۳۸، ۳۹، ۴۰)

ترجمہ: اور موسیٰ (علیہ السلام کے واقعہ) میں (نشانیاں ہیں) جب ہم نے انہیں فرعون کی طرف واضح دلیل دے کر بھیجا تو اس نے اپنے اراکین سلطنت سمیت روگردانی کی اور کہنے لگا: (یہ) جادوگر یا دیوانہ ہے۔ پھر ہم نے اسے اور اس

کے لشکر کو (عذاب کی) گرفت میں لے لیا اور ان (سب) کو دریا میں غرق کر دیا اور وہ تھا ہی قابل ملامت کام کرنے والا ۔

١٢ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٦﴾

(القمر ۵۴: ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: ان سے پہلے قوم نوح نے (بھی) جھٹلایا تھا سو انہوں نے ہمارے بندہ (مرسل نوح علیہ السلام) کی تکذیب کی اور کہا: (یہ) دیوانہ ہے اور انہیں دھمکیاں دی گئیں ۔سو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں (اپنی قوم کے مظالم سے) عاجز ہوں پس تو انتقام لے ۔پھر ہم نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیئے ۔اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے ،سو (زمین و آسمان کا) پانی ایک ہی کام کے لئے جمع ہو گیا جو (ان کی ہلاکت کے لئے) پہلے سے مقرر ہو چکا تھا ۔اور ہم نے ان کو (یعنی نوح علیہ السلام کو) تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر لیا ۔جو ہماری نگاہوں کے سامنے (ہماری حفاظت میں) چلتی تھی ،(یہ سب کچھ) اس شخص کا بدلہ لینے کی خاطر کیا گیا تھا جس کا انکار کیا گیا تھا ۔اور بے شک ہم نے اس (طوفان نوح علیہ السلام کے آثار کو) نشانی کے طور پر باقی رکھا تو کیا کوئی سوچنے (اور نصیحت قبول کرنے والا) ہے؟ سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا ۔

١٣ وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ ﴿١﴾ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ﴿٢﴾ يَحْسَبُ أَنَّ

مَالَهُ أَخْلَدَهُ ﴿٣﴾ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ﴿٦﴾ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ﴿٧﴾ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾ (سورۃ الھمزۃ ۱ تا ۹)

ترجمہ: ہر اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو (روبرو) طعنہ زنی کرنے والا ہے (اور پس پشت) عیب جوئی کرنے والا ہے ۔(خرابی و تباہی ہے اس شخص کے لئے) جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے ۔وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت اسے ہمیشہ زندہ رکھے گی ۔ہرگز نہیں! وہ ضرور حطمہ میں پھینک دیا جائے گا ۔اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حطمہ کیا ہے؟ (یہ) اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے ۔جو دلوں پر (اپنی اذیت کے ساتھ) چڑھ جائے گی ۔بیشک وہ (آگ) ان لوگوں پر ہر طرف سے بند کر دی جائے گی ۔(بھڑکتے شعلوں کے) لمبے لمبے ستونوں میں ۔

یہ سورت ان لوگوں کے لئے نازل کی گئی جو نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی غیبت کیا کرتے تھے ۔

١٤ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾ (یٰسین ۳۶: ۳۰، ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: ہائے (ان) بندوں پر افسوس! ان کے پاس کوئی رسول نہ آتا تھا مگر یہ کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے ۔کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر ڈالیں ،کہ اب وہ لوگ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آئیں گے ۔مگر یہ کہ یہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے ۔

١٥ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ

غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء ۴:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

۱۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ ۲:۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) راعنامت کہا کرو بلکہ (ادب سے) انظرنا (ہماری طرف نظر کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۷ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

(آل عمران ۳:۸۶۔۸۷۔۸۸۔۸۹۔۹۰۔۹۱)

ترجمہ: اللہ ان لوگوں کو کیونکر ہدایت فرمائے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ اس امر کی گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آچکی تھیں، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی رہے۔ وہ اس پھٹکار میں ہمیشہ (گرفتار) رہیں گے اور ان سے اس عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور (اپنی) اصلاح کر لی، تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور پھر وہ کفر میں بڑھتے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی، اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور حالت کفر میں ہی مر گئے سو ان میں سے کوئی شخص اگر زمین بھر سونا بھی (اپنی نجات) کے لئے معاوضہ میں دینا چاہے تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، انہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکے گا۔

۱۸ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبۃ ۹:۶۱،۶۲،۶۳)

ترجمہ: اور ان (منافقوں) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبی (مکرم ﷺ) کو ایذا

پہنچاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ تو کان (کے کچے) ہیں۔ فرما دیجئے: تمہارے لئے بھلائی کے کان ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان (کی باتوں) پر یقین کرتے ہیں اور تم میں سے جو ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے رحمت ہیں، اور جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو (اپنی بدعقیدگی، بد گمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ مسلمانو! یہ (منافقین) تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ حقدار ہے کہ اسے راضی کیا جائے اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے (تو یہ حقیقت جان لیتے اور رسول ﷺ کو راضی کرتے، رسول ﷺ کے راضی ہونے سے ہی اللہ راضی ہوجاتا ہے کیونکہ دونوں کی رضا ایک ہے) کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ (مقرر) ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، یہ زبردست رسوائی ہے۔

۱۵ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝٣ (الکوثر ۱۰۸: ۳)

ترجمہ: بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشاں ہوگا۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا آیات مقدسہ سے درج ذیل نکات مستفاد ہوتے ہیں:

۱ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کرام اور بالخصوص خاتم النبیین محمد رسول اللہ علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں بے ادبی یا گستاخی کرنا، ان کے ساتھ استہزاء کرنا انتہائی کبیرہ گناہ اور کفر عظیم ہے۔

۲ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بے ادبی کرنے والے کے اعمال برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

۳ سابقہ امتوں میں سے جس کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے نبی کا مذاق اڑایا اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی سخت عذاب نازل فرمایا اور آخرت میں بھی ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

۴ جو لوگ نبی کریم ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اللہ رب العزت کی طرف سے ایسے لوگ دنیا اور آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔

۵ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے انتقام بھی لے گا۔

۶ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی نعوذ باللہ غیبت کی یا تنقیص کرنے کی کوشش کی تو ان کے لئے جہنم کی گہرائی میں ایک ایسی عذاب کی وادی ہے، جہاں جہنمیوں کے زخموں کا پانی بہتا ہے۔ انہیں اس میں ڈالا جائے گا اور حدیث کے مطابق اس کی تہہ میں پہنچنے سے قبل وہ چالیس سال تک اس میں گرتے رہیں گے اس کا نام ویل ہے۔ اللہ رب العزت نے ایسے بدبختوں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے جو ان کو پیس دے گی اور ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی۔

۷ بارگاہ رسالت میں ایسا لفظ بھی استعمال نہیں کرنا چاہیئے جس میں ذرا بھی بے ادبی کا شائبہ ہو۔

۸ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی دینے کے بعد کفر کرتے ہیں ایسے لوگ ظالم ہیں۔

ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی رہتی ہے۔ وہ اس پھٹکار میں ہمیشہ (گرفتار) رہیں گے اور ان سے اس عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ اگر ان کا انتقال کفر پر ہی ہو تو اگر وہ زمین بھر سونا بھی (اپنی نجات) کے لئے معاوضہ میں دینا چاہے تو ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، انہی لوگوں

کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکے گا۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے دشمنی کرے گا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور وہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہے گا۔

گستاخ رسول (ﷺ) کا حکم اور اس کی سزا:

علماء عظام نے قرآن وسنت کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ گالی دینے والے اور آپ ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔ سب وشتم کرنا تنقیص کرنا، استخفاف و استحقار کرنا، یہ تمام تکذیب کی ہی علامات ہیں بلکہ تکذیب کا ادنیٰ طریقہ ہیں۔ اسی لئے مجتہدین نے گستاخ رسول ﷺ کو بالاجماع کافر قرار دیا ہے۔ جہاں تک شاتم رسول ﷺ کی سزا کا تعلق ہے تو تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی سزا قتل ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اسے ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے گا یا حد کی وجہ سے، تاہم قبل از توبہ اسے قتل کرنے میں سب کا اتفاق ہے۔ گستاخ اور شاتم رسول (ﷺ) بالاجماع کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ سابقہ اوراق میں ہم آیات قرآنیہ کی روشنی میں تفصیلاً اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ شان رسالت میں گستاخی کرنا کفر عظیم ہے۔ اب ہم علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں اس کا ذکر کریں گے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

سئل أبو حنيفة عمن يقول: ان محمدا رسول الله (ﷺ) الا أنه يحب أن يشتمه قال: هذا الرجل لم يعرف الله تعالىٰ لأنه لو عرفه لم يحب أن يشتم رسوله ﷺ

(التاتارخانية: ج:۲/ص:۳۲۷)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن (نعوذ باللہ) وہ آپ ﷺ پر سب وشتم کو پسند کرتا

ہے آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا کیونکہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کو جانتا تو اس کے رسول ﷺ کے لئے سب وشتم کو حلال نہ سمجھتا۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وحاصله أنه نقل الاجماع على كفر الساب

(ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۷۱)

ترجمہ: اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ شاتم رسول ﷺ کے کفر پر اجماع منقول ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

قال الامام خاتمة المجتهدين تقي الدين ابو الحسن على بن عبد الكافي السبكي رحمه الله تعالىٰ في كتابه السيف المسلول على من سب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم: قال القاضي عياض اجمعت الامة على قتل منتقصه من المسلمين و سابه قال ابو بكر ابن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عليه القتل و ممن قال ذلك مالك بن انس و الليث و احمد اسحاق و هو مذهب الشافعي قال عياض و بمثله قال ابو حنيفة و اصحابه والثوري و اهل الكوفة و الاوزاعي في المسلم و قال محمد بن سحنون اجمع العلماء على ان شاتم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و المنتقص له كافر و الوعيد جار عليه بعذاب الله تعالىٰ له و من شك في كفره و عذابه كفر و قال ابو سليمان الخطابي لا اعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوب قتله اذا كان مسلما و عن اسحاق بن راهويه احد الأئمة الاعلام قال: اجمع المسلمون ان من سب الله تعالىٰ أو سب

کے لئے دردناک عذاب ہے اوران کا کوئی مددگار نہیں ہوسکے گا۔ جوکوئی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول مکرم ﷺ سے دشمنی کرے گا تواس کے لئے دردناک عذاب ہے اوروہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہے گا۔

گستاخ رسول (ﷺ) کا حکم اوراس کی سزا:

علماء عظام نے قرآن وسنت کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ گالی دینے والے اور آپ ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔ سب وشتم کرنا تنقیص کرنا، استخفاف واستحقار کرنا، یہ تمام تکذیب کی ہی علامات ہیں بلکہ تکذیب کا ادنیٰ طریقہ ہیں۔ اسی لئے مجتہدین نے گستاخ رسول ﷺ کو بالاجماع کافر قرار دیا ہے۔ جہاں تک شاتم رسول ﷺ کی سزا کا تعلق ہے تو تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی سزا قتل ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اسے ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے گا یا حد کی وجہ سے، تاہم قبل از توبہ اسے قتل کرنے میں سب کا اتفاق ہے۔ گستاخ اور شاتم رسول (ﷺ) بالاجماع کافر ہے اوراس کی سزا قتل ہے۔ سابقہ اوراق میں ہم آیات قرآنیہ کی روشنی میں تفصیلاً اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ شان رسالت میں گستاخی کرنا کفر عظیم ہے۔ اب ہم علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں اس کا ذکر کریں گے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

سئل أبو حنيفة عمن يقول: ان محمدا رسول الله (ﷺ) الا أنه يحب أن يشتمه قال: هذا الرجل لم يعرف الله تعالىٰ لأنه لو عرفه لم يحب أن يشتم رسوله ﷺ

(التاتارخانية: ج:۲/ص:۳۲۷)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن (نعوذ باللہ) وہ آپ ﷺ پر سب وشتم کو پسند کرتا

ہے آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا کیونکہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کو جانتا تو اس کے رسول ﷺ کے لئے سب وشتم کو حلال نہ سمجھتا۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وحاصله أنه نقل الاجماع على كفر الساب

(ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۷۱)

ترجمہ: اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ شاتم رسول ﷺ کے کفر پر اجماع منقول ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

قال الامام خاتمة المجتهدين تقي الدين ابو الحسن علي بن عبد الكافي السبكي رحمه الله تعالىٰ في كتابه السيف المسلول على من سب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم: قال القاضي عياض اجمعت الامة على قتل منتقصه من المسلمين و سابه قال ابو بكر ابن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عليه القتل و ممن قال ذلك مالك بن انس و الليث و احمد اسحاق و هو مذهب الشافعي قال عياض و بمثله قال ابو حنيفة و اصحابه والثوري و اهل الكوفة و الاوزاعي في المسلم و قال محمد بن سحنون اجمع العلماء على ان شاتم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و المنتقص له كافر و الوعيد جار عليه بعذاب الله تعالىٰ له و من شك في كفره و عذابه كفر و قال ابو سليمان الخطابي لا اعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوب قتله اذا كان مسلما و عن اسحاق بن راهويه احد الأئمة الاعلام قال: اجمع المسلمون ان من سب الله تعالىٰ أو سب

رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أو دفع شیئا مما أنزل
الله تعالیٰ أو قتل نبیا من انبیاء الله عز وجل انه کافر
بذلك و ان کان مقرا بکل ما انزل الله تعالیٰ * وهذه نقول
معتضدة بدلیلها و هو الاجماع و لا عبرة بما اشار الیه
ابن حزم الظاهری من الخلاف فی تکفیر المستخف به
فانه شئ لا یعرف لاحد من العلماء و من استقرأ سیر
الصحابة تحقق اجماعهم علی ذلك فانه نقل عنهم فی
قضایا مختلفة منتشرة یستفیض نقلها و لم ینکره احد و
ما حکی عن بعض الفقهاء من انه اذا لم یستحل لا یکفر
زلة عظیمة و خطأ عظیم لا یثبت عن احد من العلماء
المعتبرین و لا یقوم علیه دلیل صحیح فاما الدلیل علی
کفره فالکتاب و السنة و الاجماع و القیاس (تنبیہ الولاۃ و
الحکام علی شاتم خیر الانام: ص:۳۱۶)

ترجمہ: خاتمۃ المجتہدین امام تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی۔ اللہ تعالیٰ ان
پر رحمت فرمائے۔ اپنی کتاب "السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ"
میں فرماتے ہیں: قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امت کا مسلمان
میں سے اس شخص کے قتل پر اجماع ہے جو آپ ﷺ کی (نعوذ باللہ)
عیب جوئی کرے اور گالی دے۔ امام ابو بکر ابن المنذر نے فرمایا کہ اہل
علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی اس کی سزا قتل
ہے۔ یہ مذہب امام مالک بن انس، امام لیث، امام احمد اور امام اسحاق
علیہم الرحمۃ کا ہے اور یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ قاضی عیاض
مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے مثل امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب،
امام ثوری اور اہل کوفہ اور امام اوزاعی علیہم الرحمۃ نے مسلمان کے بارے

میں کہا ہے۔ امام محمد بن سحنون مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام علمائے امت
کا اس پر اجماع ہے کہ شاتم رسول (ﷺ) اور نبی کریم ﷺ کی (نعوذ
باللہ) عیب جوئی کرنے والا کافر ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب
کی وعید ہے اور جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا اس نے کفر
کیا۔ ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ میں کسی مسلمان کو نہیں جانتا کہ اس نے
شاتم کے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو جبکہ وہ مسلمان ہو۔ اسحاق
بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جو ائمہ اعلام میں سے ایک ہیں کہ تمام
مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو یا اس کے رسول ﷺ کو گالی
دی یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اس میں سے کسی شے کا انکار کر دیا یا
اللہ عزوجل کے انبیاء میں سے کسی نبی کو شہید کر دیا، ان تمام اعمال سے وہ کافر
ہو جائے گا اگرچہ وہ ان تمام چیزوں کا اقرار کرتا ہو جو اللہ تعالیٰ نے نازل
فرمائی ہیں۔ یہ اپنی دلیل کے ساتھ مضبوط ہے اور وہ اجماع ہے۔ اس چیز کا
کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جس کی طرف ابن حزم ظاہری نے اشارہ کیا ہے کہ جو نبی
کریم ﷺ کا استخفاف کرے اس کے کافر ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ ایسی
بات ہے کہ جس کے حوالہ سے کوئی عالم معروف نہیں ہے۔ جس کسی نے صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس پر علماء کا اجماع
متحقق ہو چکا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف فیصلوں میں یہی بات منقول
ہے جس کا منقول ہونا مشہور ہے۔ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔ بعض
فقہاء سے جو یہ حکایت کیا گیا ہے کہ جو نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کو حلال جان
کر نہ کرے وہ کافر نہیں ہوگا، یہ بہت عظیم خطا اور عظیم غلطی ہے۔ کسی ایک بھی
معتبر عالم سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اس پر کوئی صحیح دلیل قائم نہیں
ہے۔ جہاں تک اس کے کفر پر دلیل کا تعلق ہے تو وہ کتاب اللہ، سنت رسول
ﷺ اور اجماع سے ثابت ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نقل کرتے ہیں:

وقال محمد بن سحنون :اجمع العلماء علی ان شاتم النبی ﷺ المنتقص له کافر،و الوعید جار علیه بعذاب الله له و حکمه عند الأمة القتل ،و من شك فی کفره و عذابه کفر (الصارم المسلول:ص:۹)

ترجمہ: امام محمد بن سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ شاتم رسول ﷺ آپ ﷺ کی عیب جوئی کرنے والا کافر ہے،اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے۔تمام امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہو گیا۔

امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قال وهب بن منبه :قرأت احدی و سبعین کتابا فوجدت فی کله لو جمع عقول جمیع الخلائق من الأولین و الاخرین و یوضع عند عقل النبی ﷺ کان عقولهم عند عقله مثل رملة عند رمال القیامة لأن الله تعالیٰ جعل العقل ألف جزء أعطی من ذلك تسعمائة و تسعة و تسعین لمحمد ﷺ و أعطی واحدا لمن یشاء من عباده،فمن قال عقل الکافر مع عقل محمد ﷺ سواء فهو مبتدع منافق،و فلاسف و زنادق و ملعون و مخذول والله اعلم

(شرح بدء الامالی:ص:۸۱)

ترجمہ: وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں کا مطالعہ کیا تو میں نے ہر ایک میں یہ پایا کہ اگر جمیع مخلوق میں سے سب اگلوں اور پچھلوں کی عقلوں کو جمع کیا جائے اور اسے نبی کریم ﷺ کی مبارک عقل و ذہانت کے سامنے

پیش کیا جائے،تو ان تمام کی عقلیں بارگاہ رسالت میں ایسی ہی ہیں جیسے قیامت کی ریت کے سامنے ایک ریت کا ذرہ۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کے ایک ہزار حصہ فرمائے اور اس میں سے نو سو ننانوے محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمادیئے جبکہ ایک حصہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا عطا فرمادیا۔پس جس کسی نے یہ کہا کہ کافر کی عقل اور (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ﷺ کی عقل برابر ہے تو وہ بدعتی ہے،منافق ہے،فلسفی ہے،زندیق ہے،ملعون ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم ہے۔

شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و یکفر من أراد بغض النبی صلی الله علیه واله وسلم بقلبه (البحر الرائق:ج:۵/ص:۱۹۵)

ترجمہ: اور جس نے نبی کریم ﷺ سے (نعوذ باللہ) بغض رکھنے کا دل میں ارادہ کیا وہ کافر ہو جائے گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

عن جعفر فیمن یقول امنت بجمیع أنبیائه و لاأعلم ان آدم نبی ام لا یکفر کذا فی العتابیة سئل عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمهم علی الزنی و نحوه الذی یقوله الحشویة فی یوسف علیه السلام قال یکفر لانه شتم لهم و استخفاف بهم (الفتاوی الهندیة:ج:/ص:۲۶۳)

ترجمہ: حضرت جعفر سے منقول ہے کہ جس نے کہا میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لایا اور میں یہ نہیں جانتا کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں یا نہیں وہ کافر ہو جائے گا۔اسی طرح عتابیہ میں ہے کہ اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ہرات انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف فحش باتوں کو منسوب کرتے ہیں جیسے (نعوذ

باللہ) ان کا زنا کا ارادہ کرنا وغیرہ جو حشویہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں
کہتے ہیں، آپ نے فرمایا: وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ ان کے لئے سب وشتم
اور استخفاف ہے۔

و من قال :لا أدری أن النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم
کان انسیا او جنیا یکفر کذا فی الفصول العمادیة

(الفتاوی الصمدیۃ: ج:/ص: ۳۶۳)

ترجمہ: اور جس نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ (نعوذ باللہ) انسان تھے
یا جن وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح فصول عمادیہ میں ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

ومن قال کل معصیة کفر و قال مع ذلک:ان الانبیاء
عصوافھو کافر لأنہ شاتم (التاتارخانیة: ج:/ص:۳۲۵)

ترجمہ: اور جس نے کہا کہ ہر گناہ کرنا کفر ہے اور پھر اس کے ساتھ کہا کہ (نعوذ
باللہ) بے شک انبیاء نے گناہ کیا تو وہ کافر ہو گیا کیونکہ وہ شاتم ہے۔

حضرت امام ولوالجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رجل عاب علی النبی ﷺ من شی یکفر لأنہ استخفاف بہ

(الفتاوی الولوالجیۃ: ج:۵/ص:۴۱۹)

ترجمہ: کسی آدمی نے اگر نبی کریم ﷺ پر (نعوذ باللہ) کوئی بھی عیب لگایا تو وہ کافر
ہو جائے گا۔

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم وفقنا اللہ و ایاک ان جمیع من سب النبی ﷺ أو عابہ
أو الحق بہ نقصا فی نفسہ أو نسبہ أو دینہ أو خصلة من
خصالہ أو عرض بہ أو شبھہ بشیء علی طریق السب لہ أو
الازراء علیہ أو التصغیر لشأنہ أو الغض منہ و العیب لہ

فھو ساب لہ والحکم فیہ حکم لساب یقتل

(الشفا: ج:۲/ص:۲۱۴)

ترجمہ: جان لو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق عطا فرمائے کہ جس کسی شخص نے نبی
کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی یا آپ علیہ الصلاۃ و السلام کی ذات
اقدس یا آپ ﷺ کے دین یا آپ ﷺ کی عادات مبارکہ میں سے کسی
عادت کے ساتھ کسی نقص کو ملحق کیا یا اشارتاً آپ ﷺ کے لئے کوئی نامناسب
بات کہی یا آپ ﷺ کو کسی شے کے ساتھ (نعوذ باللہ) گالی کے طور پر تشبیہ
دی یا آپ ﷺ پر عیب لگایا یا آپ ﷺ کے لئے اسم تصغیر (اہانت کے
طور پر) استعمال کیا یا آپ ﷺ کی شان و قدر کو گھٹانے کی کوشش کی یا
آپ ﷺ کی طرف کسی برائی کی نسبت کی تو وہ درحقیقت ان تمام صورتوں میں
آپ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا ہے، اور اس کا حکم شاتم کا ہے یعنی اسے قتل
کیا جائے گا۔

علماء عظام کے ان تمام تر اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شان رسالت میں گستاخی
کرنے والا اور تنقیص وسب شتم کرنے والا ملعون اور خارج از اسلام ہے۔ اس امر پر امت کا
اجماع ہے۔ ایمان کا محور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے لہٰذا اگر کوئی آپ علیہ الصلاۃ و
السلام کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو تو اگر چہ وہ تمام ایمانیات و اعتقادیات کا مقر اور تمام
احکام پر عامل ہی کیوں نہ ہو وہ مرتد و کافر ہے، اسے قتل کیا جائے گا۔

گستاخ رسول (ﷺ) کا قتل اور احادیث شریفہ:

◆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابو النعمان محمد بن الفضل قال حدثنا حماد بن
زید عن ایوب عن عکرمة قال اتی علی بزنادقة فاحرقھم
فبلغ ذلک ابن عباس فقال لو کنت انا لم احرقھم لنھی
رسول اللہ ﷺ لا تعذبوا بعذاب اللہ و لقتلتھم لقول

رسول اللہ ﷺ: من بدل دينه فاقتلوه

(صحیح البخاری: کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالھم: باب: حکم المرتد والمرتدۃ) (قد سبق تخریجہ)

ترجمہ: حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "زنادقہ" کو لایا گیا تو آپ نے ان کو جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو میں ان کو نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے نہ جلاتا آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے عذاب سے تکلیف نہ دو" اور ان کو ضرور قتل کر دیتا نبی ﷺ کے قول مبارک کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کر دو۔

۲ امام مسلم روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا حفص بن غياث و ابو معاوية و وكيع عن الاعمش عن عبد الله بن مرة عن مسروق عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله و انى رسول الله الا باحدى ثلاث الثيب الزاني و النفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة (مسلم: رقم الحدیث: ۴۳۶۲)

ترجمہ: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین کے،

1. شادی شدہ زانی
2. جان کے بدلے جان
3. اپنے دین کو ترک کرنے والا جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا۔ ہے۔

(صحیح البخاری: کتاب الدیات: باب قول اللہ ان النفس بالنفس)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(ابوداؤد: کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتد)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(سنن النسائی: کتاب المحاربۃ: ذکر ما یحل بہ دم المسلم/ الحکم فی المرتد)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے نیز یہ کہ باب الحکم فی المرتد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(جامع الترمذی: ابواب الفتن: باب ماجاء فی لا یحل دم امرأ مسلم الا باحدی الثلاث)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ: ابواب الحدود: باب لا یحل دم امرأ الا فی ثلاث)

اس کے علاوہ آپ نے اس روایت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی سنن کبریٰ اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے

(کتاب المرتد: باب قتل من ارتد عن الاسلام)

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمایا ہے۔

(کتاب الحدود والدیات: ج: ۳/ ص: ۸۱)

اس حدیث کو حضرت عائشہ، حضرت عثمان، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن

عباس، حضرت ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تمام کبار مجتہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان سے روایت کرنے والے تمام تابعین واتباع تابعین مرتد کے قتل کئے جانے کے قائل تھے۔ اگر اس حدیث شریف کے تمام طرق میں تامل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث محدثین کی اصطلاح کے مطابق "حدیث مشہور" ہے۔

◆ امام بخاری روایت فرماتے ہیں:

حدثنا یحی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شهاب قال اخبرنی عبید الله بن عبد الله بن عتبة ان اباهریرة قال: لما توفی النبی ﷺ و استخلف ابو بکر و کفر من کفر من العرب قال عمر: یا ابا بکر کیف تقاتل الناس و قد قال النبی ﷺ: امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله عصم منی ماله و نفسه الا بحقه و حسابه علی الله. قال ابو بکر: والله لاقاتلن من فرق بین الصلوة و الزکوة فان الزکوة حق الله و الله لو منعونی عناقا کانوا یؤدونها الی رسول الله ﷺ لقاتلتهم علی منعها (صحیح البخاری: ج: ۲/ص: ۱۰۲۳)

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب میں سے بعض نے کفر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کر لیا سوائے اس کے حق

کے، اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں اس سے ضرور بالضرور قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوۃ میں تفریق کی، کیوں کہ زکوۃ اللہ کا حق ہے، اللہ کی قسم میں ان سے ضرور قتال کروں گا اگر انہوں نے مجھے (زکوۃ کا) ایک بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔

اس روایت کو امام مسلم نے بھی نقل فرمایا ہے (مسلم: رقم الحدیث: ۳۲)

اس کے علاوہ کئی ایک کتب حدیث میں یہ واقعہ درج ہے۔

اس حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مرتد کی سزا کو عام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے مرتدین سے قتال کیا جس میں آپ رضی اللہ عنہ کے زیر نگرانی کثیر تعداد میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حصہ لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرتد کو قتل کرنے پر اجماع ہے۔

مذکورہ بالا تینوں احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ گستاخ رسول ﷺ جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ مرتد و کافر اور اپنے دین کو تبدیل کرنے والا ہے لہذا اس کی سزا بھی قتل ہے۔

◆ حضرت امام مسلم فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ من لکعب ابن الأشرف فانه قد اذی الله و رسوله (صلی الله علیه و اله وسلم) فقال محمد بن مسلمة یا رسول الله ﷺ أتحب أن اقتله؟ قال: نعم. قال: ائذن لی فلأ قل. قال: قل. فاتاه. فقال له: و ذکر ما بینهما و قال: ان هذا الرجل قد أراد صدقة و قد عنانا فلما سمعه قال: و ایضا و الله لتملّنّه. قال: انا قد اتبعناه الان و نکره ان ندعه حتی ننظر الی ای شئ یصیر امره قال: و

قد اردت ان تسلفني سلفا قال :فما ترهنني؛قال: ما
تريد؛ قال: ترهنني نسائكم .قال:أنت أجمل العرب
أنرهنك نسائنا .قال له: ترهنوا ني اولادكم .قال: يسب
ابن احدنا فيقال :رهن في وسقين من تمر و لكن نرهنك
اللامة يعني السلاح .قال: فنعم وواعده أن يأتيه
بالحارث و أبي عبس بن جبر و عبّاد بن بشر قال :فجاء
وافدعوه ليلا فنزل اليهم قال سفيان قال غير عمر و
قالت له امراته: أسمع صوتا كانه صوت دم. قال: انما هذا
محمد بن مسلمة و رضيعه و ابو نائلة ان الكريم لو دعي الى
طعنة ليلا لأجاب .قال محمد :اني اذا جاء فسوف امد
يدي الى راسه فاذا استمكنت منه فدونكم .قال: فلما
نزل نزل و هو متوشح فقالوا :نجد منك ريح الطيب قال
:نعم تحتي فلانة هي أعطر نساء العرب قال: فتأذن لي ان
أشم منه قال: نعم فشم فتناول فشم ثم قال: أ تاذن لي
ان اعود قال فاستمكن من رأسه ثم قال دونكم قال:
فقتلوه (مسلم: کتاب الجہاد: باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیھود)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن
اشرف کے لئے کون ہے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو
ایذا پہنچائی ہے سو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا
آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس کو پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل کردوں۔
آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا پھر مجھے کچھ تعریضا کہنے کی
اجازت دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا کہہ لینا، پس وہ کعب بن اشرف کے

پاس گئے اور اس سے باتیں کیں اور اپنا اور حضور ﷺ کا فرضی معاملہ بیان کیا
اور کہا کہ یہ شخص ہم سے (نعوذ باللہ) صدقات لیتا ہے اور ہم کو اس نے
مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جب کعب نے یہ سنا تو کہا: خدا کی قسم ابھی تو تم کو
اور مصیبت پڑے گی۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا ہم اس کی اتباع کر چکے
ہیں۔ اب ہمیں اس کو چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس
کا مآل کار کیا ہوتا ہے، حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے
کچھ قرض دو، کعب نے کہا تم میرے پاس کیا رہن رکھو گے؟ حضرت محمد بن
مسلمہ نے فرمایا جو تم چاہو، کعب بن اشرف نے کہا تم اپنی عورتیں میرے
پاس رہن رکھ دو، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم عرب کے حسین ترین
شخص ہو ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں! کعب بن
اشرف نے کہا پھر اپنے بچے گروی رکھ دو، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ پھر ہمارے بچوں کو یہ گالی دی جائے کہ یہ دو وسق کھجور کے عوض
گروی رکھا گیا تھا۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں
گے، کعب نے کہا اچھا، حضرت محمد بن مسلمہ نے رضی اللہ عنہ کعب سے وعدہ کیا کہ
حارث، ابوعبس بن جبر اور عباد بن بشر (رضی اللہ عنہم) کو تمہارے پاس لے کر آؤں
گا۔ سو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور رات کو اسے بلایا، کعب ان کی طرف
جانے لگا، اس کی بیوی نے کہا مجھے ایسی آواز آرہی ہے جیسے خون کی آواز ہو
، کعب نے کہا محمد بن مسلمہ، اس کا رضاعی بھائی اور ابونائلہ ہے اور معزز آدمی کو
اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بھی بلایا جائے تو چلا جاتا
ہے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ جب
کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا جب میں اس
پر قابو پاؤں تو تم اس وقت اس پر حملہ کر دینا، جب کعب نیچے اترا تو وہ سر کو

چادر سے چھپائے ہوئے تھا ان لوگوں نے کہا آپ سے تو خوشبو کی مہک آرہی ہے۔اس نے کہا ہاں میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب کی سب سے زیادہ معطر عورت ہے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ مجھے یہ خوشبو سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا ہاں سونگھ لو، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر سونگھا پھر کہا کیا آپ مجھے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت دیں گے اور پھر اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا پھر ساتھیوں سے کہا: حملہ کردو اور انہوں نے اسے قتل کردیا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری: باب قتل کعب بن الاشرف)

اس واقعہ کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی السنن الکبری میں بھی نقل فرمایا ہے۔
(السنن الکبریٰ باب: قتل کعب بن الاشرف)

اس واقعہ کو امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔
(المصنف: ۹۳۸۸)

اس واقعہ کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔
(المستدرک: باب ذکر مناقب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ)

اس واقعہ کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔
(دلائل النبوۃ: باب ماجاء فی قتل کعب ابن الاشرف)

اس واقعہ کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔
(مشکل الاثار: رقم الحدیث ۱۷۴)

اس واقعہ کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔
(سنن ابی داود: رقم الحدیث: ۳۰۰۰)

اس حدیث مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہ کعب بن اشرف یہودی جو نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتا تھا، اپنے اشعار و اقوال میں نبی کریم ﷺ کی

نعوذ باللہ ہجو بیان کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے اس عمل قبیح کی وجہ سے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے کلمات مبارکہ فانه قد اذى الله و رسوله اور فقد استعلن بعداوتنا و هجائنا خاص طور پر اس کی وجہ قتل کو بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ "امیر" چاہے تو کفار میں سے بھی گستاخی کرنے والوں کو قتل کروا سکتا ہے۔

۵ حضرت امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا عباد بن موسى الختلي نا اسمعيل بن جعفر المدني عن اسرائيل عن عثمان الشحام عن عكرمة قال نا ابن عباس ان اعمى كانت له ام ولد تشتم النبي ﷺ و تقع فيه فينهاها فلا تنتهي و يزجرها فلا تنزجر قال فلما كانت ذات ليلة جعلت تقع في النبي ﷺ و تشتمه فاخذ المغول فوضعه في بطنها و اتكأ عليها فقتلها فوقع بين رجليها طفل فلطخت ما هناك بالدم فلما اصبح ذكر ذلك للنبي ﷺ فجمع الناس فقال انشد الله رجلا فعل ما فعل لي عليه حق الاقام فقام الاعمى يتخطى الناس و هو يتزلزل حتى قعد بين يدي النبي ﷺ فقال: يا رسول الله ﷺ انا صاحبها كانت تشتمك و تقع فيك فانهاها فلا تنتهي و ازجرها فلا تنزجر ولي منها ابنان مثل اللؤلؤتين و كانت بي رفيقة فلما كان البارحة جعلت تشتمك و تقع فيك فاخذت المغول فوضعته في بطنها و اتكأت عليها حتى قتلتها فقال النبي ﷺ: الا اشهدوا ان دمها هدر

(سنن ابی داود: باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۴۳۶۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک ام ولد تھی۔ وہ نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دیتی تھی اور غیبت کرتی تھی۔ وہ صحابی اسے منع کرتے تھے لیکن وہ رکتی نہیں تھی۔ وہ اسے ڈانٹتے تھے لیکن وہ ڈرتی نہیں تھی۔ ایک دفعہ رات کو وہ آپ ﷺ کی (نعوذ باللہ) غیبت کرنے لگی اور گالیاں دینے لگی تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے پھاوڑا لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا، اس پر ٹیک لگایا اور اسے قتل کر دیا۔ ان کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ایک بچہ گرا اور وہ عورت خون میں لت پت ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا گیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے آئے۔ وہ لرز رہے تھے یہاں تک آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا آقا ہوں۔ یہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دیتی تھی اور غیبت کیا کرتی تھی۔ میں اسے روکتا تھا اور ڈانٹتا تھا لیکن یہ نہ رکتی تھی اور نہ ہی ڈرتی تھی۔ میرے اس سے دو بچے بھی ہیں جو موتی کی طرح ہیں۔ یہ مجھے بہت محبوب تھی۔ گزشتہ رات اس نے (نعوذ باللہ) آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی غیبت کی اور گالیاں دینا شروع کیا۔ میں نے پھاوڑا لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر ٹیک لگایا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار گواہ بن جاؤ اس کا خون باطل ہے۔

◆ ۶ آپ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شیبة و عبد الله بن الجراح عن جریر

عن مغیرة عن الشعبی عن علی ان یهودیة کانت تشتم النبی ﷺ و تقع فیه فخنقها رجل حتی ماتت فابطل رسول الله ﷺ دمها (سنن ابی داود: باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۴۳۶۲)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ پر (نعوذ باللہ) سب وشتم کرتی تھی اور آپ ﷺ کی (العیاذ باللہ) غیبت کرتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار دیا، نبی کریم ﷺ نے اس کا خون باطل (یعنی مباح) قرار دیا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کافر شان رسالت میں گستاخی کا مرتکب ہو تو اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

◆ ۷ آپ فرماتے ہیں:

حدثنا موسیٰ بن اسماعیل نا حماد عن یونس عن حمید بن هلال عن النبی ﷺ ح و نا هارون بن عبد الله و نصیر بن الفرج قالا نا ابو اسامة عن یزید بن زریع عن یونس بن عبید عن حمید ابن هلال عن عبد الله بن مطرف عن ابی برزة قال: کنت عند ابی بکر فتغیظ علی رجل فاشتد علیه فقلت: تاذن لی یا خلیفة رسول الله ﷺ اضرب عنقه قال: فاذهبت کلمتی غضبه فقام فدخل فارسل الی فقال: ما الذی قلت انفا؛ قلت: ائذن لی اضرب عنقه قال: أکنت فاعلا لو امرتك قلت: نعم. قال: لا و الله ما کانت لبشر بعد محمد علیه الصلاة و السلام

(سنن ابی داود: باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۴۳۶۳)

ترجمہ: حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص پر آپ رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے تو اس نے

آپ رضی اللہ عنہ پر سختی کی۔ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری بات سن کر آپ رضی اللہ عنہ کا غصہ ختم ہوگیا۔ آپ کھڑے ہوئے اور ایک جگہ تشریف لے گئے اور مجھے بلوا کر پوچھا: تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کی کہ میں نے یہ کہا تھا کہ آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن کاٹ دوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اگر میں تجھے حکم دے دیتا تو تو ایسا کر دیتا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی انسان کی خاطر ایسا کرنا جائز نہیں۔

۸ حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا عبيد الله بن محمد العمري القاضي بمدينة طبرية سنة سبع و سبعين و مائتين، حدثنا اسماعيل بن ابي اويس، حدثنا موسى بن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده علي بن الحسين، عن الحسين بن علي عن علي رضي الله تعالىٰ عنهم، قال: قال رسول الله ﷺ: من سب الانبياء قتل و من سب اصحابي جلد (المعجم الصغير رقم: الحديث: ۶۶۰)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی نبی کو (نعوذ باللہ) گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) گالی دی اس کو کوڑے مارے جائیں۔

مذکورہ بالا تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو مسلمان نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اس کی سزا قتل ہے۔ وہ بالاتفاق مرتد اور کافر ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی ذمی یا کافر شان رسالت میں بے ادبی وگستاخی کرے تو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور اگر

امیر چاہے تو معاملات کے پیش نظر اسے بھی قتل کرنے کا حکم سنا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایک احادیث ہیں جن کو ہم نے بخوف اطناب ترک کردیا ہے۔

گستاخ رسول (ﷺ) کا قتل اور اجماع امت:

مرتد و گستاخ رسول ﷺ کے قبل از توبہ قتل کئے جانے پر تمام امت کا اجماع ہے۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و الحاصل أنه لا شك و لا شبهة في كفر شاتم النبي ﷺ و في استباحة قتله و هو المنقول عن الأئمة الأربعة

(رد المحتار: ج: ۶/ص: ۳۷۸)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ شاتم رسول ﷺ کے کفر اور اس کے مباح الدم ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لأن المرتد لا محالة مستحق للقتل بالاتفاق

(احکام القرآن: ج: ۴/ص: ۵۵)

ترجمہ: یعنی مرتد لامحالہ قتل کا مستحق ہوتا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

امام ابن منذر فرماتے ہیں:

و أجمعوا على ان من سب النبي ﷺ أن له القتل

(الاجماع: ص: ۷۶)

ترجمہ: تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی اس کی سزا قتل ہے۔

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و في كتاب محمد أخبرنا أصحاب مالك أنه قال من سب النبي ﷺ أو غيره من النبيين من مسلم أو كافر قتل و لم

یستتب (الشفا:ج۲/ص:۲۱۶)

ترجمہ: حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس مسلمان یا کافر نے نبی کریم ﷺ کو یا آپ ﷺ کے علاوہ کسی بھی نبی کو (نعوذ باللہ) گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی۔

آگے آپ فرماتے ہیں:

و كذلك اقول حكم من غمصه او عيره برعاية الغنم أو السهو او النسيان أو السحر أو ما اصابه من جرح أو هزيمة لبعض جيوشه أو اذى من عدوه أو شدة من زمنه أو بالميل الى نسائه فحكم هذا كله لمن قصد به نقصه القتل (الشفا:ج۲/ص:۲۱۹)

ترجمہ: میں یہ کہتا ہوں کہ اسی طرح جس کسی نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) حقیر جانا یا آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) بکریاں چرانے یا سہو یا نسیان یا جادو میں مبتلا ہونے یا زخمی ہونے یا آپ ﷺ کے بعض لشکروں کو شکست کا سامنے کرنے یا دشمن کی طرف سے تکلیف پہنچنے یا اپنے زمانہ کی سختی کی وجہ سے یا عورتوں کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے عار دلائی تو اس کا حکم وہی ہوگا جو آپ ﷺ کی عیب جوئی کرنے والے کا ہے یعنی اسے قتل کیا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نقل کرتے ہیں:

و قال الخطابي :لا اعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوب قتله (الصارم المسلول:ص:۹)

ترجمہ: امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں مسلمانوں میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے شاتم رسول ﷺ کے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قد انعقد الاجماع على قتل المرتد

(المجموع شرح المهذب: ج:۱۹/ص:۲۲۸)

ترجمہ: مرتد کے قتل پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

امام موفق الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و أجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد. و روى ذلك عن أبي بكر و عمر و عثمان و على ومعاذ و أبي موسى و ابن عباس و خالد و غيرهم و لم ينكر ذلك فكان اجماعا.

(المغني: ج:۱۰/ص:۷۲)

ترجمہ: اہل علم کا مرتد کے وجوب قتل پر اجماع ہے، اور یہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا گیا پس یہ اجماع ہے۔

امام موفق الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن قذف أم النبي صلى الله عليه واله وسلم قتل مسلما كان او كافرا يعني حده القتل و لا تقبل توبته نص عليه احمد وحكى ابو طالب رواية اخرى أن توبته تقبل و به قال ابو حنيفة و الشافعي مسلما كان او كافرا لان هذا منه ردة و المرتد يستتاب و تصح توبته... و الحكم في قذف النبي ﷺ كالحكم في قذف امه لأن قذف امه انما أوجب القتل لكون قذفا للنبي ﷺ و قدحا في نسبه

(المغني: ج:۱۰/ص:۲۲۳)

ترجمہ: اور جس نے نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ پر (نعوذ باللہ) تہمت لگائی اسے

قتل کیا جائے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔یعنی اس کی حد قتل ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔اسی کو امام احمد نے بیان کیا ہے۔ابو طالب نے ایک دوسری روایت بھی بیان کی ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔یہی موقف ابو حنیفہ اور شافعی کا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر،کیونکہ یہ ارتداد ہے اور مرتد کی توبہ صحیح ہے،اور نبی کریم ﷺ پر (نعوذ باللہ) تہمت لگانے کا حکم وہی ہے جو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگانے کا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگانا قتل کو واجب کرتا ہے اس لئے کہ اس سے نبی کریم ﷺ کے نسب طاہر میں عیب کو ثابت کرنا ہے۔

ان تمام اقوال علماء علیہم الرحمۃ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخ رسول (ﷺ) کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔علماء کا یہ اجماع قبل از توبہ اسے قتل کرنے پر ہے کیونکہ بعد از توبہ فقہاء کا قتل کرنے میں اختلاف ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

ذمی کا حکم:

ذمہ کا لغوی معنی امان،ضمان اور کفالت کے ہیں۔ذمی سے مراد وہ کافر شخص ہے جو جزیہ ادا کرتا ہو اور مسلمان اس کے بدلے اسے امان دیں اور اس کی جان اور مال کے ضامن بن جائیں۔یعنی جزیہ کے بدلے مسلمانوں کے امیر یا اس کے نائب کا کفار کو اپنے ملک میں امان دینا، ان کی حفاظت کرنا اور ان کی طرف سے مدافعت کرنا ذمہ ہے۔عقد ذمہ حضور نبی کریم ﷺ کے دور مبارک کے مشرکین عرب اور کسی بھی دور کے مرتدین سے نہیں ہوسکتا۔اسی طرح عقد ذمہ دائمی ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

(التوبہ ۹:۱۲)

ترجمہ: اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم (ان) کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو بے شک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ (اپنی فتنہ پروری سے) باز آجائیں۔

امام محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

و من ذلك الطعن بالقرآن و ذكر النبي ﷺ و حاشاه بسوء فيقتل الذمي به عند جمع مستدلين بالاية سواء شرط انتقاض العهد به ام لا و ممن قال بقتله اذا اظهر الشتم و العاذ بالله مالك و الشافعي و هو قول الليث و افتى به ابن الهمام (روح المعانی: ج:۱۰/ص:۸۶)

ترجمہ: اور اس میں سے قرآن اور نبی کریم ﷺ کے ذکر میں طعنہ زنی کرنا ہے اور آپ ﷺ کو برائی کے ساتھ کم سمجھنا ہے۔تو تمام کے نزدیک ذمی کو اس وجہ سے قتل کیا جائے گا وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں چاہے اس کے ساتھ عہد کے ٹوٹنے کی شرط ہو یا نہ ہو۔جب وہ نعوذ باللہ گالی دینے کا اظہار کرے تو اس کو قتل کرنے کا قول مالک اور شافعی کا ہے اور یہی قول لیث کا ہے اور اسی پر ابن ہمام نے فتویٰ دیا ہے۔

حضرت ملاجیون صدیقی فرماتے ہیں:

و عند الشافعي و مالك و احمد بن حنبل سب النبي ﷺ ايضا ناقض للعهد فيقتل الذمي ان سب عليه السلام و ظاهر عبارة القرآن يقتضي هذا الحكم لانه قال و طعنوا في دينكم فقاتلوا و لا شك ان ليس طعن في الدين اكبر

من سب النبی علیه السلام اذ فیه اهانة الشرع و هتك حرمة الاسلام و الحق ان یکون فتویٰ اهل زماننا علی هذا (التفسیرات الاحمدیہ: ج:۲/ص:۴۵۲)

ترجمہ: اور شافعی اور مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو گالی دینا بھی عہد کو توڑنے والا ہے۔ پس ذمی کو قتل کیا جائے گا۔ اگر اس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی اور قرآن کی عبارت کا ظاہر یہی تقاضا کرتا ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ وہ تمہارے دین میں طعنہ زنی کرے تو اس کے ساتھ قتال کرو، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے سے زیادہ بڑا دین اسلام میں کوئی طعنہ نہیں کیونکہ اس میں شرع کی توہین ہے اور حرمت اسلام کی بے عزتی ہے اور حق یہی ہے کہ ہمارے زمانے میں اہل علم کا فتویٰ اسی پر ہو۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

و الذی عندی ان سبه صلی الله علیه وسلم او نسبة ما لا ینبغی الی الله تعالیٰ ان کان مما لا یعتقدونه کنسبة الولد الی الله تعالیٰ و تقدس عن ذلك اذا اظهره یقتل به و ینتقض عهده و ان لم یظهره و لکن عثر علیه و هو یکتمه فلا (فتح القدیر: کتاب السیر فصل: ولا یجوز احداث بیعة ولا کنیسة فی دار الاسلام)

ترجمہ: اور جو میرے نزدیک ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کو ذمی کا گالی دینا یا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کرنا جو مناسب نہ ہو اور وہ اس میں سے ہو جس کا وہ اعتقاد نہ رکھتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت کرنا اور وہ اس سے پاک ہے۔ جب وہ اس کا اظہار کرے گا تو اسے اس وجہ سے قتل کیا جائے گا، اور اگر وہ اس کا اظہار نہ کرے لیکن اس کا ارتکاب کرے اور وہ اسے چھپاتا ہو تو نہیں۔

ان کے بارے میں حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فلو اعلن بشتمه أو اعتاد قتل ولو امرأة وبه یفتی الیوم (ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۴۴)

ترجمہ: پس اگر اس نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) اعلانیہ گالی دی یا اس عمل قبیح کا وہ عادی ہو گیا تو اسے قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ عورت ہو اور آج اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں:

و رایت فی کتاب الصارم المسلول لشیخ الاسلام ابن تیمیه الحنبلی ما نصه:

و أما ابو حنیفة و اصحابه فقالوا: لا ینتقض العهد بالسب و لا یقتل الذمی بذلك. لکن یعزر علی اظهار ذلك کما یعزر علی اظهار المنکرات التی لیس لهم فعلها من اظهار أصواتهم بکتابهم و نحو ذلك. و حکاه الطحاوی عن الثوری. و من أصولهم: یعنی الحنفیة ان ما لا قتل فیه عندهم مثل القتل بالمثقل و الجماع فی غیر القبل اذا تکرر فللامام أن یقتل فاعله. و کذلك له ان یزید علی الحد المقدر اذا رای المصلحة فی ذلك و یحملون ما جاء عن النبی ﷺ و اصحابه من القتل فی مثل هذه الجرائم علی أنه رای المصلحة فی ذلك و یسمونه القتل سیاسة. و کان حاصله ان له ان یعزر بالقتل فی الجرائم التی تعظمت بالتکرار و شرع القتل فی جنسها و لهذا أفتی أکثرهم بقتل من أکثر سب النبی ﷺ من أهل الذمة و ان اسلم بعد أخذه. و قالوا یقتل سیاسة و هذا

ستوجه على اصولهم اه فقد أفاد ان يجوز عندنا قتله اذا تكرر منه ذلك و اظهره (ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۴۵_۳۴۶)

ترجمہ: میں نے الصارم المسلول میں دیکھا ہے جو کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ہے جس کا متن یہ ہے:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ ذمی کا عہد شتم رسول ﷺ سے نہیں ٹوٹتا اور ذمی کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ اس کے اظہار پر تعزیراً اسے سزا دی جائے گی جیسے اسے دیگر برائیوں کے اظہار پر سزا دی جاتی ہے جن کا کرنا ان کے لیے نہ تھا۔ ان کی کتاب کو بلند آواز پڑھنے میں سے۔ امام طحاوی نے ثوری سے اور ان کے اکابرین یعنی احناف سے حکایت کیا ہے کہ جن معاملات میں ان کے نزدیک قتل نہیں ہے جیسے بوجھ والی چیز سے قتل کرنا یا قُبل کے علاوہ دوسری جگہ جماع کرنا، اگر انہیں بار بار کیا جائے تو امام وقت کو چاہیے کہ اسے قتل کر دے۔ اسی طرح وہ مصلحت کے پیش نظر مقررہ حد سے زیادہ سزا بھی دے سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو اس طرح کے قتل اس قسم کے جرائم کی سزا کے طور پر منقول ہیں حنفی علماء انہیں اسی پر محمول کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مصلحت کے پیش نظر ایسا فرمایا اور وہ ایسے قتل کو سیاسی قتل کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جرائم جو تکرار کی وجہ سے عظیم ہو جائیں تو امام مجرم کو تعزیراً قتل کر سکتا ہے۔ قتل اپنی جنس کے اعتبار سے مشروع ہے۔ اسی لئے اکثر احناف نے اس ذمی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو بکثرت نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیتا ہو اگرچہ وہ بعد میں اسلام قبول کر لے۔ احناف نے یہ کہا ہے کہ اسے سیاسی طور پر قتل کیا جائے گا اور یہ ان کے اصولوں کے

مطابق ہے۔ انتھی۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک امام کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہے جب وہ یہ عمل قبیح بار بار دہرائے اور اس کا اظہار کرے۔

اس تمام بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ذمی نے بھی توہین رسالت کا ارتکاب کیا تو احناف کے مفتی بہ قول کے مطابق اسے قتل کیا جائے گا۔ حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابو سليمان الخطابي رحمه الله: اذا كان الساب ذميا قال مالك: من شتم النبي من اليهود النصارى قتل الا ان يسلم، و كذا قال احمد و قال الشافعي: يقتل الذمي اذا سب النبي ﷺ و تبرأ منه الذمة و احتج في ذلك بخبر الكعب بن الاشرف (السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ، ص:۱۸۵)

ترجمہ: ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دینے والا ذمی ہو، مالک نے فرمایا: یہود و نصاریٰ میں سے جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تو اسے قتل کیا جائے گا مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے، اور اسی طرح احمد نے فرمایا اور شافعی نے فرمایا: ذمی کو قتل کیا جائے گا جب وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دے اور اس کا ذمہ ختم ہو جائے گا اور اس پر انہوں نے کعب بن اشرف کے واقعہ سے حجت پکڑی ہے۔

من شك في كفره و عذابه فقد كفر

بحمد اللہ تعالیٰ ہم سابقہ اوراق میں شاتم رسول (ﷺ) کے کفر، قتل اور توبہ کی قبولیت وعدم قبولیت کے متعلق بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم شاتم رسول (ﷺ) سے متعلق علماء کے قول "من شك في كفره وعذابه كفر" یعنی "جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہو گیا" کے بارے میں بحث کریں گے۔

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال محمد بن سحنون أجمع العلماء أن شاتم النبی ﷺ المنتقص له كافر و الوعيد جار عليه بعذاب الله له و حكمه عند الامة القتل ومن شك فی كفره وعذابه كفر

(الشفاء: ج:۲/ص:۲۱۵_۲۱۶)

ترجمہ: محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بے شک شاتم نبی ﷺ آپ ﷺ کی عیب جوئی کرنے والا کافر ہے اور اس کے لئے اللہ کے عذاب کی وعید ہے۔اس کا حکم امت کے نزدیک قتل ہے اور جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔

شیخ ابن تیمیہ نقل کرتے ہیں:

وقال محمد بن سحنون :أجمع العلماء على أن شاتم النبی ﷺ المنتقص له كافر،و الوعيد جار عليه بعذاب الله له و حكمه عند الأمة القتل ،و من شك فی كفره و عذابه كفر (الصارم المسلول:ص:۹)

ترجمہ: امام محمد بن سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ شاتم رسول (ﷺ)،آپ ﷺ کی عیب جوئی کرنے والا کافر ہے،اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے۔تمام امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔

حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

و من شك فی عذابه و كفره كفر (الدر المختار: ج:۲/ص:۳۷۰)

ترجمہ: جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

(و تمامه فی الدرر)حيث قال نقلا عن البزازية،و قال ابن سحنون المالكی:أجمع المسلمون أن شاتمه كافر، و حكمه القتل ومن شك فی عذابه و كفره كفر اھ

(رد المختار: ج:۲/ص:۳۷۰)

ترجمہ: آپ نے یہ بات فتاویٰ بزازیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمائی ہے اور ابن سحنون مالکی فرماتے ہیں تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شاتم نبی (ﷺ) کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے۔جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔

علماء عظام کا یہ قول شاتم رسول (ﷺ) سے متعلق ہے۔جس سے ان کی مراد یہ ہے کہ شاتم رسول (ﷺ) کا کافر ہونا اور مستحق عذاب ہونا قرآن وسنت سے اس قدر قطعی طور پر ثابت ہے کہ اگر اس کے کفر میں کوئی شک کرے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ہماری معلومات کے مطابق شاتم رسول (ﷺ) کے بارے میں علمائے اہل سنت میں سے سب سے پہلے یہ قول امام ابن سحنون مالکی نے فرمایا تھا جسے بعد میں آنے والے مختلف مذاہب کے علماء نے اس مسئلہ کی بحث میں نقل کیا ہے۔آپ کا وصال ۲۶۵ھ میں ہوا۔

اسی طرح کا ایک قول امام سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے معتزلہ کے امام ابو علی جبائی کا بھی نقل فرمایا ہے۔آپ نقل فرماتے ہیں:

وقالت قدماء المعتزلة بكفر القائلين بالصفات القديمة و بخلق الاعمال و كفر المجبرة حتیٰ حكی عن الجبائی انه قال: المجبر كافر و من شك فی كفره فهو كافر و من شك فی كفر من شك فی كفره فهو كافر و منهم من بلغ الغاية فی الحماقة و الوقاحة (شرح المقاصد: ج:۲/ص:۲۶۹)

ترجمہ: قدیم معتزلہ اس کے کفر کے قائل ہیں جو صفات قدیمہ کی بات کرے یا

اعمال کے مخلوق ہونے کی بات کرے اور انہوں نے مجبرہ کی بھی تکفیر کی ہے۔ یہاں تک کہ جبائی سے حکایت ہے کہ اس نے کہا: مجبر کافر ہے۔ جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے اور جس نے اس کے کفر میں شک کیا جس نے مجبر کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو انتہائی درجہ کی حماقت اور بے شرمی کو پہنچ گئے ہیں۔

اس قول کے بیان، اس کے اطلاق اور تشریح و توضیح میں کئی ایک امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

1. یہ قرآن حکیم کی آیت یا حدیث شریف کا مبارک قطعہ نہیں بلکہ ایک مالکی فقیہ کا قول ہے۔
2. یہ قول صرف ایسے متفق علیہ فرد پر صادق آتا ہے جس کا کافر ہونا قطعی ہو کیونکہ جہاں ظن یا اختلاف ہو وہاں فرد کی تکفیر جائز نہیں۔
3. اس سے مراد قبل از توبہ شاتم رسول (ﷺ) کا کافر ہونا اور مستحق عذاب ہونا ہے کیونکہ کئی ایک مجتہدین اس کی توبہ کی قبولیت کے قائل ہیں اور اس کی توبہ کو نافع سمجھتے ہوئے قتل کو اس سے ساقط سمجھتے ہیں۔ ان میں امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف، امام ثوری، امام اوزاعی، امام شافعی رحمہم اللہ اور دیگر کئی بلند پایہ محققین شامل ہیں۔

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ شاتم رسول (ﷺ) سے توبہ کو طلب کیا جائے گا۔

آپ فرماتے ہیں:

و حکی ابن المنذر عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یستتاب (الشفاء: ج:۲/ص:۲۵۵)

ترجمہ: بن منذر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کے اس (شاتم) سے توبہ کو طلب کیا جائے گا۔

جبکہ دیگر ائمہ کرام جو اس کی توبہ کی قبولیت کے قائل نہیں ان کے نزدیک بھی

عند اللہ اس کی توبہ قبول ہے یعنی اسے عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اس کی وضاحت ہم سابقہ اوراق میں کر چکے ہیں۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں:

و هذه العبارة مذكورة في الشفاء للقاضي عياض المالكي، نقلها عنه البزازي و أخطأ في فهمها لأن المراد بها ما قبل التوبة و الا لزم تكفير كثير من الأئمة المجتهدين القائلين بقبول توبته و سقوط القتل بها عنه على أن من قال يقتل و ان تاب يقول انه اذا تاب لا يعذب في الاخرة كما صرحوا به. و قدمناه انفا فعلم أن المراد ما قلناه قطعا (ردالمحتار: ج:۶/ص:۲۷۰)

خلاصہ: یہ عبارت قاضی عیاض مالکی کی شفا شریف میں ذکر کی گئی ہے، بزازی نے اس عبارت کو وہیں سے نقل کیا ہے اور اس کو سمجھنے میں خطا کی ہے کیونکہ اس سے مراد توبہ سے پہلے کی صورت ہے ورنہ اس سے بکثرت ائمہ مجتہدین کو کافر قرار دینا لازم آئے گا جو شاتم کی توبہ کی قبولیت کے قائل ہیں اور اس توبہ کی وجہ سے قتل کو ساقط قرار دیتے ہیں جبکہ وہ علماء جو یہ کہتے ہیں کہ توبہ کے بعد بھی اسے قتل کیا جائے گا وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو اسے آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ اس کا ذکر انہوں نے وضاحت سے کیا ہے اور ہم اس کا ذکر ابھی کر چکے ہیں۔ پس یہ معلوم ہوگیا کہ جو مراد ہم نے لی ہے وہی بلاشبہ درست ہے۔

تنبیہ الولاۃ میں آپ فرماتے ہیں:

فمرادهما حكاية الاجماع على كفره و ردته قبل التوبة و الدليل على ذلك قول سحنون و من شك في عذابه و كفره

کفر اذ لا یصح حمل ذلک علی ما بعد التوبة لانه یلزم علیه تکفیر الأئمة المجتهدین القائلین بقبول توبته و عدم قتله کأبی حنیفة و الشافعی و الثوری و الاوزاعی و غیرهم فتعین ما قلنا (تنبیہ الولاۃ والحکام:ص:۳۳۰)

ترجمہ: ان دونوں کی شاتم کے کفر اور ارتداد پر اجماع سے مراد توبہ سے قبل اس کے کافر ہونے پر اجماع ہونا ہے اور اس پر دلیل ابن سحنون کا یہ قول ہے کہ جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ کافر ہوگیا کیونکہ اس کو توبہ کے بعد کی صورت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے ورنہ اس صورت میں کئی ایک ائمہ مجتہدین کی تکفیر لازم آئے گی جو اس کی توبہ کی قبولیت اور اسے توبہ کے بعد قتل نہ کرنے کے قائل ہیں۔ جیسے امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ثوری، امام اوزاعی رحمہم اللہ وغیرہ پس جو ہم نے کہا ہے وہ متعین ہوگیا۔

علامہ شامی کی اس تصریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ابن سحنون رحمۃ اللہ علیہ کی اس سے مراد ایسا شاتم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو توبہ نہ کرے کیونکہ توبہ کرنے کی صورت میں کئی ایک علماء اس سے سقوط قتل کے قائل ہیں جبکہ تمام علماء کے نزدیک اگرچہ وہ اس کی توبہ کے نافع ہونے (قتل کو ساقط کرنے) کے قائل نہ بھی ہوں تو تب بھی ان کے نزدیک اس کا ایمان قابل قبول ہوگا اور آخرت میں اسے عذاب نہیں دیا جائے گا، یعنی اگر کوئی شخص کسی ایسے شاتم کے کفر اور عذاب میں شک کرے جس نے توبہ نہ کی ہو تو وہ کافر ہوگا کیونکہ ایسے ملعون کا کافر ہونا اور مستحق عذاب شدید ہونا قطعی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے مشابہ بعض دیگر اقوال بھی علماء سے منقول ہیں۔ امام سعدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

و قال الأستاذ ابو اسحاق الأسفرائنی: یکفر من یکفرنا و من لا فلا (شرح المقاصد: ج:۲/ص:۲۶۹)

ترجمہ: استاذ ابو اسحاق اسفرائنی نے فرمایا: وہ کافر ہوجاتا ہے جو ہماری تکفیر کرتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ کافر نہیں۔

اسی طرح شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و أجمعوا أن من شك فی ایمانه فهو کافر و هو أن یکون مصدقا لکن شك ان هذا التصدیق ایمان أو کفر

(البحر الرائق: ج:۵/ص:۲۰۰)

ترجمہ: تمام علماء کا اجماع ہے کہ بے شک جس نے اپنے ایمان میں شک کیا وہ کافر ہوگیا اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ تصدیق کرنے والا ہو لیکن یہ شک بھی رکھتا ہو کہ میری یہ تصدیق ایمان ہے یا کفر۔

حضرت امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والشك فی اصل الایمان کفر و ضلالة

(شرح بدء الامالی: ص:۵۱)

ترجمہ: اصل ایمان میں شک کرنا کفر اور گمراہی ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

اجتمعت الفقهاء من أهل السنة والجماعة أن من شك فی ایمانه فانه یصیر کافرا و معنی الشك فی الایمان هو ان یعرف الله تبارك و تعالیٰ و یعرف رسوله ﷺ و یقول: لااله الا الله محمد رسول الله و یصدق فی ذلك ثم یشك فیه بأن هذا الایمان و هذا القول هل هو ایمان منه؟ أم هو یزیل الکفر أم لا فهذا هو الشك فی الایمان و الایمان لا یثبت مع الشك (التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۶۲)

ترجمہ: اہل سنت و جماعت کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے

ایمان میں شک کرے تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اپنے ایمان میں شک سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو جانتا ہے اور کہتا ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کی تصدیق کرتا ہے، پھر اس میں شک کرتا ہے کہ یہ ایمان یا یہ قول ایمان ہے یا نہیں؟ یا یہ کفر کو زائل کرتا ہے یا نہیں؟ پس یہ ایمان میں شک ہے اور ایمان شک کے ساتھ قائم نہیں رہتا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (رد المحتار: ج:۶/ص:۳۷۸)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

حضرت امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و نقول أن الکافرین فی النار بلا شک فاذا شک فیہ فقد کفر لأنہ أنکر النصوص (شرح بدء الامالی: ص: ۲۳۳)

ترجمہ: اور ہم یہ کہتے ہیں کہ بے شک تمام کافر بلا شک وشبہ جہنم میں ہوں گے اگر اس میں کسی نے شک کیا تو اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اس صورت میں نصوص کا انکار کیا۔

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

من قال: لا أعرف الکافر کافرا فهو الکافر

(شرح بدء الامالی: ص: ۳۵)

ترجمہ: جس نے یہ کہا کہ میں کافر کو کافر نہیں سمجھتا تو وہ خود کافر ہے۔

کسی فرد کا خود کو قطعی طور پر بلا شک وشبہ مومن جاننا ضروری ہے کیونکہ ایمان شک کو کسی

طور پر قبول نہیں کرتا پس اگر اس کے دل میں اپنے ایمان سے متعلق شک وشبہ ہو تو یہ کفر ہے۔ اسی لئے امام اسفرائنی نے اپنے آپ کو کافر کہنے والے کے لئے یکفر من یکفرنا کہا جو آپ کے ایمان کی پختگی اور یقین جازم کے حامل ہونے کی دلیل ہے، تاہم ان کی یہ بات غیر مشروع ہونے کی وجہ سے کسی کی تکفیر کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ اسی طرح حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت قطعی طور پر ثابت ہے لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا کی عصمت میں شک کرنا کفر ہے۔ پس وہ تمام امور جن کا قطعی طور پر کفر ہونا معلوم ہو ان کے کفر ہونے میں شک کرنا بھی کفر ہوگا۔

قاضی ابو یعلی سے منقول ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر شاتم رسول (ﷺ) اس عمل قبیح کو حلال جان کر کرے گا تو وہ کافر ہے، اگر اس کو حلال جان کر نہ کرے تو وہ فاسق ہوگا۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

و ذکر القاضی عن الفقهاء ان ساب النبی ﷺ ان کان مستحلا کفر وان لم یکن مستحلا فسق و لم یکفر کساب الصحابة و هذا نظیر ما یحکی عن بعض الفقهاء من اهل العراق أفتی هارون الرشید أمیر المؤمنین فیمن سب النبی ﷺ أن یجلدہ حتی أنکر ذلك مالك و رد هذہ الفتیا و هو نظیر ما حکاہ أبو محمد ابن حزم أن بعض الناس لم یکفر المستخف بہ (الصارم المسلول: ص: ۳۵۴)

ترجمہ: اور قاضی ابو یعلی نے بعض فقہاء سے ذکر کیا ہے کہ اگر شاتم اس عمل کو حلال جاننے والا ہے تو یہ کفر ہے اور اگر حلال نہ جانے تو فسق ہے اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی جیسے شاتم صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی تکفیر نہیں کی جاتی۔ اس کی نظیر بعض فقہاء عراق کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے امیر المومنین ہارون الرشید کو شاتم رسول ﷺ کے بارے میں یہ فتویٰ دیا کہ اسے کوڑے

لگائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کیا اور
ان کے فتوؤں کو رد کر دیا اور یہ مثال ہے اس کی جو ابو محمد ابن حزم نے نقل کیا
ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا (نعوذ باللہ) استخفاف
کرنے والا کافر نہیں ہے۔

آپ اس کے جواب میں قاضی ابو یعلیٰ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان الحكاية المذكورة عن الفقهاء أنه كان مستحلا كفر و
الا فلا ليس لها اصل و انما نقلها القاضي من كتاب
بعض المتكلمين الذين حكوها عن الفقهاء ، و هؤلاء
نقلوا قول الفقهاء بما ظنوه جاريا في اصولهم أو بما قد
سمعوه من بعض المنتسبين الى الفقه ممن لا يعد قوله
قولا و قد حكينا نصوص أئمة الفقهاء و حكاية اجماعهم
ممن هو أعلم الناس بمذاهبهم ، فلا يظن ظأن أن في
المسألة خلافا يجعل المسألة من مسائل الخلاف و
الاجتهاد و انما ذلك غلط ، لا يستطيع احد أن يحكى عن
واحد من الفقهاء أئمة الفتوىٰ هذا التفصيل ألبتة
(الصارم المسلول: ص: ۳۵۵)

ترجمہ: بعض فقہاء کے بارے میں یہ حکایت مذکور ہے کہ ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر (نعوذ باللہ) سب وشتم کو حلال جان کر کرنا کفر ہے اور اگر حلال نہ جانے تو
کفر نہیں، اس کی کوئی اصل نہیں اور قاضی صاحب نے بعض متکلمین کی کتاب
سے اس قول کو نقل کر لیا ہے جنہوں نے اس کو بعض فقہاء سے نقل کیا
ہے۔ ان متکلمین نے فقہاء کے قول کو ان کے دیگر اصولوں پر گمان کرتے
ہوئے نقل کیا ہے یا انہوں نے ان لوگوں سے اس بات کو سن لیا ہے جو خود کو

فقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے کہ جن کا
قول (مسائل میں) قول شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ ہم نے ائمہ وفقہاء کی کئی ایک
نصوص اور ان کے اجماع کو ان سے نقل کر دیا ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ
علماء کے مذاہب کو جاننے والے تھے۔ پس کسی گمان کرنے والے کو اس مسئلہ
میں یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ اس کو
اختلافی یا اجتہادی مسائل میں سے بنائے۔ یہ غلطی ہے۔ کوئی شخص کسی ایک فقیہ کا
بھی یہ قول نہیں دکھا سکتا جس کو قاضی ابو یعلی نے نقل کیا ہے۔

پھر آگے آپ لکھتے ہیں:

ان هذه المقالة في نفسها كفر استحلها صاحبها أو لم
يستحلها (الصارم المسلول: ص: ۳۵۶)

ترجمہ: یہ بات اپنی ذات کے اعتبار سے ہی کفر ہے چاہے اس کو کہنے والا حلال
جانے یا نہیں۔

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ بعض اہل عراق کے اس فتویٰ کے بارے میں
فرماتے ہیں:

ولا أدري من هؤلاء الفقهاء بالعراق الذين أفتوا الرشيد
بما ذكر و قد ذكرنا مذهب العراقيين بقتله ولعلهم ممن
لم يشهر بعلم أو من لا يوثق بفتواه أو يميل به هواه أو
يكون ما قاله يحمل على غير السب فيكون الخلاف هل
هو سب أو غير سب أو يكون رجع و تاب عن سبه فلم
يقله لمالك على اصله و الا فالاجماع على قتل من سبه
كما قدمناه (الشفاء: ج: ۲/ص: ۲۲۳)

ترجمہ: مجھے نہیں معلوم کہ وہ عراقی فقہاء کون سے ہیں جنہوں نے رشید کو یہ فتویٰ دیا جو

ذکر کیا گیا ہے (یعنی کہ شاتم کو کوڑے مارے جائیں گے) اور ہم اہل عراق کا مذہب ذکر کر چکے ہیں کہ شاتم کو قتل کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس نے فتویٰ دیا ہو جو مشہور بالعلم نہ ہو یا اس کے فتوی کا اعتبار نہ کیا جاتا ہو یا وہ اس کے ذریعہ اپنی کسی نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو یا جو اس نے کہا ہو وہ غیر سب پر محمول ہو اور اس میں اختلاف ہو کہ یہ سب وشتم ہے یا نہیں یا اس نے توبہ کر لی ہو اور لوٹ آیا ہو اور امام مالک کو یہ بادشاہ نے نہ بتایا ہو ورنہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ گستاخ رسول (ﷺ) کے قتل پر اجماع ہے۔

شیخ ابن تیمیہ اور قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اقوال سے یہ معلوم ہو گیا کہ شاتم رسول (ﷺ) کے کافر اور مستحق قتل ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اس بابت کسی ایسے شخص کا قول مقبول یا لائق التفات نہیں جو زمرہ علماء میں شامل ہونے کے لائق نہیں، البتہ اگر ایسا فتویٰ کسی صاحب علم سے مروی ہے تو یقیناً وہ شاتم تائب ہو چکا ہوگا یا اس فرد کے شاتم ہونے میں اختلاف ہوگا ورنہ یہ بات کسی صاحب علم سے بعید ہے کہ وہ قرآن وسنت کی واضح نصوص اور اجماع امت کے انعقاد کے بعد بھی شاتم رسول (ﷺ) کو نعوذ باللہ مسلمان قرار دے۔

یہاں ہم ایک اہم ترین امر کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ شاتم رسول (ﷺ) کے کفر پر تو اجماع امت ثابت ہے البتہ کسی امر کے گستاخی وبے ادبی ہونے میں اختلاف ہونا ممکن ہے۔ اس صورت میں فرد کی تکفیر سے اجتناب کیا جائے گا اور نہ ہی من شك فی کفرہ کفر کے تحت اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ اختلاف کی صورت میں تکفیر کرنا صحیح نہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المسئلة اذا كانت مختلفا فيها لا يجوز تكفير المسلم بها (شرح الفقہ الأکبر، ص:۱۷۷)

ترجمہ: جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس میں کسی مسلمان کی تکفیر کرنا جائز نہیں۔

بعض امور صریح ہوتے ہیں کہ ان میں نیت کا جاننا ضروری نہیں ہوتا جیسے کسی ملعون کا نعوذ باللہ نبی مکرم ﷺ پر زبان طعن دراز کرنا یا سب وشتم کرنا یا دلالت حال اس بات کی نشاندہی کر دیتی ہے کہ یہ عمل توہین یا استخفاف کی نیت سے کیا گیا ہے البتہ بعض اوقات قائل کی نیت کا پوچھنا ضروری ہوتا ہے جیسے بعض فقہاء نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے اسم تصغیر کے استعمال کو تعظیم کی نیت سے یا اہانت کی نیت نہ رکھتے ہوئے جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح کئی الفاظ میں اس بات کی قید لگائی ہے کہ اگر یہ بطور اہانت کہے تو کفر ہے ورنہ نہیں جیسے لا أحب القرع کہنے کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف کرنا وغیرہ۔ بالعموم توہین وتعظیم کا تعلق عرف سے ہوتا ہے، ممکن ہے کہ ایک لفظ کسی علاقہ میں ادب کے لئے استعمال ہوتا ہو اور وہی لفظ دوسرے علاقے میں سخت توہین کے لئے مستعمل ہو۔ اس صورت میں فرد کی نیت و عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔ اسی لئے اصولیین نے دلالۃ النص کی بحث میں و لا تقل لھما اف کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر کسی علاقے میں کلمہ "اف" کرامت وتعظیم کے لئے استعمال ہوتا ہو تو وہاں اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا۔ اصول الشاشی میں ہے:

قال الامام القاضی ابو زید لو ان قوما یعدون التافیف کرامة لا یحرم علیھم تافیف الابوین

(اصول الشاشی، ص:۳۱)

ترجمہ: امام قاضی ابو زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی قوم کے لوگ اگر "اف" کہنے کو بطور کرامت استعمال کرتے ہیں تو ان کے لئے اپنے والدین کے لئے اف کہنا حرام نہیں ہوگا۔

تاہم نبی کریم ﷺ کے لئے ایسا کلمہ استعمال کرنا جو کسی بھی اعتبار سے بے ادبی اور گستاخی کا شائبہ رکھتا ہو اگرچہ اس علاقے وزمانہ کا عرف یا زبان اس کی اجازت بھی دیتی ہو نامناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو "لا تقولوا راعنا" یعنی "راعنا" کہنے سے بھی منع فرمایا ہے اگرچہ اہل ایمان اس کو بے ادبی کی نیت سے نہیں کہا کرتے تھے اور نہ

ہی یہ ان کی زبان میں بے ادبی کے لئے مستعمل تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں ایسے کلمہ کے استعمال بھی منع فرمادیا جس میں ذرا بھی بے ادبی کا شبہ یا امکان بھی پایا جاتا ہو۔

پس یہ بات غیر معین شاتم کے لئے بالکل درست ہے کہ اگر اس کے کفر میں کسی نے شک کیا تو وہ بھی کافر ہے البتہ کسی معین شخص کے بارے میں جب تک یہ بات قطعی طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ وہ شاتم وگستاخ یا کافر ہے (جیسے ابولہب، سامری، قارون، ہامان، مسیلمہ کذاب وغیرہ) اس کا کافر ہونا اور اس کے کفر میں شک کا کفر ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ کسی کا ہم عقیدہ ہونا اور بات ہے اور کسی کا اتنا قطعی کافر نہ ہونے کی وجہ سے کہ اس کے کفر میں شک بھی کفر ہو، اس کی تکفیر نہ کرنا یہ اور بات ہے۔ اصول وقواعد کی وجہ سے کسی شخص کا کسی شخص معین کی تکفیر کا قائل نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں اس تکفیر نہ کرنے والے کو بھی دوسروں کا ہم عقیدہ سمجھا جاتا ہے جو یقیناً غیر معتدل اور نامناسب رویہ ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور علماء کرام:

شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی کا نام محمد بن محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبداللہ الحاتمی ہے۔ قبیلہ طی سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ کی کنیت ابوبکر، لقب محی الدین اور معروف نام ابن عربی ہے۔ آپ اپنے وقت کے قطب، صاحب قلب ونظر اور محرم اسرار ربانی تھے۔ آپ کی پیدائش سترہ رمضان مبارک سن ۵۶۰ ہجری میں ہوئی۔ آپ نے اسفار کے دوران اپنے زمانہ کے اکابر علماء اور صوفیاء سے علم ظاہر اور باطن میں خوب استفادہ کیا اور علم اخلاص وتصوف پر کئی ایک کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ کی تصنیفات میں دیگر کتب کے علاوہ الفتوحات المکیۃ فصوص الحکم اور الجمع والتفصیل فی اسرار معانی التنزیل بہت مشہور ہیں۔ آپ کا انتقال ۲۸

ربیع الثانی سن ۶۳۸ ہجری میں ہوا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو مراقبہ ومشاہدہ کی عظیم قوتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ جس کا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں جگہ جگہ اظہار فرمایا ہے۔

کئی ایک علماء ظاہر اور فقہاء نے آپ کی عبارات کو نہ سمجھتے ہوئے آپ کی تکفیر کی اور آپ کی کتب وفکر کے رد میں رسالے تصنیف کئے۔ جہاں آپ کی تکفیر کرنے والوں میں بعض اکابرین شامل ہیں اسی طرح آپ کے چاہنے والوں اور حدی خوانوں میں اکثر صوفیاء اور علماء امت نظر آتے ہیں۔ ہم اپنے موضوع میں علماء کی ان سے متعلق آراء کا تجزیہ کرنے سے گریز کرتے ہوئے ان کی مدح ومذمت کرنے والے علماء کے اقوال اور اسماء پیش کریں گے تاکہ اس بحث سے ہم اپنے متعلقہ موضوع کے حوالے سے کچھ نتائج اخذ کرسکیں۔

جو ابن عربی کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے؟

۱. **امام شرف الدین اسماعیل ابن مقری شافعی** رحمۃ اللہ علیہ وجوہ تکفیر کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أو شك فی تکفیر الیهود والنصاریٰ وطائفة ابن عربی

(الروض: کتاب الردۃ، الطرف الاول فی حقیقۃ الردۃ)

ترجمہ: یا جس نے یہود ونصاریٰ اور ابن عربی کے گروہ کے کافر ہونے میں شک کیا وہ کافر ہے۔

۲. **امام بقاعی** لکھتے ہیں:

و قال الامام شرف الدين اسماعيل ابن المقرى فى مختصر الروضة: فمن اعتقد قدم العالم _ الى ان قال _ أو شك فى تكفير اليهود والنصارىٰ وطائفة ابن عربى كفر

(مصرع التصوف: ج:۱/ص:۳۳)

ترجمہ: امام شرف الدین اسماعیل ابن المقری مختصر الروضۃ میں کہتے ہیں کہ پس
جس کسی نے عالم کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھا، یا جس نے یہود ونصاریٰ اور
ابن عربی کے گروہ کے کافر ہونے میں شک کیا وہ کافر ہے۔

ان دونوں حضرات علماء کرام کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات شیخ
اکبر کی تکفیر میں اس قدر شدت سے کام لیتے تھے کہ جو ان کی تکفیر نہ کرے یا ان کے کافر
ہونے میں شک کرے یہ اس کو بھی کافر قرار دیتے تھے، جبکہ امام بقاعی نے اپنی کتاب
مصرع التصوف تالیف ہی ابن عربی کی تکفیر پر کی ہے اور اپنی تفسیر میں کئی ایک مقامات پر
انتہائی سخت جملے ابن عربی کے لئے استعمال کئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

وقول ابن عربي أحد اتباع فرعون أكذب وأقبح وأبطل

(نظم الدرر فی تناسب الایات والسور: ج:۴/ص:۲۹۶)

ترجمہ: ابن عربی کا قول جو کہ (نعوذ باللہ) فرعون کا پیروکار ہے سب سے زیادہ جھوٹا،
برا اور باطل ہے۔

◆ **امام ذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں:**

ولابن العربي توسع في الكلام و ذكاء و قوة حافظة و
تدقيق في التصوف و تواليفه جمة في العرفان ولو لا
شطحات في كلامه و شعره لكان كلمة اجماع و لعل ذلك
وقع منه في حال سكره و غيبته فنرجو له الخير

(تاریخ الاسلام: ج:۱۰/ص:۲۶۲)

ترجمہ: ابن عربی کے کلام میں توسع ہے، ان میں ذکاوت ہے، قوت حافظہ ہے
اور انہیں تصوف میں گہرائی نصیب ہے۔ ان کی کتب عرفان کا خزینہ ہیں۔
اگر ان کے کلام اور شعر میں شطحات نہ ہوتیں تو اس پر اتفاق ہوتا۔ ہوسکتا ہے

کہ یہ عمل ان سے حالت سکر اور حالت غیبت میں واقع ہوا ہو۔ ہم ان کے
لئے خیر کی امید رکھتے ہیں۔

جبکہ آپ سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

ومن اردأ تواليفه كتاب "الفصوص" فان كان لا كفر فيه
فما في الدنيا كفر..... قلت ان كان محي الدين رجع عن
مقالاته تلك قبل الموت فقد فاز.... وله شعر رائق و
علم واسع و ذهن وقاد و لا ريب ان كثيرا من عباراته له
تأويل الا كتاب الفصوص و قرأت بخط ابن رافع انه ر أ
ى بخط فتح الدين اليعمري انه سمع ابن الدقيق العيد
يقول سمعت الشيخ عز الدين و جرى ذكر ابن العربي
الطائي، فقال هو شيخ سوء مقبوح كذاب

(سیر اعلام النبلاء: ۲۳/ص:۴۸-۴۹)

ترجمہ: ان کی سب سے گھٹیا کتاب فصوص الحکم ہے۔ اگر اس میں کفر نہیں ہے تو پھر دنیا
میں کفر کسے کہا جاتا ہے، میں یہ کہتا ہوں کہ اگر محی الدین نے اپنے انتقال
سے پہلے اپنی باتوں سے رجوع کرلیا تو وہ کامیاب ہوگئے۔ ان کے شعر عمدہ
ہیں۔ ان کا علم وسیع ہے۔ ان کا ذہن بہت تیز ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں
کہ ان کی اکثر عبارات کی تاویلات ہیں سوائے فصوص الحکم کے۔ میں نے
ابن رافع کی لکھائی میں دیکھا کہ انہوں نے فتح الدین یعمری کی لکھائی میں
دیکھا کہ انہوں نے ابن دقیق العید کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے شیخ عزالدین
کو کہتے ہوئے سنا جب ابن عربی طائی کا ذکر ان کے سامنے ہوا کہ وہ برا اور
جھوٹا ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام ابن مقری، بقاعی، عزالدین بن عبد السلام اور

امام ذہبی شیخ اکبر کی تکفیر کے قائل ہیں، جبکہ امام ابن مقری اور بقاعی ان کے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔

شیخ اکبر اور علماء:

ابن عربی غالباً وہ واحد شخص ہیں جن کے بارے میں متعدد متقدمین ومتاخرین کے مابین اختلاف رہا ہے۔کوئی ان کے بارے میں الشیخ الاکبر،محی الدین اورویر تقون به الی مدارج الصدیقین کہتا ہے جبکہ کوئی انہیں الشیخ الاکفر،ممیت الدین اورو ینزلون به الی درکات الزنادقة و الملحدین کے کلمات سے یاد کرتا ہے۔امام بقاعی نے تو آپ کی کتاب فتوحات مکیہ کو"القبوحات الھلکیة" کہا ہے۔

مذکورہ بالا علماء کے علاوہ جن علماء نے ان کی تکفیر کی ہے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

۴ **ابوزرعہ ولی الدین عراقی** کہتے ہیں:

لا شك فی اشتمال الفصوص المشهورة عنه علی الکفر الصریح الذی لا شك فیه و کذلك فتوحاته المکیة فان صح صدور ذلك عنه و استمر الی وفاته فهو کافر مخلد فی النار بلا شك (تنبیہ الغبی:ج:۱/ص:۱۳۵)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ فصوص الحکم جو ان کی مشہور کتاب ہے صریح کفر پر مشتمل ہے،جس میں کسی کو شک نہیں،یہی حال فتوحات مکیہ کا ہے۔اگر ان کا ان سے صادر ہونا صحیح ثابت ہو جائے اور وہ اس پر وفات تک قائم رہے ہوں تو وہ بلا شک وشبہ کافر ہیں اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

۵ **شیخ الاسلام امام زین الدین عراقی** کے حوالہ سے امام بقاعی لکھے ہیں:

و قال شیخ شیوخنا الامام القدوة العارف شیخ

الاسلام حافظ عصره الشیخ زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی فی کراسة أجاب فیها سؤال من سأله عن بعض کلام ابن عربی هذا :و قوله فی قوم نوح "لا تذرن الهتکم" کلام ضلال و شرك و اتحاد و الحاد

(تنبیہ الغبی:ج:۱/ص:۵۲)

ترجمہ: ہمارے شیوخ کے شیخ امام مقتدا عارف شیخ الاسلام اپنے زمانہ کے حافظ شیخ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی اپنی تحریر میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں جو ان سے ابن عربی کلام کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا قوم نوح کے بارے میں اس آیت "لا تذرن الهتکم" سے متعلق کلام گمراہیت ہے،شرک ہے،اتحاد ہے اور الحاد ہے۔

۶ **جمال الدین عبد اللہ بن یوسف بن ہشام نحوی صاحب مغنی اللبیب** کے حوالہ سے امام بقاعی لکھتے ہیں:

آپ نے فصوص کے ایک نسخہ پر یہ لکھا:

یہ وہ ہے جس کی گمراہی سے بعد میں آنے والے پہلے والوں کے ساتھ گمراہ ہو گئے ہیں یہ کتاب اندھیروں کی فصوص ہے اور حکمتوں کی ضد ہے۔امت کو گمراہ کرنے والی ہے۔یہ کتاب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو جو کچھ لے کر بھیجا تھا اس کی مخالف ہے۔ (تنبیہ الغبی:ج:۱/ص:۱۶۵)

۷ **امام سراج الدین بلقینی اور ابن حجر عسقلانی** کے حوالہ سے امام بقاعی لکھتے ہیں:

و منهم شیخنا شیخ الاسلام حافظ عصره قاضی القضاة أبو الفضل بن حجر و شیخه شیخ الاسلام سراج الدین عمر بن ارسلان البلقینی فقال فی ترجمة ابن الفارض فی

لسان المیزان بعد أن ذکر ترجمة الذهبی له بانه شیخ الاتحادیة

و انه ینعق بالاتحاد الصریح فی شعره:و قد کنت سألت شیخنا سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی عن ابن عربی فبادر بالجواب بانه کافر فسألته عن ابن الفارض فقال :لا أحب أن أتکلم فیه فقلت :ما الفرق بینهما و الموضع واحد؟و أنشدته من التا ئیة فقطع علی بعد انشادی عدة أبیات بقوله هذا کفر هذا کفر

(تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۷۶)

ترجمہ: اور ان میں ہمارے شیخ شیخ الاسلام اپنے زمانہ کے حافظ قاضی القضاۃ ابو الفضل بن حجر اور ان کے شیخ شیخ الاسلام سراج الدین عمر بن ارسلان بلقینی ہیں۔آپ نے ابن الفارض کے ترجمہ میں لسان المیزان میں امام ذہبی کی ان کے بارے میں رائے ذکر کرنے کے فرمایا کہ وہ اتحادیہ کے شیخ ہیں اور اپنے اشعار میں انہوں نے صراحت کے ساتھ اتحاد پر زور دیا ہے۔میں نے اپنے شیخ سراج الدین عمر بن ارسلان البلقینی سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ وہ کافر ہے۔میں نے ابن فارض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا میں اس کے بارے میں بات کرنا پسند نہیں کرتا۔میں نے پوچھا کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ جبکہ موقع تو ایک ہی ہے، پھر میں نے ابن الفارض کی "التائیۃ" سے کچھ اشعار ان کے سامنے پڑھے۔آپ نے کئی اشعار کے بعد اس کا اظہار فرمایا کہ یہ کفر ہے اور یہ کفر ہے۔

۸ **قاضی القضاۃ قدوۃ أھل التصوف امام الشافعیہ بدرالدین بن جماعہ**
(تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۵۳)

۹ **امام ابوعلی بن خلیل السکونی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۳۷_۱۳۸)

۱۰ **نادرۃ الزمان علاء الدین محمد بن محمد بن محمد البخاری الحنفی:** آپ نے ابن عربی کے رد پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔جس کا نا "فاضحۃ الملحدین وناصحۃ الموحدین" ہے۔
(تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۸۲)

۱۱ **العارف عماد الدین احمد بن ابراہیم الواسطی:** آپ نے تین کتابیں اس موضوع پر تصنیف فرمائی ہیں۔أشعۃ النصوص فی ھتک أستار الفصوص، لوامع الاسترشاد فی الفرق بین التوحید والالحاد، البیان المفید فی الفرق بین الالحاد والتوحید
(تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۵۳)

۱۲ **شہاب الدین احمد بن یحییٰ بن ابی حجلہ التلمسانی الحنفی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۵۱)

۱۳ **امام سیف الدین عبداللطیف بن بلبان سعودی صوفی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۵۱)

۱۴ **علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الجزری** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۹۶)

۱۵ **امام ابوحیان محمد بن یوسف الاندلسی** (البحر المحیط: ج:۳/ص:۴۴۹)

۱۶ **شیخ الاسلام تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۵۷)

۱۷ **علامہ قاضی شرف الدین عیسیٰ بن مسعود الزواوی المالکی**
(تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۵۷_۱۵۸)

۱۸ **الشیخ الامام الزاہد القدوۃ العارف نورالدین علی بنی یعقوب البکری الشافعی**
(تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۵۸_۱۵۹)

۱۹ **امام نجم الدین محمد بن عقیل البالسی الشافعی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۶۱)

۲۰ **علامہ شمس الدین محمد العیزری الشافعی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۶۸)

۲۱ **علامہ شمس الدین ابوعبداللہ الموصلی الشافعی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۷۰)

۲۲ **شمس الدین محمد بن احمد البسطامی المالکی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۷۰_۱۷۱)

۲۳ **علامہ برہان الدین السقاقیعی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۷۶_۱۷۷)

۲۴. **صاحب المواقف قاضی عضد الدین الایجی** (تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۸۲)

۲۵. **امام محمد بن احمد بن علی ابو بکر قطب الدین القسطلانی المالکی**

(تنبیہ الغبی: ج:۱/ص:۱۵۳)

۲۶. **احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام شیخ ابن تیمیہ الحرانی:** آپ نے ابن عربی کے رد پر ایک رسالہ ''الرد علی ابن عربی فی دعوی ایمان فرعون'' کے نام سے لکھا ہے۔

۲۷. **امام عبد السلام بن داؤد بن عثمان الشافعی** (الضوء اللامع: ج:۲/۳۲۹)

۲۸. **شمس الدین امام محمد بن عبد الرحمن السخاوی:** آپ کی تصنیف ''القول المنبی عن ترجمۃ ابن عربی'' ابن عربی کے رد پر لکھی جانے والی تصانیف میں سب سے زیادہ جامع ہے۔

۲۹. **امام عماد منصور کازرونی شافعی** (القول المنبی عن ترجمۃ ابن عربی: ص:۴)

۳۰. **علامہ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر ابن الحاجب المالکی**

(القول المنبی عن ترجمۃ ابن عربی: ص:۱۵۰)

۳۱. **امام ملا علی القاری:** آپ نے وحدت الوجود اور ابن عربی کے رد میں کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ جس کا نام ''مرتبۃ الوجود و منزلۃ الشهود'' ہے۔

مذکورہ بالا دو درجن سے زائد اکابرین کے علاوہ بھی کئی ایک ایسے علماء ہیں جنہوں نے ابن عربی کی تکفیر کی ہے۔ علماء کی درج کردہ عبارات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابن عربی کی تکفیر میں انتہائی سختی کرتے تھے بلکہ بعض علماء نے تو یہاں تک کہا کہ اگر کوئی ان کے کفر میں شک کرے تو بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الیواقیت و الجواہر میں۔

۳۲. **جمال الدین بن الخیاط** کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ابن عربی سے متعلق کچھ سوالات لکھے اور عالم اسلام کے علماء کو ارسال کر دیئے۔ اس استفتاء میں کیونکہ اجماع امت کے خلاف اور قبیح عقائد ابن عربی کی طرف منسوب تھے اسی لئے علماء نے ابن عربی کا

بھرپور رد کیا۔ (الیواقیت والجواہر: الجزء الاول: ص:۱۰)

بکثرت علماء نے ابن عربی کی تکفیر کی ہے اور اس موضوع پر کئی ایک تصانیف بھی موجود ہیں۔ اب ہم کچھ کتابوں کے نام ذکر کریں گے جو ابن عربی کے رد میں لکھی گئی ہیں۔

شیخ اکبر کے رد میں لکھی جانے والی کتب:

۱. کتاب الارتباط:

محمد بن احمد بن علی القسطلانی المالکی (القول المنبی: ص:۱۶۴)

۲. نصیحة صريحة من قريحة صحيحة فی المنع من الدعوى و الشطح:

امام قسطلانی (القول المنبی: ص:۱۶۴)

۳. البیان المفید فی الفرق بین الالحاد و التوحید:

احمد بن ابراہیم عماد الدین الواسطی (القول المنبی: ص:۱۷۷)

۴. لوامع الاسترشاد فی الفرق بین التوحید و الالحاد:

احمد بن ابراہیم عماد الدین الواسطی (القول المنبی: ص:۱۷۷)

۵. أشعة النصوص فی هتك أستار الفصوص:

احمد بن ابراہیم عماد الدین الواسطی (القول المنبی: ص:۱۷۷)

۶. بيان حكم ما فی الفصوص من الاعتقادات المفسودة و الاقوال الباطلة المردودة:

عبد اللطیف بن عبد اللہ السعودی (القول المنبی: ص:۲۲۹)

۷. تسورات النصوص علی تهورات الفصوص:

محمد بن محمد العیزری (القول المنبی: ص:۵)

۸. كشف الظلمة عن هذه الامة:

محمد بن ابن نور الدین الخطیب (القول المنبی: ص:۹۷)

۹. النصيحة: اسماعیل بن ابی بکر بن عبد اللہ المقری

(القول المنبی:ص:۵۳)

۱۰. **فاضحة الملحدين و ناصحة الموحدين:**

محمد بن محمد علاؤالدین البخاری (القول المنبی:ص:۳۱۵)

۱۱. **كشف الغطاء عن حقيقة التوحيد:**

حسین بن عبدالرحمن بن محمد الأھدل (کشف الظنون:ج:۲:ص:۱۴۹۱)

۱۲. **تنبيه الغبي على تكفير ابن عربي:**

ابراھیم بن عمر البقاعی

۱۳. **تحذير العباد من أهل العناد ببدعة الاتحاد:**

ابراھیم بن عمر البقاعی (کشف الظنون:ج:۱/ص:۳۵۵)

۱۴. **تهديم الاركان:**

ابراھیم بن عمر البقاعی (کشف الظنون:ج:۱/ص:۴۰۸)

۱۵. **القول المنبی عن ترجمۃ ابن عربی:**

محمد بن عبدالرحمن سخاوی

۱۶. **تسفيه الغبي في تكفير ابن العربي:**

ابراھیم بن محمد الحلبی (کشف الظنون:ج:۱/ص:۴۰۴)

آپ نے یہ کتاب حافظ سیوطی کے رد میں لکھی تھی۔

۱۷. **نعمة الذريعة في نصرة الشريعة:**

ابراھیم بن محمد الحلبی (کشف الظنون:ج:۲/ص:۱۲۶۱)

۱۸. **تنزيه الكون عن اعتقاد اسلام فرعون:**

محمد بن محمد الغمری (کشف الظنون:ج:۱/ص:۴۹۵)

۱۹. **مرتبة الوجود و منزلة الشهود:**

ملا علی القاری

۲۰. **حجة السفرة البررة على المبتدعة الفجرة الكفرة:**

منصور عماد الدین الکازرونی

مذکورہ کتب کے علاوہ بھی کئی ایک کتب ہیں جو ابن عربی کے رد میں لکھی گئی ہیں۔اس تمام بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تکفیر اور رد میں علماء کے ایک گروہ نے بہت شدت اختیار کی ہے، تاہم علماء کی اس شدت اور فتاوی تکفیریہ کے باوجود متعدد اکابر علماء و صوفیاء ابن عربی کے معتقد رہے ہیں۔اب ہم ان میں سے چند ایک کے اسماء ذکر کریں گے اور آخر میں اپنا تجزیہ پیش کریں گے۔

شیخ اکبر اور ان کی تکفیر نہ کرنے والے علماء کرام:

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نابغۂ روزگار اور اپنے عہد کی وہ عظیم روحانی ہستی ہیں جن کا فیض ان کے وصال کے بعد آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ کے معتقدین اور فیض حاصل کرنے والوں میں اکابر اولیاء و علماء ہیں جن کی ولایت اور علمیت تمام اہل علم کے مابین مسلمہ ہے۔(۱) **حضرت امام جلال الدین سیوطی** رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ان اکابرین میں ہوتا ہے۔آپ نے امام بقاعی کی کتاب "**تنبيه الغبي على تكفير ابن عربي**" کے رد میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور اس کا نام "**تنبيه الغبي بتبرئة ابن عربي**" رکھا۔اس رسالہ میں آپ نے ابن عربی کا خوب دفاع کیا ہے اور ان کے حدی خوانوں کے اسماء کے ذکر کے ساتھ ابن عربی کی کرامات کا بھی ذکر کیا ہے۔آپ اس رسالہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

قد اختلف الناس قديما و حديثا في ابن عربي:

۱. ففرقة تعتقد ولايته. و هي المصيبة . و من هذه الفرقة الشيخ

تاج الدين بن عطاء الله من ائمة المالكية و الشيخ عفيف الدين اليافعي من أئمة الشافعية. فهما بالغا في الثناء و وصفاه بالمعرفة.

- وفرقة تعتقد ضلاله و منهم طائفة كبيرة من الفقهاء.
- وفرقة شكت في أمره و منهم الحافظ الذهبي في الميزان
- وعن الشيخ عز الدين بن عبد السلام:

أ. الحط عليه.

ب. ووصفه بأنه القطب.

و الجمع بينهما: ما اشار اليه تاج الدين بن عطاء الله في لطائف المنن: ان الشيخ عز الدين بن عبد السلام كان في اول امره على طرقة الفقهاء من المسارعة الى الانكار الصوفية فلما حج الشيخ أبو الحسن الشاذلي و رجع جاء الى الشيخ عز الدين قبل أن يدخل بيته و أقرأه السلام من النبي صلى الله عليه واله وسلم فخضع الشيخ عز الدين لذلك و لزم مجلس الشاذلي من حينئذ و صار يبالغ في الثناء على الصوفية لما فهم طريقتهم على وجهها. و صار يحضر معهم مجالس السماع. و قد سئل شيخنا شيخ الاسلام بقية المجتهدين شرف الدين المناوي عن ابن عربي فأجاب بما حاصله: ان السكوت عنه اسلم و هذا هو اللائق بكل ورع يخشى على نفسه و القول الفصل عندى في ابن عربي طريقة لا يرضاها فرقتا اهل العصر لا من يعتقده و لا من يحط عليه و هي: اعتقاد

ولايته و تحريم النظر في كتبه

(تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص: ۱۔ ۲)

خلاصہ: متقدمین اور متاخرین میں ابن عربی کے حوالہ سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک گروہ تو وہ ہے جو ابن عربی کی والیت کا قائل ہے اور یہ مصیبت ہے۔ اس گروہ میں فقہ مالکیہ کے اماموں میں سے (۲) **شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ** اور شوافع کے ائمہ میں سے (۳) **شیخ عفیف الدین یافعی** شامل ہیں۔ یہ دونوں حضرات نے ابن عربی کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور انہیں معرفت حق کا حامل بتایا ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو ان کی گمراہیت کا قائل ہے۔ اس گروہ میں فقہاء کا ایک بڑا گروہ شامل ہے۔

تیسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے ان کے معاملہ میں شک سے کام لیا ہے۔ ان میں حافظ ذہبی ہیں۔

جہاں تک (۴) **عزالدین بن عبدالسلام** کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں دو آراء ہیں۔

- وہ ابن عربی کا رد کرنے والوں میں سے ہیں۔
- وہ ابن عربی کو قطب سمجھتے ہیں۔

ان دونوں باتوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے جس کی طرف شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المنن میں اشارہ فرمایا ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام پہلے صوفیاء کے رد میں جلدی کرنے میں فقہاء کے طریقہ پر تھے۔ جب (۵) **امام ابوالحسن شاذلی** رحمۃ اللہ حج سے واپس تشریف لائے تو شیخ عز الدین کے پاس اپنے گھر جانے سے قبل گئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کا سلام پیش کیا۔ شیخ عزالدین اس وجہ سے نرم پڑ گئے اور امام ابوالحسن شاذلی کی

صحبت کو لازم پکڑ لیا۔ صوفیاء کے طریقہ کو سمجھنے کے بعد انہوں نے صوفیاء کی بہت زیادہ تعریف شروع کر دی اور ان کے ساتھ مجالس سماع میں شرکت شروع کر دی۔

ہمارے (۶) **شیخ، شیخ الاسلام، بقیۃ المجتہدین شرف الدین مناوی** سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جو ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں سکوت اختیار کرنے میں زیادہ سلامتی ہے اور یہی ہر متقی اور اپنے نفس کے بارے میں ڈرنے والے شخص کے لئے بہتر ہے۔ میرے نزدیک قول فیصل ایسا ہے جس سے دونوں فرقہ راضی نہیں ہوں گے، نہ ان کی معتقدین اور نہ ہی ان کا رد کرنے والے، اور وہ یہ ہے کہ ان کی ولایت کا اعتقاد رکھنا اور ان کی کتب میں نظر کو حرام سمجھنا۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ خود ابن عربی کی ولایت اور قطبیت کے قائل تھے۔ سابقہ اوراق میں شیخ عزالدین کے حوالہ سے جو باتیں ہم نے ذکر کی تھیں جلال الدین سیوطی کی ان تصریحات سے ان کا رجوع معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ فرماتے ہیں:

وقد أثنى عليه جماعة منهم:

قال الشيخ العارف صفي الدين بن ابي منصور في رسالته: رايت بدمشق الشيخ الامام الوحيد، العالم العامل: محي الدين بن عربي و كان من اكبر علماء الطريق، جمع بين سائر العلوم الكسبية و ما قرء من العلوم الوهبية (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص: ۳)

ترجمہ: ابن عربی کی تعریف ایک جماعت نے کی ہے ان میں ہیں:

۷ **شیخ عارف صفی الدین بن ابی منصور** اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں میں نے دمشق میں امام وحید، عالم، عامل، دین کو زندہ کرنے والے شیخ ابن عربی کو دیکھا۔ آپ علمائے طریقت میں سے سب سے بڑے عالم تھے۔ اور آپ نے تمام علوم کسبی اور وہبی کو جمع کر دیا تھا۔

۸ **عارف کبیر علامہ حافظ امام شیخ عبد الغفار القوصی:** آپ نے اپنی کتاب "الوحید فی سلوك اهل التوحید" میں "ابن عربی کی کئی ایک کرامات کا ذکر کیا ہے۔

(تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص: ۳)

شیخ عزالدین بن عبد السلام کے خادم نے آپ سے عرض کی:

أنت وعدتني ان تريني "القطب" فقال له: ذلك هو "القطب" و أشار الى ابن عربي و هو جالس و الحلقة عليه

(تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص: ۴)

ترجمہ: آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے قطب دکھائیں گے۔ آپ نے فرمایا: قطب وہ ہیں اور ابن عربی کی طرف اشارہ کیا جبکہ وہ تشریف فرما تھے اور ان کے گرد حلقہ لگا ہوا تھا۔

۹ **امام یافعی** "الارشاد" میں فرماتے ہیں:

اجتمع الشيخان الامامان العارفان المحققان الربانيان: الشيخ شهاب الدين السهروردي و الشيخ محي الدين بن عربي - رضي الله عنهما - فأطرق كل واحد منهما ساعة ثم افترقا من غير كلام فقيل لابن عربي: ما تقول في الشيخ شهاب الدين؟ قال: مملوء سنة من قرنه الى قدمه. فقيل للسهروردي ما تقول في الشيخ محي الدين؟ فقال بحر الحقائق. (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص: ۵)

ترجمہ: دو شیخ، ربانی امام، عارف،

◆ ۱۰ محقق شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہما ایک جگہ جمع ہوئے۔ ان دونوں کا لمحہ بھر کے لئے ٹکراؤ ہوا اور پھر بات کئے بغیر جدا ہو گئے۔ ابن عربی سے کہا گیا کہ شیخ شہاب الدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ سر تا پا سنت میں غرق ہے۔ پھر شیخ شہاب الدین سے پوچھا گیا کہ آپ شیخ محی الدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: وہ حقائق کا سمندر ہیں۔

و قد مدحه طائفة ،و عظمه طائفة من شيوخ الطريقة و علماء الحقيقة ... كالشيخ الحريري و الشيخ نجم الدين الاصبهاني و الشيخ تاج الدين ابن عطاء الله و غيرهم ممن يكثر عددهم و يعلو مجدهم و طعن فيه طائفة لا سيما من الفقهاء (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۵)

ترجمہ: ابن عربی کی تعریف ایک جماعت نے کی ہے اور شیوخ طریقت و علمائے حقیقت نے ان کی تعظیم کی ہے۔۔۔۔ جیسے: ◆ ۱۱ شیخ حریری اور ◆ ۱۲ شیخ نجم الدین اصبہانی اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ۔ ان کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں صاحب مجد علماء ان کے مداح ہیں۔ علماء کے ایک گروہ نے ان پر طعن بھی کیا ہے جن میں خاص طور پر فقہاء شامل ہیں۔

◆ ۱۳ **علامہ قاضی القضاۃ شرف الدین البارزی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۶)

◆ ۱۴ **الحافظ محب الدین بن النجار** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۶)

◆ ۱۵ **قاضی القضاۃ العلامہ سراج الدین الصدی الحنفی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۶)

◆ ۱۶ **الشیخ ولی الدین محمد بن احمد الملوی الشافعی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۷)

◆ ۱۷ **الشیخ بدر الدین احمد بن احمد الشیخ شرف الدین محمد بن فخر الدین بن الصاحب بن حنا** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۷)

◆ ۱۸ **الشیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم بن یعقوب المعروف بہ شیخ الوضوء** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۷)

ان کا ذکر امام ابن حجر عسقلانی نے "انباء الغمر" میں کیا ہے اور ان کے بارے تعریفی کلمات لکھتے ہوئے آپ کہتے ہیں:

قيل له شيخ الوضوء لأنه كان يطوف على المطاهر فيعلم العامة الوضوء و كان يعاب بالنظر فى كلام ابن عربي.... و ان التاج السبكى يثنى عليه و سلك مع ذلك طريق التصوف (انباء الغمر بابناء العمر: ۱/ص:۱۳۳)

ترجمہ: انہیں شیخ الوضو کہا جاتا ہے کیونکہ آپ طہارت خانوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو وضو کرنا سکھاتے تھے۔ ابن عربی کے کلام میں غور و فکر کی وجہ سے ان کو عیب دار کہا جاتا تھا۔ تاج الدین سبکی ان کی تعریف کرتے تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ تصوف میں سلوک بھی طے کیا ہے۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الوضوء کی تعریف کی ہے اور ابن عربی سے تعلق کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کی۔ اسی طرح سے امام تاج الدین سبکی نے بھی ان کی ثناء کی ہے۔

◆ ۱۹ **ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ التوزری المغربی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۷)

◆ ۲۰ **الشیخ نجم الدین الباہی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۷)

◆ ۲۱ **شمس الدین محمد بن احمد الصوفی المعروف بہ ابن نجم** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۷)

◆ ۲۲ **الشیخ اسماعیل بن ابراہیم الجبرتی ثم الزبیدی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۸)

◆ **العلامۃ مجدالدین الشیرازی صاحب القاموس** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی:ص:۸)

ان کے بارے میں امام ابن حجر فرماتے ہیں:

صار الشیخ مجد الدین یدخل فی شرح البخاری من کلام ابن العربی فی الفتوحات (انباء الغمر:ج:۱/ص:۴۱۸)

◆ **علاء الدین ابوالحسن بن سلام الدمشقی الشافعی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی:ص:۸)

◆ **قاضی القضاۃ شمس الدین المساطی المالکی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی:ص:۸)

◆ **الشیخ تقی الدین ابوبکر بن ابی الوفاء القدسی الشافعی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی:ص:۸)

◆ **الشیخ یوسف الامام الصفدی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی:ص:۸)

◆ **الشیخ زین الدین الخافی** (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی:ص:۸)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ◆ **شیخ کمال الدین بن زملکانی** کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے شیخ اکبر کے بارے میں کہا:

هو البحر الزاخر فی المعارف الالهیة (لسان المیزان:ج:۲/ص:۴۵۱)

وہ معارف الٰہیہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ◆ **القطب السرمین** کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے ابن عربی کے صاحبزادے کے ترجمہ میں ذکر کیا:

کان والده من کبار المشائخ العارفین

(لسان المیزان:ج:۲/ص:۴۵۱)

ترجمہ: ان کے والد معرفت رکھنے والے مشائخ کبار مشائخ میں سے تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ◆ **امام یبلغا بن عبد اللہ السالمی الظاہری** کے بارے میں فرماتے ہیں:

و کان یبالغ فی حب ابن عربی و غیره من اهل طریقته و لا

یؤذی من ینکر علیه (انباء الغمر بابناء العمر:۱/ص:۳۵۴)

آپ ابن عربی اور دوسرے اہل طریقت سے بہت محبت کرتے تھے۔آپ اس کو تکلیف نہیں دیتے تھے جو آپ کا رد کرتا تھا۔

امام ابن حجر عسقلانی شیخ ◆ **عبدالعزیز بن ابی الفارس** کے بارے میں فرماتے ہیں:

فنقل عن الرضی الشاطبی ان عبد العزیز هذا کان من أتباع ابن عربی (الدرر الکامنۃ:ج:۱/ص:۳۱۴)

ترجمہ: رضی شاطبی سے منقول ہے کہ عبدالعزیز ابن عربی کے پیروکار میں سے ہیں۔

امام سخاوی ◆ **احمد بن احمد بن محمد بن عیسی الشہاب البرنسی المغربی الفاسی المالکی** کے بارے میں فرماتے ہیں:

احمد بن احمد بن محمد بن عیسی الشهاب البرنسی المغربی الفاسی المالکی....و الغالب علیه التصوف و المیل فیما یقال الی ابن عربی و نحوه (الضوء اللامع:ج:۱/ص:۱۴۱)

احمد بن احمد بن محمد بن عیسی الشہاب البرنسی المغربی الفاسی المالکی....ان پر تصوف غالب تھا اور ابن عربی کے بارے میں جو کہا جاتا ہے آپ اس کی طرف مائل تھے۔

ان کے علاوہ بھی امام ابن حجر اور امام سخاوی علیہما الرحمۃ نے کئی ایک اکابرین کا ذکر کیا ہے جو ابن عربی کے معتقد اور خوشہ چیں گزرے ہیں۔امام سخاوی اگرچہ ابن عربی کے مخالفین میں ایک مقام رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کے ان مذکورہ معتقدین کی تکفیر نہیں کی۔

◆ **امام عبدالوہاب بن احمد الشعرانی:** آپ نے شیخ اکبر کی تصانیف کا خلاصہ بھی کیا ہے اور ان کی تائید میں بہت لکھا بھی ہے۔اس بارے میں ان کی کتاب **"الیواقیت و**

الجواهر" بہت مشہور ہے۔آپ **شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب القاموس** کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ نے ابن عربی کے بارے میں فرمایا:

لم يبلغنا عن احد من القوم انه بلغ في علم الشريعة و الحقيقة ما بلغ الشيخ محي الدين ابدا و كان يعتقد غاية الاعتقاد و ينكر على من أنكر عليه و يقول لم يزل الناس متكبين على الاعتقاد في الشيخ

(الیواقیت والجواہر: الجزء الاول: ص:١٠)

ترجمہ: ہماری معلومات کے مطابق کبھی بھی کوئی علم شریعت اور حقیقت میں شیخ محی الدین کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکا۔امام شعرانی فرماتے ہیں کہ وہ آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور جو ابن عربی کا رد کرتا اس کا رد کرتے۔آپ فرماتے تھے کہ ہر دور میں لوگ شیخ کے کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔

شیخ مجد الدین نے ابن عربی کے دفاع میں "**الاغتباط بمعالجة الخياط**" کے نام سے ان کے مخالفین کے رد میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے۔

(القول المنبی: ص:٥٣)

امام شعرانی فرماتے ہیں:

و كان الشيخ سراج الدين المخزومي شيخ الاسلام بالشام يقول :اياكم و الانكار على شئ من كلام الشيخ محي الدين فان لحوم لاولياء مسمومة و هلاك اديان مبغضهم معلومة و من ابغضهم تنصر و مات على ذلك و من أطلق لسانه فيهم بالسب ابتلاه الله بموت القلب

(الیواقیت والجواہر: الجزء الاول: ص:١١)

ترجمہ: شام کے شیخ الاسلام، ❁ شیخ سراج الدین مخزومی فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں

چاہیے کہ تم شیخ محی الدین کی باتوں پر اعتراض کرنے سے بچو۔بے شک اولیاء کے لحوم زہر آلود ہوتے ہیں۔ان سے بغض رکھنے والوں کے دین کا ہلاک ہو جانا معلوم ہے۔جو ان سے بغض رکھے گا وہ نصرانی ہو کر مرے گا۔جس نے ان پر اپنی زبان سب وشتم دراز کی اللہ تعالیٰ اسے دل کی موت میں مبتلا فرمادے گا۔

آپ نے ان کی ابن عربی کے دفاع میں ایک تصنیف کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام "**كشف الغطاء عن اسرار كلام الشيخ محي الدين**" ہے۔امام شعرانی شیخ مخزومی سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ❁ **شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی** اور ❁ **شیخ تقی الدین السبکی** نے ابن عربی کی تکفیر سے رجوع کر لیا تھا۔(الیواقیت والجواہر: الجزء الاول: ص:١٣،١٤،١٥)

امام شعرانی فرماتے ہیں:

و ممن اثنى عليه أيضا الشيخ كمال الدين الزملكاني رحمه الله تعالىٰ و كان من اجل علماء الشام و كذلك الشيخ قطب الدين الحموي و قيل له لما رجع من الشام الى بلاده كيف وجدت الشيخ محي الدين فقال:وجدته في العلم و الزهد و المعارف بحرا زاخرا لاساحل له

(الیواقیت والجواہر: الجزء الاول: ص:١١)

ترجمہ: جن لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے ان میں شیخ کمال الدین زملکانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جو شام کے اجل علماء میں سے ہیں۔اسی طرح ❁ شیخ قطب الدین حموی نے بھی ان کی تعریف فرمائی ہے۔جب وہ شام سے اپنے ملک پہنچے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے شیخ محی الدین کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا: میں نے ان کو علم، زہد و معارف کا ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر پایا جس کا کوئی ساحل نہ ہو۔

آپ فرماتے ہیں:

و ممن اثنی علیه أیضا الشیخ قطب الدین الشیرازی و کان یقول :ان الشیخ محی الدین کان کاملا فی العلوم الشرعیة و الحقیقیة (الیواقیت والجواہر:الجزء الاول:ص:۱۱_۱۲)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ابن عربی کی تعریف کی ہے ان میں ◆ قطب الدین شیرازی بھی ہیں۔آپ فرماتے ہیں: بے شک شیخ محی الدین علوم شرعیہ و حقیقیہ میں کامل تھے۔

آپ نے ◆ **امام نووی** رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ ابن عربی کی تکفیر نہیں کرتے تھے۔اس مسئلہ میں توقف فرماتے تھے اور لوگوں کو اولیاء کی غیبت سے منع کرتے تھے۔اس کے علاوہ آپ نے جن علماء کا آپ کے ثناء خوانوں میں ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

◆ **الشیخ کمال الدین الکاشی**

◆ **الشیخ الامام فخر الدین الرازی**

◆ **امام ابن سعد یافعی**

◆ **شیخ المشائخ محمد المغربی الشاذلی**

◆ **قاضی القضاۃ الشیخ شمس الدین الخونجی الشافعی**

(الیواقیت والجواہر:الجزء الاول:ص:۱۲_۱۳)

◆ **امام علی بن احمد بن علی بن احمد المہدی مکی حنفی:** امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عربی کے دفاع میں ان کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جس کا نام "امحاض النصیحة الصحیحة عن أمراض باطل النصیحة النطیحة" ہے۔

(القول المنبی:ص:۵۳)

◆ **امام سراج عمر بن موسیٰ الحمصی القاہری الشافعی:** امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عربی

کی حمایت میں ان کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جس کا نام "کشف الغطاء بالنور الوهبی عن اسرار جواهر ابن العربی" ہے۔(القول المنبی:ص:۵۳)

◆ **الشیخ المحقق امام عبد الغنی النابلسی:** آپ نے جواہر النصوص کے نام سے فصوص الحکم کی شرح بھی لکھی ہے۔آپ نے اپنی شرح میں ابن عربی کے لئے بحر المعارف الالهیة ،ترجمان العلوم الربانیة ،الشیخ الاکبر ،القطب الافخر ،محی الدین جیسے القابات تحریر فرمائے ہیں۔(جواہر النصوص:ج:۱/ص:۳۵)

آپ نے شیخ اکبر پر ہونے والے اعتراضات کے جواب میں ایک کتاب بنام "الرد المتین علی منتقص العارف محی الدین" بھی تصنیف فرمائی ہے۔

(ردالمحتار:ج:۶/ص:۳۷۹)

◆ **شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق القونوی:** آپ شیخ اکبر کی زوجہ کے صاحبزادے ہیں۔آپ نے فصوص کی شرح بھی تحریر فرمائی ہے جس کا نام "الفکوك فی مستندات حکم الفصوص" ہے۔

◆ **امام شیخ داود بن محمود القیصری:** آپ نے بھی فصوص کی شرح "مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم" کے نام سے کی ہے۔ان کے علاوہ جن لوگوں نے فصوص کی شرح کی ہے ان میں درج ذیل نام مشہور ہیں:

◆ **صائن الدین علی بن محمد الترکہ** (متوفی:۸۳۵ھ)

◆ **الشیخ مصطفیٰ بالی زادہ آفندی** (متوفی:۱۰۶۹ھ)

◆ **امام العلماء الشیخ عبد الرحمٰن الجامی** (متوفی:۸۹۸ھ)

◆ **الشیخ مؤید الدین الجندی** (متوفی:۶۹۱ھ)

◆ **امام ابن حجر ہیتمی الشافعی** بھی آپ کے محبین میں سے ہیں۔آپ سے جب شیخ اکبر اور ابن الفارض کی کتب کے مطالعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

حکمها انها جائزة مطالعة کتبهما بل مستحبة فکم

اشتملت تلك الكتب على فائدة لا توجد فى غيرها

(الفتاوی الحدیثیۃ:ص:۳۸۹)

ترجمہ: ان کی کتب کے مطالعہ کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی کتب کا مطالعہ کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ان کی کتب کئی ایک ایسے فوائد پر مشتمل ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں پائی جاتے۔

آپ نے ابن عربی کے حوالے سے ایک کتاب ”شذرة من ذهب من ترجمة سيد طى العرب“ بھی تحریر فرمائی ہے۔

◆ **محقق ابن کمال پاشا** نے اپنے ایک فتویٰ میں ارشاد فرمایا:

وله مصنفات كثيرة :منها فصوص حكمية و فتوحات مكية بعض مسائلها مفهوم النص و المعنى و موافق للأمر الالهيا لشرع النبوى(على صاحبه الصلاة و السلام)و بعضها خفى عن ادراك أهل الظاهر دون أهل الكشف و الباطن و من لم يطلع على المعنى المرام يجب عليه السكوت فى هذا المقام و لقوله تعالى:و لا تقف ما ليس لك به علم ان السمع و البصر و الفؤاد كل اولئك كان عنه مسؤولا (الاسراء۱۷:۳۶)(ردالمحتار:ج:۶/ص:۳۸۰)

ترجمہ: آپ کی بہت ساری کتابیں ہیں۔ان میں سے فصوص اور فتوحات بھی ہیں۔ان میں ذکر بعض مسائل اپنے متن اور معنی کے اعتبار سے سمجھ میں آتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی شریعت الٰہیہ کے امر کے موافق ہیں۔جبکہ بعض مسائل ایسے ہیں جو اہل ظاہر کے ادراک سے چھپے ہوئے ہیں،سوائے اہل کشف اور اہل باطن کے۔جو اس کے معنی مطلوبہ کو نہ پہنچ سکے اس پر واجب

ہے کہ وہ اس مقام میں سکوت اختیار رکھے،کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”اور تو اس بات کی پیروی نہ کر جس کا تجھے علم نہیں،بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کی باز پرس ہوگی۔“

◆ **خاتمۃ المحققین السید ابن عابدین الشامی** دیگر فقہاء وصوفیاء کے کلمات ان کی مدح میں نقل کرتے ہوئے خود ان کے لئے فرماتے ہیں:

هو محمد بن على بن محمد الحاتمى الطائى الاندلسى العارف الكبير ابن عربى (ردالمحتار:ج:۶/ص:۳۷۸)

وہ محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی عارف کبیر ابن عربی ہیں۔

◆ **علامہ حصکفی** نے بھی آپ کی مدح فرمائی ہے۔(درمختار:ج:۶/ص:۳۷۸)

۵۹ **سید علی بن میمون المغربی** (متوفی ۹۱۷ھ): آپ نے ابن عربی کے بارے میں ”مناقب ابن عربی“ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔

(کشف الظنون:ج:۲/ص:۱۸۳۵)

۶۰ **الشیخ جمال الدین آفندی:** آپ نے ابن عربی کے دفاع میں اسحاق الحکیم الطبیب کے رد میں ”رسالة اشراقية فى دفع ظلمات الاسحاقية“ تصنیف فرمائی۔(کشف الظنون:ج:۱/ص:۸۶)

۶۱ **امام ربانی مجدد الف ثانی احمد سرہندی** رحمۃ اللہ علیہ بھی شیخ اکبر کی ولایت کے قائل ہیں۔حضرت کے مکتوبات میں سے بالخصوص دفتر دوم کے مکتوب اول میں وحدت الوجود کی بحث کی گئی ہے۔جس میں آپ نے ابن عربی کو متاخرین صوفیاء کا امام اور مقتدا تحریر فرمایا ہے۔(مکتوبات امام ربانی:ج۲/ص:۲۳)

۶۲ **اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی پیر سید مہر علی شاہ** رحمۃ اللہ علیہ: شیخ اکبر سے شدید محبت رکھنے والے تھے۔آپ کی تصنیفات اور ملفوظات میں متعدد مقامات پر شیخ اکبر کی تالیفات کے

حوالہ جات نظر آتے ہیں۔ ہندوستان میں آپ کے وقت سے لے کر تا حال کوئی شخص ابن عربی کی کتب کی کماحقہ تفہیم کرنے والا نظر نہیں آتا۔

سابقہ اوراق میں ہم نے اختصار کے ساتھ ان حضرات علماء و اولیاء کے اسماء کے ذکر کئے ہیں جن کا شمار شیخ اکبر کے معتقدین، ثنا خوانوں اور ان کی تکفیر نہ کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے کئی کتب کا بھی ذکر کیا ہے جو آپ کے دفاع میں علماء کی طرف سے لکھی گئی ہیں، جبکہ اس سے قبل ہم ابن عربی کی تکفیر کرنے والے علماء اور ان کے رد میں ان کی تصانیف کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ اب ہم اس بحث کے بعد اپنے موضوع سے متعلق اپنا تجزیہ پیش کریں گے۔

تجزیہ:

ہم نے سابقہ اوراق میں شیخ اکبر کی تکفیر کرنے والے علماء اور اس کے بعد ان کے معتقدین کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔ ہم اس کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں اس بحث سے ہمارا مقصد ابن عربی کا رد، علماء کے نزدیک ان کے کفر کی وجوہات کا بیان یا ان کا دفاع کرنا نہیں ہے تاہم یاد رہے کہ راقم الحروف شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و مودت کرنے والوں میں سے ہے۔ ہم نے اس تمام بحث کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ علماء کے حضرت سے متعلق مختلف رویوں کی روشنی میں ہم کچھ نتائج اخذ کریں تاکہ مسئلہ اکفار اور "من شك فی کفرہ کفر" کو سمجھنا مزید آسان ہو جائے۔

کیا شیخ اکبر کے کافر ہونے میں شک کرنا کفر ہے؟

شیخ اکبر کے بارے میں امام ابن مقری اور امام بقاعی نے بڑی صراحت سے کہا ہے کہ ان کے کافر ہونے میں یا ان کے معتقدین کے کفر میں شک کرنا کفر ہے۔ ہمارے نزدیک ان دونوں بزرگ حضرات نے شیخ اکبر سے متعلق اپنے موقف کے بیان میں انتہائی

شدت سے کام لیا ہے اور آپ کی تکفیر میں نہایت ہی مبالغہ کیا ہے۔ وہ امر جو قطعی طور پر کفر ہو یا جس کا کفر ہونا اجماع امت سے ثابت ہو یقیناً اس کو کفر نہ سمجھنا بھی کفر ہے جیسے نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا علیہ الصلاۃ والسلام۔ لیکن جب اس کا انطباق کسی شخصیت پر کیا جائے گا تو اس میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ یہ عمل اپنے ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے قطعی ہے یا نہیں۔ یعنی اس شخص سے اس عمل کا ثابت ہونا قطعی طور پر ہو نیز اس کے معنی کی کوئی تاویل بھی ممکن نہ ہو۔ مثلاً توہین رسالت بلاشک و شبہ کفر ہے جو شخص شاتم رسول (ﷺ) کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے، البتہ جب کسی شخص پر توہین رسالت کا مقدمہ قائم کیا جائے تو اس میں اختلاف ہو سکتا ہے کہ اس کا طرز عمل یا اس کا جملہ و عبارت توہین پر مبنی ہے یا نہیں۔ ہم سابقہ اوراق میں اس کی ایک مثال قاضی عیاض مالکی کی شفا شریف سے دے چکے ہیں۔ حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ بعض اہل عراق کے ایک فتویٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ولا أدری من هؤلاء الفقهاء بالعراق الذين أفتوا الرشيد بما ذكر و قد ذكرنا مذهب العراقيين بقتله ولعلهم ممن لم يشهر بعلم أو من لا يوثق بفتواه أو يميل به هواه أو يكون ما قاله يحمل على غير السب فيكون الخلاف هل هو سب أو غير سب أو يكون رجع و تاب عن سبه فلم يقله لمالك على اصله و الا فالاجماع على قتل من سبه كما قدمناه (الشفاء: ج:۲/ص:۲۲۳)

ترجمہ: مجھے نہیں معلوم کہ وہ عراقی فقہاء کون سے ہیں جنہوں نے رشید کو یہ فتویٰ دیا جو ذکر کیا گیا ہے (یعنی کہ شاتم کو کوڑے مارے جائیں گے) اور ہم اہل عراق کا مذہب ذکر کر چکے ہیں کہ شاتم کو قتل کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس نے فتویٰ دیا ہو جو مشہور بالعلم نہ ہو یا اس کے فتویٰ کا اعتبار نہ کیا جاتا ہو یا وہ اس کے ذریعہ اپنی کسی نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو یا جو اس نے کہا ہو وہ غیر سب

پر محمول ہو اور اس میں اختلاف ہو کہ یہ سب وشتم ہے یا نہیں یا اس نے توبہ کر لی ہو اور لوٹ آیا ہو اور امام مالک کو یہ بادشاہ نے نہ بتایا ہو ورنہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ گستاخ رسول ﷺ کے قتل پر اجماع ہے۔

یعنی جب کسی عمل کے سب وتوہین ہونے میں اختلاف ہو جائے تو فرد کی تکفیر کرنا درست نہیں ہوگا۔ اسی لئے آپ نے مذکورہ مسئلہ کی تاویلات کرتے ہوئے ایک بات یہ بھی بیان کی کہ ہو سکتا ہے جو اس نے کہا ہو وہ سب وشتم کے علاوہ کسی اور بات پر محمول ہو یا اس کے سب وشتم ہونے میں اختلاف ہو کہ یہ سب ہے یا نہیں؟ اس سے یہ مزید واضح ہو گیا کہ وہ مسئلہ جس کے اصلاً کفر ہونے میں اختلاف ہو یا جس مسئلہ کے اصلاً کفر ہونے میں اتفاق ہو البتہ اس کے انطباق میں کسی فرد معین کے بارے میں اختلاف ہو تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جس نے اس کے کافر ہونے میں اختلاف کیا وہ بھی کافر ہے، البتہ جب کسی میں وجہ کفر کا پایا جانا قطعی طور پر معلوم وثابت ہو جائے اور اس کے کفر میں اختلاف نہ ہو تو پھر اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے جیسے ابولہب اور مرزا قادیانی۔

ہماری فقہ کی کتب میں اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں کہ ایک عمل کو بعض علماء توہین قرار دیتے ہوئے کفر قرار دیتے ہیں جبکہ اسی عمل کی تاویل کرتے ہوئے دیگر علماء اسے کفر قرار نہیں دیتے۔

1. اگر کسی نے نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کو اسم تصغیر کے ساتھ "شعیر" کہا تو بعض علماء کے نزدیک یہ توہین ہے اور قائل کافر ہو جائے گا جبکہ بعض علماء کے نزدیک یہ کفر نہیں۔ (خلاصۃ الفتاوی: ج:۴/ص:۳۸۴)، (الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۲۶)
2. اگر کسی شخص نے نبی کریم ﷺ کو "ذلك الرجل" کہا تو وہ تو بعض علماء کے نزدیک کافر ہو جائے گا جبکہ بعض کے نزدیک وہ کافر نہیں ہوگا۔

(الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۲۶)

3. اگر ایک شخص کے سامنے یہ کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ فلاں چیز پسند کرتے تھے تو اس نے کہا میں اسے پسند نہیں کرتا۔ وہ کافر ہو جائے گا۔ جبکہ متاخرین کے نزدیک وہ اس وقت کافر ہوگا جب اس نے یہ بات اہانت کی نیت سے کہی ہو ورنہ بخلاف متقدمین کے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ (الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۲۷)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اکبر کے بارے میں کہا تھا کہ لا ريب ان كثيرا من عباراته له تاويل الا كتاب الفصوص بلا شبہ ان کی بہت سی عبارات کی تاویلات ہیں سوائے فصوص الحکم کے یعنی اس میں موجود عبارات کی تاویل نہیں ہو سکتی۔

ایک اور مقام آپ نے کہا: ومن اردأ تواليفه كتاب "الفصوص" فان كان لا كفر فيه فما في الدنيا كفر ابن عربی کی کتابوں میں سے سب سے گھٹیا کتاب فصوص الحکم ہے اگر اس میں کفر نہیں ہے تو پھر دنیا میں کفر کسی چیز کو کہا جاتا ہے؟ اس کے باوجود حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں فرماتے ہیں:

قلت: ما نقل و نسب الى المشائخ رضى الله عنهم مما يخالف العلم الظاهر، فله محامل:

الاول: انا لا نسلم نسبته اليهم حتى يصح عنهم

الثاني: بعد الصحة يلتمس له تأويل يوافق، فان لم يوجد له تأويل قيل: لعل له تأويلا عند اهل العلم الباطن العارفين بالله تعالىٰ.

الثالث: صدور ذلك عنهم فى حال السكر و الغيبة و السكران سكرا مباحا غير مؤاخذ لأنه غير مكلف فى ذلك الحال. فسوء الظن بهم بعد هذه المخارج من عدم التوفيق۔ (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: ص:۵)

ترجمہ: میں یہ کہتا ہوں کہ مشائخ رحمہم اللہ کی طرف ان باتوں میں سے جو کچھ منسوب ہے جو علم ظاہر کے خلاف ہے تو اس کے محامل ہیں:

◆ ہم ان باتوں کی نسبت ان کی طرف تسلیم ہی نہیں کرتے یہاں کہ یہ ثابت نہ ہو جائے یہ صحیح ہے۔ ◆ جب ان کی صحت ثابت ہو جائے تو اس کی ایسی تاویل تلاش کی جائے گی جو موافق ہو۔ اگر اس کی کوئی تاویل نہ مل سکے تو کہا جائے گا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی تاویل اہل علم باطن اور اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے پاس موجود ہو۔ ◆ ممکن ہے کہ اس کا صدور ان سے حالت سکر اور حالت غیبت میں ہوا ہو۔ امر مباح سے سکر میں مبتلا ہونے والے کا مواخذہ نہیں کیا جاتا کیونکہ اس حالت میں وہ غیر مکلف ہوتا ہے۔ ان محامل کے بعد بھی ان سے سوء ظن رکھنا توفیق نہ ملنے کی وجہ سے ہے۔

بعض اوقات انسان کسی صاحب علم ونظر کی کسی بات کو سمجھ نہیں پاتا تو اسے چاہئے کہ اپنے عذر کو پہچان لے اور اس شعبہ میں اپنی علمی کم مائیگی کا احساس کرتے ہوئے سکوت اختیار کرلے۔ اگر شیخ ابن عربی نے اپنی کتب میں کوئی ایسی بات بیان کی ہے جو بعض علماء کے نزدیک متفقہ کفر ہے جبکہ دیگر علماء اسے متفقہ طور پر کفر نہیں سمجھتے تو ان کی تکفیر میں علماء کا اختلاف اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ان کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

جہاں ابن عربی کی تکفیر کرنے والے علماء میں اکابرین موجود ہیں وہاں ان کے چاہنے والوں میں کئی ایک علماء و صوفیاء بھی میں نظر آتے ہیں۔ اگر امام بقاعی (متوفی:۸۸۵ھ) اور ابن المقری (متوفی: ۸۳۷ھ) کی بات کو تسلیم کرلیا جائے تو نتیجتاً ہمیں ان تمام علمائے امت کو کافر ماننا پڑے گا جن کا ذکر ہم ان کی تکفیر نہ کرنے والوں میں کر چکے ہیں۔ جس کی جرأت بلاشبہ کوئی ذی شعور انسان نہیں کرسکتا۔ امام بقاعی اور ابن مقری کے اس فتویٰ کے باوجود ہر دور میں کئی ایک اکابرین ابن عربی کے ثناء خوان رہے

ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان دونوں حضرات علمائے کرام کا ابن عربی کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے تسلیم نہیں کیا گیا۔ ابن عربی کی ولایت کے قائل علماء کے اس عمل سے ایک بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ ان دونوں حضرات کے اس فتویٰ کا دوسرے مسلمانوں کو مکلف نہیں بنایا جاسکتا کہ وہ بھی ابن عربی کی تکفیر پر ایمان لائیں ورنہ بصورت دیگر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ یہاں ایک بات انتہائی قابل غور ہے کہ جن علماء نے شیخ ابن عربی کی تکفیر کی ہے اور ان کے رد پر کتب لکھی ہیں جب وہ اپنی کتابوں میں ان کے تلامذہ یا ان کے معتقدین کا ذکر کرتے ہیں تو انتہائی بہترین انداز سے ان کے مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کی تعریف کرتے ہیں۔ ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ اس کی مثالیں سابقہ اوراق میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

شیخ اکبر کی تکفیر دو درجن سے زائد علماء نے کی ہے جن میں اکابر علمائے امت بھی شامل ہیں، بلکہ ابن خیاط نے تو آپ کے حوالہ سے ایک استفتا بنا کر علماء کو ارسال کیا تا کہ آپ کے رد میں فتاویٰ کو جمع کیا جاسکے، اس کے باوجود اکابر و اصاغر میں ان کے مدح خوان کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مخالفین کا فتویٰ ان کی رائے تھا اسے نص قرآن کا درجہ دے کر کسی پر نہ تو مسلط کیا جاسکتا ہے اور نہ ان فتاویٰ تکفیریہ متعدیہ سے کسی کی تکفیر کی جاسکتی ہے۔

کسی بھی گستاخ، مرتد، زندیق اور توہین رسالت کرنے والے کے لئے نرمی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے تاہم اصول وضوابط اور مسلمہ علمائے امت کے طرز عمل کو ترک کرکے امت کو اسلام سے خارج کرنے کے لئے تکفیری مہم چلانا کسی طور پر مناسب نہیں۔ ہمارے یہاں مختلف حضرات وہی رویہ رکھتے ہیں جو اہل کتاب نے اپنے لئے اپنایا تھا۔ قرآن نے ان کے بارے میں کہا:

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۔

(البقرۃ ۲:۱۱۱)

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں کہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی ہوگا یا نصرانی۔

اس سے آگے اللہ نے فرمایا:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (البقرۃ ۲:۱۱۳)

ترجمہ: اور یہود کہتے ہیں کہ نصرانیوں کی بنیاد کسی شے پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودیوں کی بنیاد کسی شے پر نہیں، حالانکہ وہ (سب اللہ کی نازل کردہ) کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جن کے پاس علم ہی نہیں وہ بھی ان جیسی بات کرتے ہیں، پس اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن اس معاملے میں فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہتے ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ فرماتا ہے:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ (البقرۃ ۲:۱۳۵)

ترجمہ: اور کہتے ہیں یہودی یا نصرانی ہو جاؤ ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرما دیں کہ بلکہ ہم تو ابراہیم علیہ السلام کا دین اختیار کئے ہوئے ہیں جو ہر باطل سے جدا صرف اللہ کی طرف متوجہ تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

بالکل اسی طرح سے ہر شخص اپنے اور اپنے گروہ کے بارے میں یہی کہتا کہ ہمارے ساتھ ہو جاؤ ہدایت پا جاؤ گے ورنہ بصورت دیگر اسلام سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ اس کشتی میں اسلام اجنبی اور ایک خاص خول میں قید ہو کر رہ جاتا ہے نیز نبی کریم ﷺ کے فرمان "ما انا علیہ واصحابی" کو یکسر بھلا کر اسلام کا دائرہ اس قدر تنگ کر لیا گیا ہے کہ کسی کو اسلام کے دائرہ سے باہر کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی لوگ خود ہی اسلام سے باہر ہو جاتے

ہیں۔ فأین الاسلام؟

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ محترمہ اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاجزادی ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت ام رومان بنت عامر رضی اللہ عنہا تھا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ہجرت سے دو سال قبل ماہ شوال میں نکاح فرمایا جبکہ آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں شوال کے مہینہ میں ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے صرف ایک ہی کنواری خاتون سے نکاح فرمایا اور وہ آپ کی ذات گرامی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ آٹھ برس اور پانچ ماہ تک رہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ برس تھی۔ اپنی بہن کے صاجزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام پر آپ کی کنیت ام عبداللہ (رضی اللہ عنہا) مشہور ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۷ ہجری میں ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہا اعلم بالقرآن، فقیہ النفس اور عرب کے اشعار و نسب کو سب سے زیادہ جاننے والی تھیں۔ صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی وہ آپ کی بارگاہ میں ادب سے حاضر ہو جاتے اور آپ رضی اللہ عنہا انہیں اس کا حل پیش فرما دیتیں۔ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ کو آپ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے دیکھا ہے۔ حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ، جاننے والی اور بہترین رائے رکھنے والی تھیں۔ ہشام بن عروۃ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فقہ، طب اور اشعار کو جاننے والا نہیں دیکھا۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ اگر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور تمام خواتین کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے زیادہ افضل ہوگا۔

(خلاصہ: تذکرۃ الحفاظ والاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب)

احادیث مبارکہ:

1. رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یا عائش ھذا جبرئیل یقرئك السلام اے عائشہ! یہ جبریل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: و علیہ السلام و رحمة الله اور ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت ہو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: و ھو یری مالا اریکہ آپ ﷺ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔

(مشکوٰۃ المصابیح: رقم الحدیث: ۵۹۲۵)

2. حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے عرض کی کہ یا رسول الله ای الناس احب الیك؟ قال: عائشة. قلت من الرجال. قال: ابوها، آپ ﷺ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں نے پوچھا مردوں میں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے والد یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(الجامع الترمذی: ابواب المناقب: من فضل عائشة رضی اللہ عنہا)

3. حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: هذه زوجتك فی الدنیا و الاخرة یہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں۔

(الجامع الترمذی: ابواب المناقب: من فضل عائشة رضی اللہ عنہا)

واقعہ افک:

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول ﷺ کسی سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی

کرتے اور جس کے نام قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں جا رہے تھے آپ ﷺ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی، اس میں میرے نام قرعہ نکل آیا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوگئی۔ یہ حجاب نازل ہونے کے بعد کا واقعہ تھا، مجھے اپنے محمل میں سوار کیا جاتا اور جہاں ہم قیام کرتے وہاں مجھے محمل سے اتار لیا جاتا حتیٰ کہ جب رسول جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچے آپ ﷺ نے ایک رات کوچ کا اعلان کر دیا۔

جب کوچ کا اعلان ہوا تو میں اٹھ کر لشکر سے دور نکل گئی، قضائے حاجت کے بعد میں اپنے کجاوہ کی طرف آئی، میں نے اپنے سینے کی طرف ہاتھ لگایا تو یمن کی سیپیوں کا جو ہار میں پہنے ہوئی تھی وہ نہیں تھا۔ میں نے واپس لوٹ کر ہار تلاش کیا اور اس کو تلاش کرنے نے مجھے روک لیا اور وہ لوگ آئے جو میرا کجاوہ اٹھاتے تھے انہوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور اس کو اس اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی، ان کا گمان یہ تھا کہ میں اس کجاوے میں بیٹھی ہوئی ہوں، اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتیں تھیں گوشت سے بھرپور اور فربہ نہیں ہوتی تھیں، بہت کم کھانا کھاتی تھیں۔ اس لئے ان لوگوں نے جب کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھا تو اس کے وزن کی طرف توجہ نہیں دی، اور میں ویسے بھی کم سن لڑکی تھی، انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہوگئے لشکر روانہ ہونے کے بعد مجھے ہار مل گیا میں ان کے پڑاؤ پر آئی مگر وہاں پر کوئی پکارنے والا تھا نہ جواب دینے والا میں نے اپنی اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے تھی اور میرا گمان یہ تھا کہ لوگ جب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف لوٹیں گے جس وقت میں اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی تو مجھ پر نیند غالب آگئی اور میں سوگئی اور حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی اخیر شب میں لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ صبح اندھیرے منہ سے میری جگہ کے پاس پہنچے انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا جسم دیکھا تو وہ میرے پاس آئے انہوں نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا کیونکہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا انہوں نے مجھ کو پہچان کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور اس سے میں بیدار ہوگئی میں نے اپنے چہرے

پر اپنی چادر ڈال لی بہ خدا انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوا انا للہ وانا الیہ
راجعون کے میں نے ان کے منہ سے کوئی بات نہیں سنی۔ انہوں نے اونٹنی کو اس کے
اگلے پیروں پر بٹھایا اور میں اس اونٹنی پر سوار ہوگئی حتیٰ کہ لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کے بعد ہم اس
سے آکر مل گئے۔ لشکر والے ٹھیک دوپہر کے وقت پہنچے تھے۔ میرے اس واقعہ سے جس
شخص نے بھی ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا اور جس شخص نے سب سے بڑی تہمت لگائی وہ عبد
اللہ بن ابی بن سلول (لعنۃ اللہ علیہ) تھا، ہم مدینہ پہنچ گئے اور میں مدینہ پہنچنے کے بعد ایک
ماہ تک بیمار رہی ادھر لوگوں میں یہ تہمت لگانے والوں کا قول مشہور ہو رہا تھا اور مجھے ان باتوں
میں سے کسی کا بھی علم نہ تھا، البتہ مجھ کو یہ چیز شک میں ڈالتی تھی اور میرے درد میں اضافہ کرتی
تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا جو لطف و کرم پہلے میری بیماری میں ہوتا تھا اس کو اب میں محسوس نہیں
کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ آنے کے بعد صرف سلام کرتے، پھر فرماتے تمہارا حال کیا
ہے؟ اس سے مجھے شک پڑتا تھا مگر مجھے کسی خرابی کا علم نہ تھا۔ حتیٰ کہ میں کمزور ہونے کے بعد
ایک دن قضائے حاجت کے لئے باہر میدان میں گئی اور ہم قضائے حاجت کے لئے وہیں
جاتے تھے میرے ساتھ ام مسطح رضی اللہ عنہا تھیں۔ ہم لوگ رات کے وقت جاتے تھے۔ یہ ہمارے
گھروں میں بیت الخلاء بننے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ہمارا حال عرب کے پہلے لوگوں کی طرح
تھا ہمیں گھروں میں بیت الخلاء بنانے میں اذیت ہوتی تھی اور ہم اس سے اجتناب کرتے
تھے۔ میں اور ام مسطح گئیں، حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا ابورہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور
ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں، اور ان کا بیٹا مسطح بن
اثاثہ بن عباد بن مطلب تھا، سو میں اور ابورہم کی بیٹی (یعنی حضرت ام مسطح) اپنے گھر سے چل
پڑیں۔ جب ہم قضائے حاجت سے فارغ ہوئیں تو حضرت ام مسطح چادر میں الجھ کر گر گئیں
انہوں نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے میں نے کہا کہ تم نے بری بات کہی تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی
ہو جو بدر میں حاضر ہوا تھا۔ انہوں نے کہا اے خاتون! کیا تم کو اس کے قول کا علم نہیں
ہے؟ میں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟ پھر انہوں نے تہمت لگانے والوں کی تہمت سے

باخبر کیا، یہ سن کر میری بیماری میں اور اضافہ ہوگیا، جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ تشریف
لے آئے آپ نے سلام کیا اور پھر فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ کیا آپ مجھے یہ
اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جاؤں؟ میرا یہ ارادہ تھا کہ میں اپنے ماں
باپ سے اس خبر کی تحقیق کروں مجھے رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی میں اپنے
والدین کے پاس آگئی، میں نے کہا اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں بنا رہے ہیں؟ انہوں
نے کہا اے بیٹی! اپنے اعصاب کو پرسکون رکھو بہ خدا ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے
شوہر کے نزدیک بہت خوبصورت ہو اور وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں
اور وہ اس کے خلاف کوئی بات نہ بنائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا سبحان
اللہ! کیا واقعی لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ساری رات
روتی رہی اور صبح کو بھی میرے آنسو نہ رکے، اور نہ میں نے نیند کو سرمہ بنایا، میں صبح کو رو رہی تھی
ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا
آپ ﷺ نے ان سے اپنی اہلیہ کو علیحدہ کرنے کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتے تھے، اس
وقت وحی نازل نہیں ہوئی تھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے تو رسول اللہ ﷺ کو وہی مشورہ
دیا جس کا رسول اللہ کو یقین تھا کہ آپ ﷺ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں کیونکہ اس کو رسول
اللہ ﷺ کی محبت کا علم تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ ﷺ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان
کے متعلق صرف پارسائی کا یقین ہے البتہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے
آپ ﷺ پر کوئی تنگی نہیں کی اور ان کے سوا اور بھی بہت عورتیں ہیں، اور (اس کی) باندی
سے سوال کیجئے وہ آپ ﷺ سے سچی بات کہیں گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر رسول
اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور فرمایا: کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے
تم کو عائشہ کے متعلق کوئی شک ہو، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے
آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے علم کے مطابق اگر کوئی چیز ان میں باعث عیب ہے
تو وہ یہ کہ وہ کم سن لڑکی ہیں اپنے گھر کا آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر وہ آٹا کھا

جاتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور عبداللہ بن ابی سلول سے جواب طلب کیا رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اس شخص کی طرف سے مجھے کون جواب دے گا جس کی طرف سے مجھے اپنے اہل خانہ کے معاملہ میں اذیت پہنچی ہے، بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور جس مرد کا انہوں نے ذکر کیا ہے مجھے اس کے متعلق بھی پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں وہ جب بھی میرے گھر گیا میرے ساتھ گیا۔ حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں آپ کو اس شخص کی طرف سے جواب دیتا ہوں، اگر وہ شخص اوس میں سے ہو تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج میں سے ہو تو آپ ﷺ اس کے متعلق حکم دیں ہم آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے وہ خزرج کے سردار تھے اور نیک شخص تھے لیکن قبائلی تعصب نے ان کو بھڑکا دیا انہوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم تم اس کو قتل کرو گے نہ کر سکو گے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم نے جھوٹ بولا بہ خدا ہم اس کو ضرور قتل کریں گے، تم خود بھی منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو۔ پھر اوس اور خزرج دونوں قبیلے جوش میں آگئے اور ایک دوسرے سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے، درآں حالیکہ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سارا دن روتی رہی میرے آنسو رکے نہ میں نے نیند کو سرمہ بنایا اور میرے والدین یہ گمان کرتے رہے تھے کہ اس قدر رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا پھر جس وقت میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے ایک انصاری خاتون نے آنے کی اجازت مانگی میں نے اس کو اجازت دے دی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی۔ ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ

گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میرے متعلق یہ باتیں بنائی گئی تھیں آپ ﷺ میرے پاس بیٹھے نہیں تھے اور ایک ماہ سے میرے متعلق آپ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی تھی، پھر رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا: اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر فرما دے گا اور اگر (بالفرض) تم اس گناہ میں ملوث ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور پھر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات ختم کر لی تو میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ مجھے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوا میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں کا جواب دیجئے۔ انہوں نے کہا بخدا مجھے پتا نہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں میں نے اپنی والدہ سے کہا آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں کا جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی کہا بخدا مجھے پتا نہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں ایک کم سن لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی بہ خدا مجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں نے اس تہمت کو سن لیا ہے اور یہ تم لوگوں کے دل میں جم گئی ہے اور تم نے اس کی تصدیق کر دی ہے اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بری ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں اپنے گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے میں اس گناہ سے بری ہوں تو تم میری تصدیق کرو گے اور بے شک بہ خدا میں اپنے اور تمہارے درمیان صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال پاتی ہوں جنہوں نے کہا تھا کہ میں صبر جمیل کرتا ہوں اور تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کے مقابل میں نے اللہ ہی سے مدد طلب کی ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں جا کر لیٹ گئی اور بہ خدا مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت کو ظاہر کر دے گا، اور بہ خدا یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق قرآن مجید میں وحی نازل فرمائے گا۔ اور میں اپنی حیثیت اس سے کم سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسا کلام نازل

فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ لیکن مجھے یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کو نیند میں
کوئی ایسا خواب دکھا دے گا جس میں اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمائے گا۔ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بہ خدا ابھی رسول اللہ ﷺ اپنی مجلس سے اٹھے ہی تھے نہ اٹھنے کا قصد
کیا تھا اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ پر
وحی نازل فرمائی اور نبی ﷺ پر نزول وحی کے وقت جو شدت طاری ہوتی تھی وہ طاری ہوگئی
حتیٰ کہ اس انتہائی سرد دن میں بھی آپ ﷺ سے پسینہ (مبارک) کے قطرات موتیوں کی
طرح ٹپکنے لگے جب رسول اللہ ﷺ سے وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے اور
آپ ﷺ نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی کہ: اے عائشہ! تم کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے
تمہاری برأت ظاہر کر دی۔ (صحیح مسلم: کتاب التوبۃ: باب فی حدیث الافک وقبول توبۃ القاذف)

مذکورہ بالا واقعہ کو "واقعہ افک" کہا جاتا ہے۔ افک سے مراد بہتان تراشی کی انتہا
ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے (نعوذ باللہ) جب تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے
آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں وحی کا نزول فرمایا۔ بعض سادہ لوح اہل ایمان بھی منافقین کے اس
جھوٹے پروپیگنڈے کی زد میں آگئے تھے جس کی وجہ سے نزول وحی کے بعد ان پر حد قذف
جاری کی گئی۔ نبی کریم ﷺ کو نزول وحی سے قبل اپنی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی عصمت کا علم تھا
جس پر آپ ﷺ کے کلمات مبارک فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا و قد
ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا "بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق پاکیزگی کے
سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور جس مرد کا انہوں نے ذکر کیا ہے مجھے اس کے متعلق بھی
پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں" خاص طور پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ کو اس
امر میں ذرا تردد بھی ہوتا تو آپ ﷺ کبھی بھی اپنی زوجہ محترمہ کی پاکیزگی پر حلف نہ اٹھاتے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے علم ہونے کے باوجود
اس مسئلہ سے متعلق سوالات کیوں فرمائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ سوالات
اس وجہ سے فرمائے تاکہ معترضین کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ جب آپ کے اپنے اہل وعیال

پر تہمت لگائی گئی تو آپ ﷺ نے اس کی تحقیق نہیں فرمائی اور قریبی احباب سے آپ ﷺ
نے سوالات اس لئے فرمائے تاکہ آپ رضی اللہ عنہا کی عصمت اور کردار کے بے داغ ہونے کو
ظاہر فرما دیا جائے۔ جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کلام کا تعلق ہے "تم لوگوں نے
اس کی تصدیق بھی کر دی ہے" تو اس کا مخاطب نبی مکرم ﷺ کی ذات گرامی نہیں بلکہ وہ
سادہ لوح مسلمان ہیں جو منافقین کی باتوں میں آ کر اس گناہ میں ملوث ہو گئے تھے۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی ان آیات
مقدسات کا نزول فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا
لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ
الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا
إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا
وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ
فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾
وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ
بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ
وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ۖ وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ
قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ
عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم
مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾
إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا

تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾ (النور ۲۴: ۱۱ تا ۲۰)

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان لگایا تھا (وہ بھی) تم ہی میں سے ایک جماعت تھی تم اس (بہتان کے واقعہ) کو اپنے حق میں برا مت سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر (ہو گیا) ہے ان میں سے ہر ایک کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے زبردست عذاب ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے بارے میں نیک گمان کر لیتے اور (یہ) کہہ دیتے کہ یہ کھلا (جھوٹ پر مبنی) بہتان ہے۔ یہ (افتراء پرور لوگ) اس (طوفان) پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پھر جب وہ گواہ نہیں لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس (تہمت کے) چرچے میں تم پڑ گئے ہو اس پر تمہیں زبردست عذاب پہنچتا۔ جب تم اس (بات) کو (ایک دوسرے سے سن کر) اپنی زبانوں پر لاتے رہے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے رہے جس کا (خود) تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا اور اس (چرچے) کو معمولی بات خیال کر رہے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے حضور بہت بڑی (جسارت ہو رہی) تھی۔ اور جب تم نے یہ (بہتان) سنا تھا تو تم نے (اسی وقت) یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے یہ (جائز ہی) نہیں کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں (بلکہ تم یہ کہتے کہ اے اللہ!) تو پاک ہے (اس بات سے کہ ایسی عورت کو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ بنا دے) یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تم کو نصیحت فرماتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسی بات (عمر بھر) نہ کرنا اگر تم اہلِ ایمان ہو۔ اور اللہ تمہارے لئے آیتوں کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ بیشک جو لوگ اس

بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ (ایسے لوگوں کے عزائم کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو (تم بھی پہلی امتوں کی طرح برباد کر دیئے جاتے) مگر اللہ بڑا شفیق بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و انما وصف الله تعالیٰ ذلك الكذب بكونه افكا لأن المعروف من حال عائشة خلاف ذلك لوجوه. أحدها: أن كونها زوجة للرسول صلى الله عليه واله و سلم المعصوم يمنع من ذلك لأن الأنبياء مبعوثون الى الكفار ليدعوهم و يستعطفوهم فوجب أن لا يكون معهم ما ينفرهم عنهم و كون الانسان بحيث تكون زوجته مسافحة من اعظم المنفرات. فان قيل كيف جاز ان تكون امرأة النبي كافرة كامرأة نوح ولوط ولم يجز أن تكون فاجرة و أيضا فلولم يجز ذلك لكان الرسول ﷺ أعرف الناس بامتناعه و لو عرف ذلك لما ضاق قلبه و لما سأل عاشة عن كيفية الواقعة.

قلنا (الجواب) عن الاول ان الكفر ليس من المنفرات أما كونها فاجرة فمن المنفرات (الجواب) عن الثاني أنه عليه السلام كثيرا ما كان يضيق قلبه من أقوال الكفار مع علمه لفساد تلك الأقوال. قال تعالیٰ: و لقد نعلم أنك يضيق صدرك بما يقولون. فكان هذا من هذا

الباب (التفسیر الکبیر: ج: ۱۲/ص: ۱۷۴)

ترجمہ: خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹ کو افک اس لئے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حال کئی وجوہ سے اس بہتان کے خلاف پر دلالت کرتا ہے:
ان میں سے ایک آپ رضی اللہ عنہا کا معصوم رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہونا ہے جو اس بات کو منع کرتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا سے اس عمل قبیح کا صدور ہو، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کفار کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے تاکہ وہ انہیں دعوت دیں اور ان سے جھکاؤ کو طلب کریں۔ اس لئے واجب ہے کہ ان کے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ ہو جو ان سے لوگوں کو متنفر کردے اور انسان کی بیوی کا بدکردار ہونا سب سے زیادہ لوگوں کو نفرت دلانے والا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی کی بیوی کا کافر ہونا تو ممکن ہو جیسے حضرت نوح ولوط علیہما السلام کی بیویاں اور نبی کی بیوی کا بدکردار ہونا جائز نہ ہو؟ دوسری بات یہ کہ اگر نبی کی بیوی کا بدکردار ہونا ممکن نہیں تو چاہیئے تو یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اس بات کو سب سے زیادہ جاننے والے ہونے کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعہ کی کیفیت کے بارے میں سوال نہیں فرماتے اور نہ ہی آپ ﷺ کا سینہ مبارک اس سے تنگی محسوس کرتا؟

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کافر ہونا ان چیزوں میں سے نہیں ہے جو نفرت دلائیں (جیسے بدصورت یا سیرت ہونا) اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا قلب اطہر اکثر کفار کی باتوں کی وجہ سے تنگی محسوس کرتا تھا جبکہ نبی کریم ﷺ ان باتوں کے فاسد ہونے کو بخوبی جانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولقد نعلم أنك يضيق صدرك بما يقولون، اور بے شک ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک ان کی باتوں سے تنگی محسوس کرتا ہے۔ پس آپ ﷺ کا اس بابت تنگی کو محسوس فرمانا

اسی طور پر ہے۔

امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہن اجمعین پر اور بالخصوص حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا اور ان کی عصمت و پاکیزگی میں شک کرنے والا ملعون، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور دنیا و آخرت کی خیر سے محروم ہے۔ تمام مجتہدین، مفسرین، محدثین، فقہاء اور اہل علم کا اتفاق ہے کہ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات میں کیونکہ قرآن مجید کی آیات مقدسات نازل ہوئی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہا کی عصمت قطعی طور پر ثابت ہے اسی لئے ان آیات کے نزول کے بعد آپ کی پاکدامنی پر شک کرنے والا اور آپ پر تہمت لگانے والا بالاتفاق کافر ہے جبکہ دیگر ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والا کافر نہیں ہوگا کیونکہ اگر ازواج مطہرات پر مطلقاً تہمت باندھنا کفر ہوتا تو سورہ نور کی آیات مقدسات کے نزول سے قبل جن لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی نبی کریم ﷺ ان کو حد قذف لگانے کے بجائے ازواج مطہرات پر تہمت لگانے پر مرتد ہونے کی وجہ قتل فرمادیتے جبکہ ایسا نہیں ہوا اور آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی منافق لعنۃ اللہ علیہ اور اس کے جھوٹی تشہیر سے متاثر ہونے والے سادہ لوح صحابہ حضرت حسان بن ثابت، حضرت حمنہ بنت جحش، حضرت مسطح رضی اللہ عنہم پر حد قذف کو جاری فرمایا۔ یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ازواج مطہرات پر مطلقاً تہمت لگانا کفر نہیں البتہ آپ رضی اللہ عنہا پر نعوذ باللہ تہمت باندھنے والا ملعون، خبیث، انتہائی شقی اور ذلیل ترین ہے۔ اگر کسی ملعون نے یہ عمل نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ کی اہانت کے طور پر کیا تو اس کے کافر ہونے اور واجب القتل ہونے میں کوئی شک نہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وخبر صحيح مشهور أغنى اشتهاره عن ذكره

(تفسیر القرطبی: ج: ۱۲/ص: ۱۹۷)

ترجمہ: اور یہ خبر صحیح ومشہور ہے۔ اس کے مشہور ہونے نے اس کو ذکر کیے جانے

سے مستغنی کر دیا ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و أجمع المسلمون علی ان المراد ما افك به علی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها (التفسیر الکبیر: ج:۱۲/ص:۱۷۳)

ترجمہ: اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جن پر تہمت لگائی وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا شك فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها (ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۷۸)

ترجمہ: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

و لو قذف عائشة رضی الله عنها بالزنی کفر بالله و لو قذف سائر نسوة النبی ﷺ لا یکفر و تستحق اللعنة

(الفتاوی الھندیة: ج:۲/ص:۲۶۴)

ترجمہ: اگر کسی نے حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا پر (نعوذ باللہ) زنا کی تہمت لگائی تو اس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور اگر اس نے نبی کریم ﷺ کی باقی دیگر ازواج پر تہمت لگائی تو کافر نہیں ہوگا البتہ وہ لعنت کا مستحق ہے۔

حضرت امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اعلم أن عائشة الصدیقة بنت الصدیق رضی الله عنهما بعد خدیجة الکبریٰ رضی الله عنها أفضل نساء العالمین و هی أم المؤمنین مطهرة من الفواحش بریة عما قالت الروافض فمن ذکرها بفاحشة فهو ولد الزنا

(شرح بدء الامالی ص:۳۰۱)

ترجمہ: جان لو کہ حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد تمام عالمین کی عورتوں سے افضل ہیں اور آپ رضی اللہ عنہا تمام مومنین کی ماں ہیں، تمام فحش معاملات سے پاک ہیں، روافض جو آپ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہتے ہیں آپ رضی اللہ عنہا اس سے بری ہیں۔ پس جس کسی نے آپ رضی اللہ عنہا پر (نعوذ باللہ) زنا کی تہمت لگائی وہ حرام کی اولاد ہے۔

امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و ما وقع بینهم من المنازعات و المحاربات فله محامل و تاویلات فسبهم و الطعن فیهم ان کان مم یخالف الادلة القطعیة فکفر کقذف عائشة رضی الله تعالیٰ عنها و الا فبدعة و فسق (شرح العقائد النسفیة: ص:۱۶۲۔۱۶۳)

ترجمہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین جو کچھ لڑائیاں یا جنگیں ہوئی ہیں ان کی تاویلات ہیں اور محامل ہیں پس صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینا یا ان کے لئے زبان طعن دراز کرنا اگر اس طور پر ہو کہ دلائل قطعیہ کی مخالفت ہو تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر (نعوذ باللہ) تہمت لگانا ورنہ یہ بدعت اور فسق ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نقل کرتے ہیں:

فقال القاضی ابو یعلیٰ: من قذف عائشة (رضی الله تعالیٰ عنها) بما برأها الله منه کفر بلا خلاف (الصارم المسلول: ۳۹۱)

قاضی ابو یعلیٰ فرماتے ہیں: جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس بارے میں تہمت لگائی جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت کا اعلان فرما دیا ہے تو بغیر کسی اختلاف کے کافر ہے۔

حضرت امام قرطبی فرماتے ہیں:

فا ن أهل الافك رموا عائشة المطهرة رضى الله تعالىٰ عنها بالفاحشة فبرأها الله تعالىٰ فكل من سبها بما برأها الله منه مكذب لله و من كذب الله فهو كافر و هذا طريق قول مالك و هى سبيل لائحة لأهل البصائر ولو ان رجلا سب عائشة رضى الله تعالىٰ عنها بغير ما برأها الله منه لكان جزاؤه الأدب (تفسیر القرطبی: ج:۱۲/ص:۲۰۶)

ترجمہ: بے شک اہل افک نے حضرت عائشہ مطہرہ رضی اللہ عنہا پر (نعوذ باللہ) زنا کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اس سے بری فرما دیا۔ پس ہر وہ شخص جس نے آپ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم اس بات کے ساتھ کیا جس سے آپ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بری فرما دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی وہ کافر ہے اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول کا طریقہ ہے اور یہی اہل بصائر کا راستہ ہے اور اگر کسی شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس تہمت کے علاوہ سب وشتم کیا جس سے آپ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بری فرمایا ہے تو اس کی سزا تادیب ہے۔

خلاصہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت قطعی طور پر ثابت ہے اور اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اسی لئے اگر کسی نے آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی یا آپ رضی اللہ عنہا کی عصمت، پاکیزگی و پاکدامنی میں شک کیا تو وہ ملعون وخبیث شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، تاہم اگر کسی نے آپ رضی اللہ عنہا پر کسی ایسی بات کے ساتھ سب وشتم کیا جس بارے میں آپ رضی اللہ عنہا کی برأت قطعی طور پر ثابت نہیں تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اسی طرح اگر کسی اور زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، تاہم اس کے ملعون ہونے میں کوئی شک نہیں۔

توہین صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت وہ مبارک جماعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کے لئے منتخب فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت بابرکت کے فیض کی وجہ سے انہیں اللہ رب العزت نے وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ جس کسی شخص کو حالت ایمان میں ایک لحہ بھی آپ ﷺ کی صحبت بابرکت اختیار کرنے کا شرف ملا اور ایمان پر ہی اس کا انتقال ہوا تو قیامت تک آنے والے اغواث، اقطاب، ابدال و اوتاد، ابرار و صالحین اس کے قدموں کی خاک کو بھی نہیں پا سکتے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا:

يا ابا عبد الرحمن أيما أفضل معاوية أو عمر بن عبد العزيز؟ فقال و الله ان الغبار الذى دخل فى أنف فرس معاوية مع رسول الله صلى الله عليه واله وسلم أفضل من عمر بألف مرة. صلى معاوية خلف رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ سمع الله لمن حمده فقال معاوية ربنا لك الحمد فما بعد هذا الشرف الأعظم (تطہیر الجنان واللسان: ص:۱۰-۱۱)

ترجمہ: اے ابو عبد الرحمٰن! حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما میں سے افضل کون ہے؟ حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم نبی مکرم ﷺ کے ساتھ جو غبار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے ہزار گنا بہتر ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز ادا فرمائی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے رب تیرے ہی لئے تمام تعریفیں

ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور بڑا شرف کیا ہو سکتا ہے؟

صحابی کی تعریف:

لفظ صحابی کا اطلاق اصلاً ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو کسی بھی شخص کی صحبت کو اختیار کرے چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ البتہ عرف شرع میں اس لفظ کا اطلاق اس فرد پر ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوا ہو۔

صحابی کی تعریف کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و هو من لقي النبي عليه الصلاة و السلام مؤمنا به و مات على الاسلام (نخبۃ الفکر: ص:۵۷۵۔۵۷۶)

ترجمہ: صحابی ہر وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور اس کا انتقال بھی اسلام پر ہوا ہو۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دخل فيه من راه و امن به من الجن لأنه عليه الصلاة و السلام بعث اليهم قطعا و هم مكلفون و فيهم العصاة و الطائعون (فتح المغیث: ج:۴/ص:۸۰)

ترجمہ: صحابی کی تعریف میں وہ جن بھی داخل ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ہو اور آپ ﷺ پر ایمان لائے ہوں کیونکہ آپ ﷺ کا ان کی طرف مبعوث ہونا قطعی ہے اور وہ مکلف بھی ہیں ان میں گناہ گار بھی ہوتے ہیں اور طاعت گزار بھی۔

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے بارے میں فرماتے ہیں:

و المراد باللقاء ما هو أعم من المجالسة و المماشاة و وصول أحدهما الى الاخر و ان لم يكالمه و يدخل فيه

رؤية أحدهما الاخر سواء كان ذلك بنفسه أو بغيره

(شرح نخبۃ الفکر: ص:۵۷۷)

ترجمہ: ملاقات سے مراد وہ ہے جو ایک ساتھ بیٹھنے، ساتھ چلنے اور ایک کے دوسرے تک پہنچنے سے زیادہ عام ہے اگرچہ آپس میں کلام نہ ہوا ہو۔ اس میں ایک کا دوسرے کو دیکھنا بھی داخل ہے چاہے وہ اپنے طور پر ہو یا کسی غیر کے ذریعے ہو۔

اس کے بارے میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال التلميذ: قوله: بغيره أي بأن يكون صغيرا فيحمل الى النبي صلى الله عليه و اله وسلم (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص:۵۷۸)

ترجمہ: یہ طالب علم کہتا ہے کہ آپ کا "بغیرہ" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچہ ہو اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اسے اٹھا کر لے جایا گیا ہو۔

حضرت مفتی عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی کی تعریف کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1. صحابی سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور اس کا انتقال بھی اسلام پر ہوا ہو۔ سب سے مناسب تعریف یہی ہے کہ اس طرح حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو کہ بصارت سے محروم تھے، بھی صحابہ کے زمرہ میں شمار کیے جائیں گے۔ ان کا صحابی ہونا متفق علیہ ہے۔
2. اس ملاقات کا اعتبار نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد کیا جائے گا۔
3. کافر و منافق کی مجالست و ملاقات کا اعتبار نہیں۔
4. اس تعریف میں وہ جنات بھی داخل ہیں جنہوں نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ کی صحبت سے استفادہ کیا۔ اس وجہ سے ہر وہ شخص جس نے کسی صحابی جن رضی اللہ عنہ کی صحبت کو اختیار کیا وہ تابعی قرار پائے گا۔

⑤ ملائکہ صحابہ میں شمار نہیں کئے جاتے۔

⑥ نبی کریم ﷺ سے ملاقات یا آپ ﷺ کے دیدار سے مراد کسی شخص کا اپنی دنیوی زندگی میں آپ ﷺ کی زیارت کرنا ہے۔اس وجہ سے وہ تمام انبیاء کرام جنہوں نے اپنے وصال کے بعد بموقع معراج نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، صحابہ میں شمار نہیں کئے جائیں گے البتہ حضرت عیسیٰ و ادریس علیہما السلام کو صحابہ میں شمار کیا جائے گا کیونکہ ان دونوں انبیاء کرام علیہما السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا تھا۔اگر حضرت خضر والیاس علیہما السلام کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو تو وہ بھی صحابہ کے گروہ میں شمار کئے جائیں گے۔اسی لئے اگر یہ علمی پہیلی پوچھی جائے کہ وہ کون سے صحابی ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بالاتفاق افضل ہیں؟ تو اس کے جواب میں ان چاروں انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کا نام لیا جاسکتا ہے۔

⑦ نبی کریم ﷺ کو آپ ﷺ کے عہد مبارک میں حیات ظاہری میں دیکھنا صحابیت کے ثبوت کے لئے ضروری ہے۔اگر کسی نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو خواب میں دیکھا یا آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے جسد مبارک کو دیکھا تو صحابہ میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

⑧ صحابی کی اس تعریف میں مرد وعورت، آزاد وغلام، بالغ ونابالغ، بینا ونابینا سب شامل ہیں۔

⑨ ملاقات کی قید لگانے کی وجہ سے مخضرمی زمرہ صحابہ سے خارج ہیں۔اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا عہد مبارک پایا مگر آپ ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے جیسے حضرت اویس قرنی اور حضرت اصحمہ (نجاشی) شاہ حبشہ رضی اللہ عنہما، اسی طرح وہ حضرات جنہوں نے بعثت یا اسلام قبول کرنے سے قبل نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور بعثت کے بعد یا اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کے عہد مبارک میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے وہ بھی صحابی نہیں ہیں۔

⑩ صحابی ہونے کے دعویٰ کو دو شرائط کے ساتھ مطلقاً قبول کیا جائے گا:

ا۔ اس دعویٰ سے قبل اس کا عادل ہونا اور مقبول القول ہونا لازمی ہے۔

ب۔ اس کا دعویٰ ایسا نہ ہو جس کو ہر سلیم العقل انسان رد کرتا ہو اور ظاہر اس کو جھوٹ قرار دیتا ہو۔

پس اگر کسی شخص نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی ملاقات کا دعویٰ کیا تو وہ کذاب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا وصال ۱۰ھ میں ہوا تاہم اس بات کا امکان ہے نبی کریم ﷺ کسی امتی پر فضل فرمائیں اور اسے اپنی زیارت سے بعد وصال جسد مبارک کے ساتھ مشرف فرمائیں تاہم اس صورت میں بھی وہ صحابی نہیں کہلائے گا کیونکہ اس کا یہ زیارت کرنا نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک کے بعد ہے۔

جیسا کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں "رتن ہندی" کے بارے میں فرمایا:

رتن الهندى و ماأدراك ما رتن الهندى،شيخ دجال بلا ريب ،ظهر بعد ستمائة ،فادعى الصحبة والصحابة لا يكذبون

ترجمہ: رتن ہندی ،اور تم کیا جانو کہ یہ رتن ہندی کیا ہے؟ بلا شک وشبہ یہ دجال ہے، چھٹی صدی ہجری کے بعد یہ ظاہر ہوا اور صحابی ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جھوٹ نہیں بولتے۔

حضرت مفتی عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی "نظم الدرر فی سلک شق القمر" میں فرماتے ہیں کہ رتن ہندی معمر نے کہا کہ میں نے ایک سردرات دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا اس کا ایک حصہ مشرق میں جبکہ دوسرا مغرب میں چلا گیا۔کچھ دیر کے لئے اندھیرا ہوگیا پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں حصے مل گئے۔مجھے بہت تعجب ہوا میں نے ایک جانب سے آنے والے سواروں سے اس بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ مکہ میں ایک ہاشمی شخص ظاہر ہوا ہے اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔انہوں نے اپنی قوم کے طلب کرنے پر یہ معجزہ دکھایا ہے۔اس

کے بعد سے مجھے آپ ﷺ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور میں مکہ حاضر ہو کر آپ کی صحبت سے مشرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے طویل عمر عطا کی ہے میری عمر آج چھ سو (۶۰۰) برس ہے۔

اس ملعون کو علماء نے کذاب و دجال کہا ہے، کیونکہ تمام علماء کا اتفاق ہے تمام صحابہ میں انتقال فرمانے والے سب سے آخری صحابی حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد میں بھی اس کا ثبوت ہے جو آپ ﷺ نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ سو سال کے بعد تم میں سے کوئی روئے زمین پر موجود نہیں ہوگا۔ (البخاری: کتاب العلم فی باب السمر فی العلم) اس صورت میں یہ کیسے صحابی ہو سکتا ہے۔ (ظفر الامانی: ص: ۴۹۴ تا ۵۰۴ ملخصاً)

یہ دراصل کفار کا وہی حربہ تھا جو عیسائیت کو مسخ کرنے کے لیے یہودیوں نے سینٹ پال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی کے بعد آپ کا حواری و صحابی بنا کر استعمال کیا تھا تاہم بحمد اللہ تعالیٰ اسلام ان کے اس بد ارادہ سے محفوظ و مامون رہا۔ اللہ تعالیٰ علمائے ربانیین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ امین

قرآن حکیم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں فضیلت صحابہ

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کو بیان فرمایا ہے۔ تمام صحابہ میں صرف ایک صحابی ہیں جن کا نام مبارک قرآن حکیم میں سورۃ الاحزاب ۳۳: ۳۷ میں ذکر ہوا اور وہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ

شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح ۴۸: ۲۹)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں۔ ان کے (یہی) اوصاف انجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ ہمارے محبوب مکرم ﷺ کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ ان کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان خیر کم قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (مسلم: کتاب فضائل الصحابة، رقم الحدیث ۶۳۵۲)

ترجمہ: تم میں بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سأل رجل النبی ﷺ ای الناس خیر قال: القرن الذی أنا فیہ ثم الثانی ثم الثالث (مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، رقم الحدیث ۶۳۵۵)

ترجمہ: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے بہترین لوگ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس زمانہ میں، میں ہوں، پھر دوسرے زمانہ کے، پھر تیسرے زمانہ کے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لا تمس النار من رانی اور ای من رانی

(جامع الترمذی: ج:۲/ص:۷۰۵)

ترجمہ: اس شخص کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے میری زیارت کی یا اس کی زیارت کی جس نے میری زیارت کی۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ما من احد من اصحابی یموت بارض الا بعث قائدا و نورا لھم یوم القیامۃ (جامع الترمذی: ج:۲/ص:۷۰۵)

ترجمہ: میرا کوئی بھی صحابی کسی سرزمین پر وفات نہیں پاتا مگر یہ کہ قیامت کے دن وہ ان کا قائد بن کر اٹھے گا اور ان کے لئے نور ہوگا۔

توہین صحابہ کا حرام ہونا:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو ھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ و من اذی اللہ

یوشك ان یاخذہ (جامع الترمذی: ج:۲/ص:۷۰۶)

ترجمہ: اللہ! اللہ! میرے صحابہ کے بارے میں ڈرو، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنا لینا، جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں تکلیف دی تو اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اس کی گرفت فرمائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم (جامع الترمذی: ج:۲/ص:۷۰۶)

ترجمہ: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہہ رہے ہیں تو کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لا تسبو ااصحابی لا تسبوا اصحابی فوا الذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما ادرك مد احدھم ولا نصیفہ (مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، رقم الحدیث: ۶۳۶۴)

ترجمہ: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خیرات دے تو وہ صحابہ کے دیئے ہوئے ایک مد (ایک کلوگرام) بلکہ نصف مد کے برابر بھی نہیں ہے۔

ان تمام احادیث وغیرہ کے علاوہ کئی ایک آیات مقدسہ اور احادیث شریفہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدر و منزلت اور بلند درجہ پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جو شخص

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی (نعوذ باللہ) تکفیر کرتا ہے یا انہیں گالیاں دیتا ہے، وہ انتہائی خبیث اور مستحق لعنت ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنا موجب کفر نہیں ہے اور نہ ہی اس وجہ سے ساب وشاتم کو قتل کیا جائے گا کیونکہ کسی مسلمان کو گالی دینا اور برا بھلا کہنا کفر اور مبیح الدم نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

سباب المسلم فسوق

(صحیح مسلم: باب: بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق)

مسلمان کو گالی دینا فسق وفجور ہے۔

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا موسیٰ بن اسماعیل نا حماد عن یونس عن حمید بن هلال عن النبی ﷺ ح و نا هارون بن عبد الله و نصیر بن الفرج قالا نا ابو اسامة عن یزید بن زریع عن یونس بن عبید عن حمید ابن هلال عن عبد الله بن مطرف عن ابی برزة قال: كنت عند ابی بكر فتغيظ علی رجل فاشتد عليه فقلت: تاذن لی يا خليفة رسول الله ﷺ اضرب عنقه قال: فاذهبت كلمتی غضبه فقام فدخل فارسل الی فقال: ما الذی قلت انفا؟ قلت: ائذن لی اضرب عنقه قال: أكنت فاعلا لو امرتك قلت: نعم، قال: لا والله ما كانت لبشر بعد محمد عليه الصلاة و السلام

(سنن ابی داود: باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۴۳۶۳)

ترجمہ: حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص پر آپ رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر سختی کی۔ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ

آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری بات سن کر آپ رضی اللہ عنہ کا غصہ ختم ہو گیا۔ آپ کھڑے ہوئے اور ایک جگہ تشریف لے گئے اور مجھے بلا کر پوچھا: تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کی میں نے یہ کہا تھا کہ آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن کاٹ دوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اگر میں تجھے حکم دے دیتا تو تو ایسا کر دیتا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی انسان کی خاطر ایسا کرنا جائز نہیں۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر صحابی کی توہین کرنا یا اسے گالی دینا کفر و ارتداد ہوتا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی ذات کو گالی دینے والے کی تکفیر کرتے اور اسے قتل کر دینے کا حکم دے دیتے۔ اسی طرح واقعہ افک کے بارے میں مروی حدیث میں اس کا ذکر ہے کہ حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جو کہ بدری صحابی تھے تاہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تکفیر کرنے کے بجائے ان کی مذمت کی۔

امام مسلم حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں:

فقالت: تعس مسطح، فقلت لها: بئس ما قلت أتسبين رجلا قد شهد بدرا (صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۶۸۹۲)

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ام مسطح رضی اللہ عنہا نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے، میں نے اس سے کہا تم نے بہت بری بات کہی ہے تم ایسے شخص کو برا کہتی ہو جو بدر میں حاضر ہوا تھا۔

ایک اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دی لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا:

نزل ملك من السماء يكذبه (سنن ابی داؤد: کتاب الادب: باب فی الانتصار)

ترجمہ: آسمان سے ایک فرشتہ اس کو جھٹلانے کے لئے نازل ہوا۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب نہ دینے کی تعلیم دی، تاہم اگر کسی صحابی کو صحابی سمجھتے ہوئے نبی کریم ﷺ یا اسلام کے استخفاف میں برا کہا گیا تو یہ کفر ہوگا۔ حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا عبيد الله بن محمد العمری القاضی بمدينة طبرية سنة سبع و سبعين و مائتين، حدثنا اسماعيل بن ابی اويس، حدثنا موسی بن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده علی بن الحسين عن الحسين بن علی عن علی رضی الله تعالیٰ عنهم، قال: قال رسول الله ﷺ: من سب الانبياء قتل و من سب اصحابی جلد (المعجم الصغير رقم: الحديث: ۶۶۰)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی نبی کو (نعوذ باللہ) گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) گالی دی اس کو کوڑے مارے جائیں۔

حضرت امام لالکائی فرماتے ہیں:

عن عمر بن عبد العزيز: ضرب من شتم عثمان ثلاثين سوطا..... و ضرب عمر بن عبد العزيز رضی اللہ عنہ من سب معاوية رضی الله تعالیٰ عنه أسواطا

(شرح اصول اعتقاد أهل السنة والجماعة: ج: ۲/ص: ۲۲۷)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تیس کوڑے مارے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی کوڑے مارے جس نے حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔

امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و ما وقع بينهم من المنازعات و المحاربات فله محامل و تاويلات فسبهم و الطعن فيهم ان كان مما يخالف الادلة القطعية فكفر كقذف عائشة رضی الله تعالیٰ عنها و الا فبدعة و فسق (شرح العقائد النسفیۃ: ص: ۱۶۲۔۱۶۳)

ترجمہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین جو کچھ لڑائیاں یا جنگیں ہوئی ہیں ان کی تاویلات ہیں اور محامل ہیں پس صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینا یا ان کے لئے زبان طعن دراز کرنا اگر اس طور پر ہو کہ دلائل قطعیہ کی مخالفت ہو تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر (نعوذ باللہ) تہمت لگانا ورنہ یہ بدعت اور فسق ہے۔

اس کے بارے میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و هذا تصريح من العلامة أن سب الشيخين ليس بكفر عند العامة (شرح الفقہ الأکبر: ص: ۷۲)

ترجمہ: یعنی یہ علامہ صاحب کی طرف سے وضاحت ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دینا علماء کے نزدیک کفر نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا اگر کوئی انکار کردے تو اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت بالاجماع قرآن حکیم کی آیت مقدسہ اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا (التوبۃ ۹: ۴۰) سے ثابت ہے۔ تمام مفسرین و محدثین اور مجتہدین کا اجماع ہے کہ یہاں صاحبہ سے مراد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مقدسہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

و فيها النص على صحبته رضی الله تعالیٰ عنه لرسول الله ﷺ و لم يثبت ذلك لأحد من أصحاب رسول الله عليه الصلاة

و السلام سواه.و کونه المراد من الصاحب مما وقع علیه الاجماع ککون المراد من العبد فی قوله تعالیٰ: سبحان الذی اسری بعبده رسول الله ﷺ و من هنا قالوا: ان انکار صحبته کفر (روح المعانی: ج:۵/ص:۱۴۴)

ترجمہ: یعنی اس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا ثبوت ہے اور یہ نبی کریم ﷺ کے کسی اور صحابی کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ثابت نہیں ہے، اور صاحب سے آپ رضی اللہ عنہ کی ذات کا مراد ہونا ان میں سے ہے جن پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ جیسے قرآن حکیم کی آیت سبحان الذی اسری بعبدہ میں عبدہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کا ہونا، اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا کفر ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اما من انکر صحبة أبي بکر فیکفر لکونه انکارا لنص القرآن حیث قال الله تعالیٰ اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا و اجماع المفسرین علی أنه المراد به

(شرح الفقہ الاکبر، ص:۱۶۳)

ترجمہ: اور جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں یہ قرآن حکیم کی نص کا انکار ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا اور مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا شك فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ،أو أنکر صحبة الصدیق أو اعتقد الالوهیته فی علی أو

ان جبریل غلط فی الوحی أو نحو ذلك من الکفر الصریح المخالف للقرآن ولکن لو تاب تقبل توبته.

(ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۷۸)

ترجمہ: اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں جس نے حضرت سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کیا یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے (نعوذ باللہ) خدا ہونے کا عقیدہ رکھا یا یہ عقیدہ رکھا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام سے وحی نازل کرنے میں غلطی واقع ہوئی یا اور کوئی ایسا واضح انکار کیا جو قرآن کے خلاف ہو لیکن اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا۔

آپ فرماتے ہیں:

و أما الرافضی ساب الشیخین بدون قذف للسیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها و لا انکار صحبة الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه و نحو ذلك فلیس بکفر فضلا عن عدم قبول التوبة بل ضلالة و بدعة (ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۷۸)

ترجمہ: جہاں تک اس رافضی کا تعلق ہے جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والا ہو جبکہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت نہ لگاتا ہو اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا کوئی اور ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو جو کفر ہو تو اس کا محض حضرات شیخین کو گالی دینا کفر نہیں ہو گا چہ جائیکہ اس کی توبہ قبول نہ ہو، بلکہ وہ گمراہ و بدعتی ہو گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے علماء نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے انکار کو کفر لکھا ہے۔ ہماری رائے میں سورۃ الاحزاب ۳۷ کی روشنی میں حضرت سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار بھی کفر ہے کیونکہ اشارۃ النص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت

میں مذکور زید نامی شخص ایک مؤمن اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

جہاں تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی (نعوذ باللہ) تکفیر کرنے یا انہیں شہید کرنے کا تعلق ہے تو یہ عمل اگرچہ گالی دینے سے زیادہ کبیرہ گناہ ہے تاہم یہ بھی کفر نہیں تاہم ایسے شخص کے بدعتی، گمراہ، ملعون و فاسق اور خبیث ترین ہوتے میں کوئی شک نہیں۔ جن لوگوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی (نعوذ باللہ) تکفیر کی اور ان کے خلاف تلوار اٹھائی ان میں خوارج کا نام سرفہرست ہے۔

خوارج:

حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ماہ صفر ۳۷ھ میں صفین کے مقام پر جنگ ہوئی اور یہ لڑائی کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ طرفین سے صلح کے لئے ایک شخص کو بطور حکم مقرر کیا گیا۔ حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔ ایک معاہدہ طے پا جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی جانب جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کی طرف لوٹ گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ واپس لوٹ آئے تو ایک جماعت آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انکار کر کے ان الحکم الا للہ کا نعرہ لگایا۔ ان لوگوں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کئی بار معرکہ آرائی کی، بالآخر نہروان کے مقام پر ۳۸ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد فرما کر ان کی قوت کو ختم کر دیا۔ خوارج کے تین افراد عبد الرحمٰن بن ملجم، برک بن عبد اللہ اور عمرو بن بکیرا نے یہ عہد کیا کہ ہم تینوں افراد نعوذ باللہ حضرت سیدنا علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیں گے۔ ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ ابن ملجم ملعون نے آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا ایسا شدید وار کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک کنپٹی

تک کٹ گئی۔ اس کا زخم کافی شدید تھا پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ ہفتہ تک بقید حیات رہے اور اتوار کی شب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا۔ (خلاصہ تاریخ الخلفاء، ص: ۳۷۲ـ۳۷۴)

حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

خوارج کے اصل فرقے ازارقہ، اباضیہ، صفریہ اور نجدیہ ہیں، باقی فرقے ان کی شاخیں ہیں۔ خوارج کا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کفر پر اجماع ہے۔ اسی طرح وہ حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھی کافر سمجھتے ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم کو اس آیت کریمہ و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ (یعنی لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی جان تک صرف کر دیتا ہے) کا مصداق قرار دیتے ہیں۔
(خلاصہ مقالات اسلامیین: ج:۱/ص:۹۱ تا ۱۰۴)

شیخ عبد القادر بغدادی لکھتے ہیں:

ان الذین یجمع الخوارج علی افتراق مذاھبھا اکفار علی و عثمان و الحکمین و اصحاب الجمل و کل من رضی بتحکیم الحکمین (الفرق بین الفرق: ص: ۴۵)

ترجمہ: خوارج کے تمام فرقے آپس کے اختلاف کے باوجود جس چیز پر اتفاق رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی اور امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور حکمین یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اور جنگ جمل کے تمام شرکاء اور وہ تمام لوگ جو حکمین کی تحکیم پر راضی ہیں (نعوذ باللہ) کافر ہیں۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

الخوارج حیث یقولون بکفر علی رضی اللہ عنہ و من تابعہ

و کفر معاویة رضی الله عنه و من شایعه

(شرح الفقہ الأکبر: ص: ۷۰)

یعنی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جو ان کے متبع تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور جو ان کے ساتھ تھے، کی تکفیر کرتے تھے۔

حضرت امام سرخسی حدیث مشہور کی بحث میں فرماتے ہیں:

قسم یضلل جاحده ولا یکفر و ذلك نحو خبر الرجم....فان خبر الرجم اتفق علیه العلماء من الصدر الاول و الثانی و انما خالف فیه الخوارج و خلافهم لا یکون قدحا فی الاجماع ولهذا قال یضلل جاحده

(اصول السرخسی: ج:۱/ص:۲۹۳)

ترجمہ: یعنی مشہور کی ایک قسم وہ ہے جس کا انکار کرنے والے کو گمراہ کہا جائے گا اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ جیسے خبر رجم.... خبر رجم پر قرن اول اور قرن ثانی کے علماء کا اتفاق ہے۔ اس سے اختلاف خوارج نے ہی کیا ہے اور ان کا اختلاف اجماع میں کوئی نقص پیدا نہیں کرتا اسی لئے آپ (عیسی بن ابان علیہ الرحمۃ) نے فرمایا کہ اس کا انکار کرنے والا گمراہ ہوگا۔

حضرت علامہ شامی فرماتے ہیں:

و مذهبهم أن مرتکب الکبیرة کافر (رد المحتار: ج:۶/ص:۴۱۳)

ترجمہ: اور خوارج کا مذہب یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔

خوارج کے اس مختصر تعارف کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ فقہاء ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و خوارج وهم قوم لهم منعة خرجوا علیه بتأویل یرون

أنه علی باطل کفر أو معصیة توجب قتاله بتأویلهم و یستحلون دماء نا و أموالنا و یسبون نساء نا و یکفرون اصحاب نبینا ﷺ وحکمهم حکم البغاة باجماع الفقهاء کما حققه فی الفتح و انما لم نکفرهم لکونه عن تأویل و ان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تأویل

(الدر المختار: ج:۶/ص:۴۱۳_۴۱۴)

خوارج وہ قوم ہیں جن کی قوت وشوکت ہے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تاویل کے ساتھ خروج کیا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ (نعوذ باللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ باطل وکفر پر ہیں یا ان کے گناہ اس بات کو واجب کر دیتے ہیں کہ ان سے قتال کیا جائے اور وہ ہمارے خون اور مال کو حلال سمجھتے ہیں، ہماری خواتین کو گالیاں دیتے ہیں، اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی تکفیر کرتے ہیں۔ فقہاء کے اجماع کے مطابق ان کا حکم وہی حکم ہے جو باغیوں کا حکم ہے، جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے۔ ہم ان کی تکفیر اس لئے نہیں کرتے کہ وہ ان تمام اعمال کو تاویل کے ساتھ کرتے ہیں اگرچہ ان کی تاویل باطل ہے۔ بخلاف ان کو بغیر تاویل کے حلال جاننے والے کی یعنی ان محرمات قطعیہ کو حلال جاننے والا کافر ہوگا۔

حضرت امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

و حکمهم عند جمهور الفقهاء و جمهور أهل الحدیث حکم البغاة و عند مالك یستتابون فان تابوا و الا قتلوا دفعا لفسادهم لا کفرهم و ذهب بعض أهل الحدیث الی انهم مرتدون لهم حکم المرتدین لقوله صلی الله علیه واله وسلم یخرج قوم فی اخر الزمان أحداث الأسنان سفهاء

الأحلام يقولون من خير قول البرية يقرؤن القرآن لا يجاوز حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية فأينما لقيتهم فاقتلهم فان فى قتلهم أجر لمن قتلهم يوم القيامة رواه البخارى ...... قال ابن المنذر ولا اعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم و هذا يقتضى نقل اجماع الفقهاء و ذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لايكفر أحدا من أهل البدع و بعضهم يكفرون بعض أهل البدع و هو من خالف ببدعته دليلا قطعيا و نسبه الى أكثر أهل السنة و النقل الاول أثبت نعم ويقع فى كلام أهل المذاهب تكفير كثير و لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم ولا عبرة لغيّر الفقهاء و المنقول عن المجتهدين ما ذكرنا و ابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين

(فتح القدیر: ج:۲/ص:۳۳۴)

ترجمہ: خلاصہ: جمہور فقہاء و جمہور علمائے حدیث اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو باغیوں کا ہے یعنی انہیں توبہ کی ترغیب دی جائے گی۔ اگر یہ توبہ کر لیں تو بہتر ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ یہ قتل ان کے فساد کو ختم کرنے کی وجہ سے ہوگا نہ کہ ان کے کفر کی وجہ سے۔ بعض علمائے حدیث کا موقف یہ ہے کہ خوارج مرتد ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی جو کم عمر ہوں گے، بے وقوف ہوں گے، وہ سب سے بہترین مخلوق کے قول سنائیں گے۔ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں

گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ پس تم جہاں کہیں انہیں پاؤ تو انہیں قتل کر دو کیونکہ جو انہیں قتل کرے گا قیامت کے دن اسے اجر ملے گا۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے...... امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں کسی کو بھی نہیں جانتا جس نے خوارج کی تکفیر میں علمائے حدیث کی موافقت کی ہو۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے کافر نہ ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے۔ محیط میں ہے کہ بعض فقہاء اہل بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے جبکہ بعض فقہاء بعض ان اہل بدعت کی تکفیر کرتے ہیں جو اپنی بدعت سے کسی دلیل قطعی کی مخالفت کرتے ہوں، اور انہوں نے اسے اکثر علمائے اہل سنت کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور پہلی بات جو نقل کی گئی وہ زیادہ ثابت ہے۔ اہل مذاہب کے کلام میں کافر بنانا بہت زیادہ ہے جبکہ فقہاء جو مجتہدین ہیں ان کے کلام میں ایسا نہیں ہے، بلکہ ان کے کلام میں ہے جو مجتہد نہیں ہیں۔ غیر مجتہد کا کوئی اعتبار نہیں اور مجتہدین سے اس مسئلہ میں جو منقول ہے وہ ہم نے ذکر کر دیا ہے اور ابن منذر مجتہدین کے مذاہب کو نقل کرنے میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

اس کے بارے میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

لكن صرح فى كتابه المسايرة بالاتفاق على تكفير المخالف فيما كان من أصول الدين و ضرورياته : كالقول بقدم العالم و نفى حشر الاجساد و نفى العلم بالجزئيات ...... و كذا فى شرح منية المصلى: ان ساب الشيخين و منكر خلافتهما ممن بناه على شبهة له لا يكفر بخلاف من ادعى أن عليا (رضى الله تعالىٰ عنه) اله و ان جبريل غلط، لان ذلك ليس عن شبهة و استفراغ الوسع فى الاجتهاد

بل محض هوی اھ. وتمامه فیه. قلت و کذا یکفر قاذف عائشة (رضی الله تعالیٰ عنها) و منکر صحبة أبیها، لأن ذلك تکذیب صریح القرآن (ردالمحتار: ج:۶/ص:۴۱۴)

ترجمہ: لیکن آپ نے اپنی کتاب مسایرہ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ جو شخص دین کے اصولوں یا ضروریات میں سے کسی کی مخالفت کرے تو بالاتفاق اس کی تکفیر کی جائے گی۔ جیسے یہ کہنا کہ عالم قدیم ہے، اور اجسام کے جمع کئے جانے کی نفی کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے جزئیات کے علم کی نفی کرنا.... اور اسی طرح سے شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والا اور ان کی خلافت کا انکار کرنے والا جس نے اسے شبہہ کی وجہ سے نقل کیا ہو، کافر نہیں ہوگا۔ بخلاف اس شخص کے جو یہ دعویٰ کرے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا ہیں اور جبریل امین علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی، کیونکہ یہ دعویٰ شبہہ کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ ہی اجتہاد کرتے ہوئے اپنی کوشش کو صرف کرنا ہے بلکہ یہ محض نفسانہ خواہش کی وجہ سے ہے، اور اس کا مکمل حصہ اسی میں ہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر (نعوذ باللہ) تہمت لگانے والا اور آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنے والا) کافر ہو جائے گا۔

امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قد عرف من مذهب الخوارج تکفیر کثیر من الصحابة و من بعدهم و استحلال دمائهم و أموالهم و اعتقادهم التقرب بقتلهم الی ربهم و مع هذا لم یحکم الفقهاء

بکفرهم لتأویلهم (المغنی: ج:۱۰/ص:۸۳)

ترجمہ: اور یہ بات معلوم ہے کہ خوارج کے مذہب میں (نعوذ باللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے لوگوں کی تکفیر بہت زیادہ ہے اور یہ بھی کہ وہ ان کے خون اور مال کو حلال قرار دیتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ ان کے قتل کے ذریعہ سے اللہ کا قرب چاہتے ہیں۔ اس کے باوجود فقہاء نے ان کی تاویل کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہیں دیا۔

خلاصہ:

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم و توقیر کرنا واجب ہے۔ ان کی شان میں گستاخی کا مرتکب فاسق و فاجر اور ملعون ہے جبکہ ان پر سب وشتم کرنے والا کافر نہیں ہے۔ خوارج نے حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی، حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی اور ان کو مباح الدم سمجھتے ہوئے ان کے خلاف قتال کیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک شقی ابن ملجم نے حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید بھی کر دیا۔ یقیناً ان کا صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنا اور ان کے خلاف قتال کرنا انہیں سب وشتم کرنے سے زیادہ شدید اور قبیح و سنگین ہے تاہم اس کے باوجود فقہاء عظام اور مجتہدین کرام نے قرآن و سنت سے مستنبط اصولوں و قواعد کے پیش نظر ان کی تکفیر نہیں کی۔ مجتہدین کے اس عمل سے ان کا مسئلہ اکفار میں انتہائی محتاط ہونا اور یخرجون من دین الله افواجا کے بجائے یدخلون فی دین الله افواجا کو پسند کرنا معلوم ہوتا ہے۔ امام ابن ہمام کے قول لا عبرة لغیر الفقهاء سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تکفیر کرنا صرف ان چنیدہ اشخاص کا منصب ہے جنہیں اللہ رب کریم نے اجتہاد کے درجہ پر فائز فرمایا ہے۔ متکلمین، مفسرین، محدثین اور عام فقہاء جو درجہ اجتہاد پر نہیں پہنچے ان کا اس باب میں کوئی اعتبار نہیں چہ جائیکہ ہمارے زمانے کے مفتیان کرام یا ان کے اساتذہ یا ان کے

اساتذہ کے اساتذہ فصاعداً کسی کی تکفیر کریں جن کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ناقلوں وحاکون فرمایا ہے۔البتہ علمائے حق کا کسی مسئلہ میں مجتہدین کے مرتب کردہ اصولوں اور ان کے اقوال کو نقل کرتے ہوئے کسی کی تکفیر کرنا درست ہے۔اس پر تفصیلی بحث انشاءاللہ ہم آخر میں کریں گے۔

یاد رہے کہ خوارج یا کسی بھی فرقہ کے ایسے عقائد ہوں جو ضروریاتِ دین کے منافی ہوں تو ان کی تکفیر کی جائے گی۔جیسا کہ امام عبدالقاہر نے خوارج کے ایک فرقہ یزیدیہ کا ذکر کیا ہے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ آخری زمانہ میں ایک نبی کی عجم میں بعثت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنی کتاب نازل فرمائے گا۔اس کا دین دین صابیہ ہوگا۔وہ کتاب قرآن کو منسوخ کردے گی۔یہ فرقہ بالاتفاق اسلام سے خارج ہے کیونکہ انہوں نے ضروریاتِ دین کی تکذیب کی ہے۔

بدعقیدہ اور بے ادب کی صحبت ومودت سے اجتناب کرنا:

گستاخ اور بے ادب کی صحبت سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ صحبت چاہے ایک لمحہ ہی کی کیوں نہ ہو، اثر رکھتی ہے۔بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ نیکوں کی صحبت نیک بناتی ہے اور بدلوگوں کی صحبت بد بناتی ہے۔بدکردار کی صحبت انسان کے کردار کو داغ دار بنا دیتی ہے جبکہ بدعقیدہ کی صحبت ایمان کے لئے سم قاتل ثابت ہوتی ہے اور انسان اپنی دنیا وآخرت کو خراب کرلیتا ہے۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بدعقیدہ لوگوں کی صحبت ومودت سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ (المجادلۃ ۵۸:۲۲)

ترجمہ: آپ ان لوگوں کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ ان کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس (اللہ) نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں (ایسی) جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی (اللہ والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ (الانعام ۶:۶۸)

ترجمہ: اور جب کبھی تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں (کج بحثی اور استہزاء میں) مشغول ہوں تو تم ان سے کنارہ کش ہو جایا کرو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں، اور اگر شیطان تمہیں (یہ بات) بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد تم (کبھی بھی) ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہرم بن حیان سے فرمایا:

ایاك ان تفارق السنة و الجماعة فتفارق دینك و أنت لا تشعر فتدخل النار یوم القیامة۔ (شرح بدء الامالی:ص:۴۲)

ترجمہ: تم اہل سنت وجماعت سے علیحدہ ہونے سے اجتناب کرنا ورنہ تم اپنے دین کو چھوڑ بیٹھو گے اور تمہیں معلوم بھی نہ ہوگا اور قیامت کے دن تمہیں آگ میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت رجلا الوفاة فقیل له :قل لا اله الاالله، قال: لاأقدر کنت أصحب قوما یأمروننی لشتم أبی بکر و عمر رضی الله تعالیٰ عنهما (شرح الصدور:ص:۴۷)المکتبۃ الحقانیۃ

ترجمہ: ایک شخص کی موت کا وقت آیا تو اس سے کہا گیا کہ تو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھ، اس نے کہا میں اس کی قدرت نہیں رکھتا کیوں کہ میں ان کی صحبت میں بیٹھتا تھا جو مجھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو (نعوذ باللہ) گالیاں دینے کی دعوت دیتے تھے۔ (شرح الصدور: باب مایقول الانسان فی مرض الموت)

ہمارے زمانہ میں بہت سے لوگ العیاذ باللہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور بعض تو اتنے جری ہیں کہ ما کان و ما یکون کے معلم محمد رسول اللہ ﷺ کے علم و عقل، فقید المثال معجزات اور حسین ترین ذات و کردار کو اپنے محدود علم و ناقص عقل کے ترازو میں تولنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے سامنے صرف محبت کے ساتھ سمعنا و صدقنا واطعنا کی اجازت ہے۔ وہ ذات اقدس اس سے کہیں بلند ہے کہ کوئی اس مبارک ہستی کی ذات و صفات کو (نعوذ باللہ) بطور تنقید زیر بحث لائے۔ یقیناً ایسے شخص کے خبیث ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ رب العزت ظاہری و باطنی ادب کی توفیق عطا فرمائے۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

نبوت اور عقیدہ ختم نبوت

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ہدایت کے لئے اپنے انبیاء کرام اور رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے۔ عقیدہ رسالت وہ بنیادی عقیدہ ہے جس سے کبھی بھی کسی نبی کی تعلیمات خالی نہیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ (النساء ۴:۱۳۶)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسول (ﷺ) کا اور آخرت کے دن کا انکار کرے تو بے شک وہ دور دراز کی گمراہی میں بھٹک گیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (النحل ۱۶:۱۱۳)

ترجمہ: اور بے شک ان کے پاس انہی میں ایک رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا پس انہیں عذاب نے آپکڑا اور وہ ظالم ہی تھے۔

نبی کریم ﷺ سے جب ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

أن تؤمن بالله و ملائکته و کتبه ورسله والیوم الاخر و تؤمن بالقدر خیره و شره (مسلم: کتاب الایمان: باب الایمان والاسلام والاحسان)

ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور یہ کہ تم ایمان لاؤ اچھی اور بری تقدیر پر۔

امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اعلم ان الایمان بالانبیاء و الرسل و الملائکة واجب قطعي و أن جاحده يكفر (شرح بدء الامالی:ص:۲۴۰)

ترجمہ: اور جان لو کہ بے شک انبیاء کرام، رسولوں اور ملائکہ پر ایمان لانا قطعی طور پر لازم ہے اور ان کا انکار کفر ہے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور رسل عظام پر ایمان لانا لازم اور ضروریات دین میں سے ہے۔ جو کوئی کسی بھی نبی کی نبوت کا انکار کرے گا تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نبی کی تکذیب دراصل اللہ کی تکذیب ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مجموعی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ جن میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید میں نام کے ساتھ کیا گیا ہے جبکہ کئی ایک کا ذکر قرآن صراحت کے ساتھ قرآن حکیم میں ذکر نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ (غافر ۴۰:۷۸)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو بھیجا، ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ پر بیان فرما دیا اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے (ابھی تک) آپ پر بیان نہیں فرمایا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

قلت يا رسول الله (ﷺ) اي الانبياء كان اول؟ قال: ادم (عليه السلام)، قلت: يا رسول الله (ﷺ) و نبي كان؟ قال:

نعم، نبي مكلم، قلت: يا رسول الله (ﷺ) كم المرسلون قال: ثلث مائة و بضعه عشر جما غفيرا و في رواية عن ابي امامة قال ابو ذر: قلت يا رسول الله (ﷺ) كم وفاء عدة الانبياء؟ قال: مائة الف و اربعة و عشرون الفا الرسل من ذلك ثلث مائة و خمسة عشر جما غفيرا

(مشکوۃ المصابیح: رقم الحدیث: ۵۴۹۰)

ترجمہ: میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ سب سے پہلے نبی کون سے ہیں؟ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: آدم علیہ السلام، میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ کیا وہ نبی تھے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، وہ کلام فرمانے والے نبی تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ رسول کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تین سو اور کچھ کا جمع غفیر۔ یا ایک روایت میں آتا ہے جو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کل انبیاء کی تعداد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، ان میں سے رسول تین سو پندرہ کا جمع غفیر ہیں۔

انبیاء کرام اور رسولوں علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں وارد یہ حدیث خبر واحد ہے۔ اسی لئے اس ذکر کردہ تعداد کا انکار کفر نہیں ہوسکتا۔ قرآن حکیم میں جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر نام کے ساتھ قطعی طور پر ہوا ہے ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1. حضرت سیدنا آدم علیہ السلام
2. حضرت ادریس علیہ السلام
3. حضرت نوح علیہ السلام
4. حضرت ہود علیہ السلام

5. حضرت صالح علیہ السلام
6. حضرت لوط علیہ السلام
7. حضرت ابراہیم علیہ السلام
8. حضرت اسماعیل علیہ السلام
9. حضرت اسحاق علیہ السلام
10. حضرت یعقوب علیہ السلام
11. حضرت یوسف علیہ السلام
12. حضرت شعیب علیہ السلام
13. حضرت ایوب علیہ السلام
14. حضرت یونس علیہ السلام
15. حضرت موسیٰ علیہ السلام
16. حضرت ہارون علیہ السلام
17. حضرت الیسع علیہ السلام
18. حضرت الیاس علیہ السلام
19. حضرت داؤد علیہ السلام
20. حضرت سلیمان علیہ السلام
21. حضرت زکریا علیہ السلام
22. حضرت یحییٰ علیہ السلام
23. حضرت عیسیٰ علیہ السلام
24. خاتم النبیین، حبیب رب العالمین، رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مذکورہ بالا انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کے قطعی ثبوت پر امت کا اجماع ہے۔ان کے علاوہ وہ تمام اشخاص جن کی نبوت قطعی طور پر ثابت نہیں ان کی نبوت کا انکار کفر نہیں ہے۔ہر

شخص پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء کو مبعوث فرمایا ہے وہ سب پر ایمان لائے،البتہ جن حضرات کا نبی ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ان کے معاملہ میں سکوت اختیار کرنا بہتر ہے تاہم اگر کسی نے ان کے نبی ہونے کا انکار کر دیا تو کفر ثابت نہیں ہوگا۔امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں:

و قال:لا أدری فی الانبیاء رسل ؟أم قال:لا أدری موسیٰ و عیسی، علیهما السلام مرسلین أو غیر مرسلین ،فقد کفر أیضا لانه انکر النص (شرح بدء الامالی:ص:۲۰۹)

ترجمہ: کسی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ انبیاء میں سے کوئی رسول بھی ہے۔یا اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام رسول ہیں۔یا وہ دونوں رسول نہیں ہیں۔وہ کافر ہوگیا کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا۔

حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی نبوت قطعی طور پر ثابت ہے اسی لئے اس کا انکار کفر ہے،البتہ وہ شخصیات جن کے نبی ہونے پر اجماع نہیں ان کی نبوت کا انکار کفر نہیں ہے، جیسے حضرت خضر اور ذوالکفل علیہما السلام وغیرہ۔ان دونوں بزرگان کے نبی ہونے پر اجماع نہیں ہے۔شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولا بانکار نبوة الخضر و ذی الکفل علیهما السلام لعدم الاجماع علی نبوتهما (البحر الرائق:ج:۵/ص:۱۹۵)

ترجمہ: حضرت خضر اور ذوالکفل کی نبوت کے انکار سے بھی کافر نہیں ہوگا کیونکہ ان دونوں کی نبوت پر اجماع نہیں ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

و سئل ابن مقاتل عمن أنکر نبوة الخضر و ذی الکفل فقال کل من لم تجتمع الامة علی نبوته لا یضره أن یجحد نبوته و لو قال :لو کان فلانا نبیا لم أومن به فقد کفر

کذا فی المحیط (الفتاوی الھندیۃ: ج:۲/ص:۲۶۳)

ترجمہ: ابن مقاتل سے حضرت خضر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کا انکار کرنے والے کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کی نبوت پر امت کا اجماع نہیں ہے اس کی نبوت کا انکار نقصان نہیں پہنچاتا۔ اگر اس نے کہا کہ اگر فلاں نبی ہوتا تو میں تب بھی اس پر ایمان نہیں لاتا، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح محیط میں ہے۔

مذکورہ بالا علماء کے اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خضر اور ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت پر کیونکہ اجماع نہیں ہے اور ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے لہٰذا ان کے نبی ہونے کا انکار کفر نہیں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

عن جعفر فیمن یقول :آمنت بجمیع أنبیائه و لا اعلم ان آدم علیه السلام نبی أم لا یکفر کذا فی العتابیة

(الفتاوی الھندیۃ: ج:۲/ص:۲۶۳)

ترجمہ: جعفر سے منقول ہے اس شخص کے بارے میں جو یہ کہے کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لایا ہوں مگر یہ نہیں جانتا کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح عتابیہ میں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں شرح عقائد میں ہے:

(و اول الانبیاء آدم و آخرهم محمد علیهما السلام) اما نبوة آدم علیه السلام فبالکتاب الدال علی انه قد امر و نهی مع القطع بانه لم یکن فی زمنه نبی آخر فهو بالوحی لا غیرو کذا السنة و الاجماع فانکار نبوته علی ما نقل عن البعض یکون کفرا (شرح العقائد النسفیۃ: ص:۱۳۶)

ترجمہ: سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جہاں تک حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کا تعلق ہے تو کتاب اللہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے امر اور نہی قطعی طور پر فرمایا ہے جبکہ ان کے دور میں کوئی اور نبی بھی نہیں تھے۔ پس یہ بذریعہ وحی ہی ہوگا۔ اسی طرح سنت اور اجماع سے آپ علیہ السلام کی نبوت ثابت ہے۔ پس آپ کی نبوت کا انکار کرنا جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے، کفر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے، اور اس پر قطعی اجماع ہے لہٰذا آپ کی نبوت کا انکار کفر ہے۔

ختم نبوت:

نبوت ورسالت کا سلسلہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل ہونے والی کتاب اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ قرآن مجید کی نصوص اور بکثرت احادیث مبارکہ عقیدۂ ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ تمام مسلمانوں کا ہر دور میں اس پر اجماع رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد کسی کو بھی نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت پر ایمان ضروریات دین میں سے ہے یعنی یہ عقیدہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے اس قدر قطعی ہے کہ اس کے بغیر دین وایمان کا قائم رہنا ممکن نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اور وصال مبارک کے بعد بھی کئی افراد نے نبی بننے کی کوشش کی لیکن امت نے مجموعی طور پر ہر دور میں ان کذابوں اور دجالوں کو بلالیت و لعل رد کر دیا۔ ان میں اسود عنسی، طلیحہ، مسیلمہ کذاب سجاح بنت حارث، مختار ثقفی، حارث کذاب وغیرہ کے علاوہ زمانہ قریب کا مرزا قادیانی مشہور ہیں۔ ایمان کا محور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات گرامی ہے۔ اسی لئے دشمنان اسلام نے ہر دور میں محمد رسول اللہ ﷺ کی نقائص و عیوب سے پاک ذات اقدس کو نعوذ باللہ تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ جس کا مقصد نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک سے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے تاکہ پھر دین وایمان کی عمارت کو مسمار کرنا آسان ہو جائے۔ مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا قادیانی اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے برگزیدہ بندہ پیدا فرمائے جنہوں نے جھوٹے مدعیان نبت کے خلاف سیفی قلمی اور علمی جہاد فرمایا۔

حدیث شریف میں وارد ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله (مسلم:۷۲۱۴)

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بہت جھوٹ بولنے والے دجال ظاہر نہ ہوں۔ ان کی تعداد تقریباً تیس ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

اب ہم قرآن وسنت کی روشنی میں اختصار کے ساتھ یہ بیان کریں گے کہ آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔

ختم نبوت اور قرآن سنت:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ صریح ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰

(الاحزاب ۳۳:۴۰)

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ:

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے صریح ارشاد فرما دیا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ اس لئے خاتم ہیں کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے نبوت کو ختم ومکمل فرما دیا ہے۔ قوم کے آخری شخص کو بھی خاتم کہا جاتا ہے۔ حضرت امام نصر علی بن محمد فارسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و الوجه ان المعنى: اخر النبيين و عن الحسن انه قال: خاتم هو الذى يختم به و المعنى انه ختم بى النبيون و الذى يختم به يقال فيه خاتم و خاتم بالفتح و الكسر جميعا و قرأ الباقون (و خاتم) بكسر التاء و الوجه انه فاعل من ختم يختم و المراد انه يختم النبيين (عليه الصلاة و السلام)

(الکتاب الموضح فی وجوہ القراءات وعللھا: ج:۲/۱۰۳۶)

ترجمہ: خاتم النبیین سے مراد سب سے آخری نبی ہے۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا خاتم وہ ہے جس کے ذریعہ سے کسی چیز کو ختم کیا جاتا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے ذریعے سے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ جس کے ذریعہ سے ختم کیا جائے اسے خاتم اور خاتم فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ باقی علماء نے اسے تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی یہ ختم یختم سے فاعل ہے جس کا مطلب یہ ہے آپ ﷺ نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔

خاتم النبیین سے مراد یہی ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے ذریعہ سے نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اب کسی کو بھی نبوت عطا نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کوئی نبی پیدا ہوگا۔ لفظ خاتم کی کوئی بھی ایسی تاویل کرنا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ

آپ ﷺ آخری نبی نہیں ہیں کفر ہے، کیونکہ یہ تاویل قرآن وسنت کی واضح نصوص اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدة ۵:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین پسند کر لیا۔

دین مکمل ہو چکا ہے۔ اتمام اور اکمال دین کے بعد کسی بھی نبی اور رسول یا نئی کتاب کی ضرورت ہرگز نہیں ہے۔ دین کا مکمل ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین والرسل ہیں۔

سورۃ الاعراف میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵۸ (الاعراف ۷:۱۵۸)

ترجمہ: آپ فرمادیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو (شان امیت کے حامل) نبی ہے جو اللہ پر اور اس کے کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا سکو۔

ایک اور مقام اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۸ (سبا ۳۴:۲۸)

ترجمہ: اور (اے حبیب مکرم! ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ (آپ ﷺ) پوری انسانیت کے لئے خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام قیامت تک کے لئے تمام کی طرف نبی ہیں۔ اسی لئے کسی اور نبی کو مبعوث نہیں کیا جائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷ (الانبیاء ۲۱:۱۰۷)

ترجمہ: اور (اے رسول محتشم! ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

مذکور الصدر آیات مقدسہ کے علاوہ بھی کئی ایک آیات مبارکہ ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی کو بھی تاج نبوت عطا نہیں کیا جائے گا۔ آپ ﷺ کو تمام عالمین اور ثقلین کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ دین مکمل ہو چکا ہے اور اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔ اس میں کسی زیادتی یا کمی کی کوئی گنجائش یا ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا اب کسی نئے نبی کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

نبی مکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا تواتر اور اجماع سے بھی ثابت ہے، اور بکثرت احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1. قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم: مثلی و مثل الانبیاء کرجل بنی دارا فاکملھا و احسنھا الا موضع لبنة فجعل الناس یدخلونھا و یتعجبون و یقولون لو لا موضع اللبنة (صحیح البخاری: باب خاتم النبیین)

۲ قال النبی صلی الله علیه واله وسلم :أنا خاتم النبیین

(مسلم: کتاب الفضائل: باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں خاتم النبیین ہوں۔

۳ قال النبی صلی الله علیه واله وسلم :و انه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (سنن ابی داؤد: کتاب الفتن والملاحم: باب: ذکر الفتن ودلائلھا)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ان میں سے ہرایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۴ انه سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی و أنا خاتم النبیین لا نبی بعدی (سنن الترمذی: ج:۲/ص:۴۹۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ان میں سے ہرایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بُعد کوئی نبی نہیں۔

۵ عن النبی صلی الله علیه واله وسلم قال :کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلك نبی خلفه نبی و انه لا نبی بعدی (صحیح البخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

ترجمہ: بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرام علیہم السلام فرماتے تھے۔جب کبھی ان میں سے کسی نبی کی وفات ہوجاتی توان کے بعد کوئی نبی ان کا خلیفہ بن جاتا۔میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۶ قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی

(صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے لئے اسی طرح ہو جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے۔مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۷ ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (سنن الترمذی: ج:۲/ص:۵۰۰)

ترجمہ: بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہے اور نہ ہی کوئی نبی ہے۔

ان احادیث کے علاوہ بکثرت احادیث ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم ﷺ نے اپنی خاتمیت کا ذکر فرمایا ہے لیکن بخوف طوالت ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا۔

ختم نبوت اور اقوال علماء:

اب ہم علماء عظام کے اقوال کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوت کو بیان کریں گے۔

۱ حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذا لم یعرف أن محمدا ﷺ اخر الأنبیاء فلیس بمسلم، لأنه من الضروریات (الأشباہ والنظائر: ج:۲/ص:۹۱)

ترجمہ: جب وہ یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

۲ عقائد نسفیہ میں ہے:

و اول الانبیاء ادم و اخرهم محمد علیهما السلام

(العقائد النسفیة: ص:۱۳۶)

ترجمہ: اور سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

◆ امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

و نشهد ان محمدا صلى الله عليه وله وسلم رسول الله صلى الله عليه واله وسلم أرسله الى الخلق أجمعين خاتما للنبيين وناسخا لما قبله من الشرائع (المسایرہ: ص:۱۹۹)

ترجمہ: اور ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر اس طرح مبعوث فرمایا ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کرام کے خاتم ہیں اور اپنے سے قبل تمام شریعتوں کو منسوخ فرمانے والے ہیں۔

◆ شیخ ملا احمد جیون فرماتے ہیں:

(و خاتم النبيين ﷺ) اى لم يبعث بعده نبى قط و اذا نزل بعده عيسىٰ فقد يعمل بشريعته و يكون خليفة له و لم يحكم بشطر من شريعة نفسه و ان كان نبيا قبله.....و المقصود انه يفهم من الاية ختم النبوة على نبينا عليه السلام (التفسیرات الاحمدیہ: ص:۶۲۳)

ترجمہ: (خاتم النبیین ﷺ) یعنی آپ ﷺ کے بعد کسی بھی نبی کی ہرگز بعثت نہیں ہو گی، اور جب آپ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرح الالفاظ کا نزول ہوگا تو اگر چہ آپ علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے نبی تھے وہ آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔ مقصد یہ ہے کہ اس آیت سے نبوت کا ہمارے نبی ﷺ پر ختم ہونا معلوم ہوتا ہے۔

◆ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اذا لم يعرف الرجل أن محمدا صلى الله عليه واله وسلم آخر الانبياء عليهم و على نبينا السلام فليس بمسلم

كذا فى اليتيمة (الفتاوی الھندیہ: ج:۲/ص:۲۶۳)

ترجمہ: جب وہ یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح یتیمہ میں ہے۔

◆ امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و الله فتح بشرعه الشرائع ,و أنهى بملته الملل ,و فضله على سائر الأنبياء ,و ختم به الرسالة ,و سد به باب النبوة, و جعله سيد البشر و شفيع الأمة يوم المحشر صلى الله عليه واله وسلم (شرح بدء الامالی: ص:۲۴۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی شریعت کے ذریعہ تمام شریعتوں کو مفتوح فرمادیا ہے۔ آپ ﷺ کے ذریعہ تمام ملتوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے، آپ ﷺ کے ذریعہ نبوت کو ختم کر دیا ہے، آپ ﷺ کے ذریعہ نبوت کے دروازہ کو بند کر دیا ہے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کا سردار اور محشر کے دن امت کا شفیع بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر رحمتیں نازل ہوں اور اللہ کا سلام ہو۔

◆ امام بابرتی مصری حنفی فرماتے ہیں:

(و خاتم الانبياء ﷺ) لقوله تعالى: ما كان محمد ابا احد من رجالكم و لكن رسول الله و خاتم النبيين, و لانه لما ثبتت رسالته بالبراهين العقلية و النقلية ثبت انه صادق فيما أخبر و قد أخبر أنه لا نبى بعده ,و قال :أنا الحاشر الذى يحشر الناس على عقبى,فدل انه خاتم الانبياء (شرح العقیدۃ الطحاویہ: ص:۵۶)

ترجمہ: (اور آپ ﷺ خاتم النبیین ﷺ ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

اور اس لئے کہ آپ ﷺ کی رسالت عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت ہے۔ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنی خبر میں سچے ہیں۔ آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حاشر ہوں جس کے پیچھے قیامت کے دن سب جمع ہوں گے۔ پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

◆ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم ان الاجماع قد انعقد علی أنه خاتم المرسلین کما أنه خاتم النبیین (ﷺ) (الیواقیت والجواہر: الجزء الثانی: ص: ۲۷۹)

جان لو اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین ہیں جیسا کہ وہ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔

◆ ابن حزم لکھتے ہیں:

و أنه لا نبی مع محمد ﷺ و لا بعده أبدا (مراتب الاجماع: ص: ۱۷۳)

ترجمہ: اور بے شک محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ کوئی تھا اور نہ ہی کوئی نبی آپ ﷺ کے بعد ہوگا۔

◆ امام عبدالقاہر بغدادی لکھتے ہیں:

کل من أقر بنبوة نبینا محمد صلی الله علیه واله وسلم اقر بأنه خاتم الانبیاء و الرسل و اقر بتابید شریعته ومنع من نسخها و قال ان عیسیٰ علیه السلام اذا نزل من السماء ینزل بنصرة شریعة الاسلام و یحی ما احیاه

القرآن و یمیت ما اماته القرآن خلاف فرقة من الخوارج تعرف بالیزیدیة المنتسبة الی یزید بن انیسة فانهم زعموا ان الله عزوجل یبعث فی آخر الزمان نبیا من العجم و ینزل علیه کتابا من السماء و یکون دینه دین الصائبة المذکورة فی القرآن لا دین الصائبة الذین هم بواسط او حران و ینسخ ذلك الشرع شرع القرآن ..... و ان اقروا بالقرآن ففیه ان محمدا صلی الله علیه واله و سلم خاتم النبیین. و قد تواترت الاخبار عنه بقوله لا نبی بعدی و من رد حجة القرآن و السنة فهو الکافر

(کتاب اصول الدین: ص: ۱۶۲۔ ۱۶۳)

ترجمہ: جس کسی نے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا وہ اس کا بھی اقرار کرے گا کہ آپ ﷺ تمام انبیاء اور رسولوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر ایمان لانے والا اس بات کا بھی اقرار کرے گا کہ آپ ﷺ کی شریعت ابدی ہے اور کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جب آسمان سے نزول ہوگا تو آپ علیہ السلام شریعت اسلامیہ کی نصرت کے لئے نازل ہوں گے اور جس چیز کو قرآن نے زندہ کیا تھا اس کو زندہ رکھیں گے اور جس کو قرآن نے ختم کر دیا آپ علیہ السلام بھی اس کو ختم کر دیں گے۔ برخلاف خوارج کے ایک فرقہ کے جو یزیدیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ یزید بن انیسہ کی طرف منسوب ہے۔ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آخری زمانہ میں ایک نبی عجم میں بھیجے گا اور اس پر آسمان سے ایک کتاب نازل فرمائے گا۔ اس کا دین صائبہ کا دین ہوگا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ ان صائبہ کا دین نہیں جو واسط یا

حران میں ہیں۔اس کی شریعت قرآن کی شریعت کو منسوخ کر دے گی....اگر وہ قرآن کا اقرار کریں تو اس میں موجود ہے کہ یہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں،اور آپ ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں،اور جس نے قرآن اور سنت کی حجت کو رد کیا وہ کافر ہے۔

⑪ امام الصوفیاء شیخ اکبر محی الدین ابن عرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و ختم بمحمد صلی الله علیه واله وسلم جمیع الرسل علیهم السلام و ختم بشرعه جمیع الشرائع فلا رسول بعده یشرع ولا شریعة بعد شریعته تنزل من عند الله

(الفتوحات المکیۃ: الباب الثانی والستون واربعمائۃ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ تمام رسولوں کا سلسلہ ختم فرمادیا ہے اور آپ ﷺ کے ذریعہ تمام شریعتوں کو ختم کر دیا ہے۔پس آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی رسول ہے جو نئی شریعت لائے اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد اللہ کی طرف سے کوئی شریعت نازل کی جائے گی۔

⑫ حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم من حکم الله ان یختم بمحمد علیه السلام النبوة و ان لا یرسل الی امته بعده رسولا (کتاب التوحید:ص:۱۴۶)

ترجمہ: اللہ کے حکم میں سے ہے کہ نبوت محمد ﷺ کے ساتھ ختم ہو جائے اور نہ بھیجے آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت کی طرف کسی اور رسول کو۔

قرآن وسنت اور علماء عظام کے ان تمام اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے،پس جو کوئی بھی اس کا انکار کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔نبی کریم ﷺ کی خاتمیت کا انکار قطعاً کفر ہے اور اس بات کے کفر ہونے میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

عقیدہ ختم نبوت پر بعض حضرات کی طرف سے ایک اشکال کیا جاتا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کیونکر ممکن ہے؟

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کا جواب بہت ہی خوبصورت انداز میں دیا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عیسیٰ بن مریم کے نزول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کے دو رخ ہیں۔یا یوں کہو بطون و ظہور ہے۔بطون عبارت ہے اخذ کرنے فیضان سے منجانب اللہ،جس کو خدا کے ہاں مقربین میں سے ہونا لازم غیر منفک ہے،اور ظہور عبارت ہے توجہ الی الخلق سے،یعنی تبلیغ شرائع واحکام کی۔اس ظہور میں تو بسبب تغیر وتبدل شرائع کے انقلاب آسکتا ہے۔نبی لاحق کی شریعت کیونکہ ناسخ ٹھہری نبی سابق کی شریعت کے لئے،تو نبی سابق کو بھی بر تقدیر موجود ہونے اس کے نبی لاحق کی شریعت کے زمانہ میں اپنا شرع چھوڑ کر شرع لاحق کے ساتھ عمل در آمد کرنا ہوگا۔چنانچہ آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا تو اس کو بھی بغیر میری شریعت کے عمل در آمد کرنا جائز نہ ہوتا،اور اس عمل در آمد کے تغیر وتبدل سے وہ نبوت کا بطون جس کو قرب الٰہی اور عنداللہ معزز ہونا لازم ہے ہر گز متغیر نہیں ہوتا۔کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد اس کے جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت میں فرق آگیا یا آپ ﷺ اس قدر و منزلت سے جو آپ ﷺ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے؟ ہر گز نہیں۔

الحاصل بطون نبوت مع لازم اپنے کے جو قرب ہے،کبھی انبیاء ورسل سے زائل نہیں ہوتا۔بخلاف ظہور نبوت و تبلیغ شرائع اپنے کے کہ یہ محدود ہے تاظہور نبوت نبی لاحق کے،اور

نبوت و رسالت انبیاء سابقہ کا بطون گو کہ دائمی ہے مگر چونکہ آنحضرت ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ان کا ملا ہے لہذا خاتم النبیین کی مہر کو اگر سارے انبیاء دنیا میں آپ ﷺ کے بعد دنیا میں آجائیں تو بھی نہیں توڑ سکتے۔ (سیف چشتیائی:ص:۲۳)

مختصر یہ کہ آپ ﷺ خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہوگیا ہے، پس آپ ﷺ کے بعد اب کسی بھی شخص کو تاج نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔ یہ عقیدہ قطعی اور اجماعی ہے۔ اس اجماعی عقیدہ کے خلاف کسی بھی قسم کی تاویل جو کسی کے نئے نبی بننے کا راستہ کھولتی ہو گمراہیت اور کفر ہے۔

الرضا بالکفر کفر

''کفر پر راضی ہونا کفر ہے''

رضا ناراضگی کی ضد ہے۔ حدیث شریف میں دعا منقول ہے:

اللھم انی أعوذ برضاك من سخطك

ترجمہ: یعنی اے اللہ میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں۔

رضا مندی اور ناراضگی کا تعلق دل سے ہے۔ یہ افعال قلب میں سے ہیں جن کا براہ راست اثر انسان کے عمل و فکر پر ہوتا ہے۔ انسان جس چیز سے راضی ہوتا ہے وہ اس کی طرف نظری اور عملی طور پر مائل رہتا ہے جبکہ ناراضگی کی صورت میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ایمان میں داخل ہونے کے بعد ایک مومن سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کفر پر کسی بھی طور پر راضی ہو۔ یہاں تک کہ حالت اضطرار میں بھی بظاہر کلمہ کفر ادا کرنے کی رخصت اسی صورت میں ہے جبکہ دل کفر پر راضی نہ ہو۔ فقہاء کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں کفر کے ساتھ راضی ہونے کو کفر فرمایا ہے کیونکہ کفر کے ساتھ راضی ہونے کا مطلب دل کا ایمان سے خالی ہونا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ

(الزمر۳۹:۷)

ترجمہ: اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا۔

پس جب اللہ تعالیٰ اس پر راضی نہیں کہ بندہ کفر کا مرتکب ہو تو بندہ پر لازم ہے کہ وہ بھی کفر پر راضی نہ ہو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾ (النساء۱۴۰:۴)

ترجمہ: اور بے شک (اللہ نے) تم پر کتاب میں یہ (حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ (انکار اور تمسخر کو چھوڑ کر) کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔

اس کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(انكم اذا مثلهم)فدل بهذا على وجوب اجتناب أصحاب المعاصياذا ظهر منهم منكر لان من لم يجتنبهم فقد رضى فعلهم و الرضا بالكفر كفر.قال الله عز وجل (انكم اذا مثلهم)فكل من جلس فى مجلس معصية و لم ينكر عليهم يكون معهم فى الوزر سواء و

ینبغی أن ینکر علیهم اذا تکلموا علیهم فینبغی أن
یقوم عنهم حتی لا یکون من أهل هذه الایة

(الجامع لأحکام القرآن: ج:۵/ص:۴۱۸)

ترجمہ: (انکم اذا مثلهم) پس یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب گناہ گار لوگوں سے برائی کا صدور ہو تو ان کی صحبت سے اجتناب کیا جائے کیونکہ جو ان کی صحبت سے اجتناب نہ کرے تو وہ ان کے فعل پر راضی ہو جاتا ہے، اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس صورت میں تم انہی کی طرح ہو، پس ہر کوئی جو گناہ کی مجلس میں بیٹھے اور اس پر رد بھی نہ کرے تو وہ ان کے گناہ کے بوجھ میں ان کے ساتھ ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ وہ ان کا رد کرے اور جب وہ گناہ میں مشغول ہوں تو وہ ان کی مجلس سے اٹھ جائے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

قال أهل العلم: هذا یدل علی أن من رضی بالکفر فهو کافر و من رضی بمنکر یراه و خالط أهله و ان لم یباشر کان فی الاثم بمنزلة المباشر بدلیل أنه تعالیٰ ذکر لفظ المثل هنا۔

هذا اذا کان الجالس راضیا بذلک الجلوس فأما اذا کان ساخطا لقولهم و انما جلس علی سبیل التقیة و الخوف فالأمر لیس کذلک۔ و لهذه الدقیقة قلنا بأن المنافقین الذین کانوا یجالسون الیهود و کانوا یطعنون فی القرآن و الرسول کانوا کافرین مثل اولئک الیهود و المسلمون الذین کانوا بالمدینة کانوا بمکة یجالسون الکفار الذین کانوا یطعنون فی القرآن فانهم کانوا باقین علی الایمان۔ و

الفرق أن المنافقین کانوا یجالسون الیهود مع الاختیار
و المسلمین کانوا یجالسون الکفار عند الضرورة

(التفسیر الکبیر: ج:۵/ص:۴۱۵)

ترجمہ: اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کفر پر راضی ہو وہ کافر ہو جائے گا۔ جو کسی برائی کو دیکھتے ہوئے اس پر راضی رہے اور اہل معصیت کے ساتھ مل جائے چاہے وہ گناہ کرے یا نہ کرے وہ گناہ میں ایسا ہی شامل ہوگا جیسے اس نے گناہ کیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کلمہ ''مثل'' ارشاد فرمایا ہے۔

یہ اس صورت میں ہے جبکہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا ان کے ساتھ بیٹھنے پر راضی بھی ہو جہاں تک ان کی باتوں سے ناراض ہوتے ہوئے بیٹھنے کا تعلق ہے یا وہ بطور تقیہ یا کسی خوف کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھا ہو تو پھر معاملہ اس طرح نہیں ہوگا یعنی اس کی تکفیر و تضلیل نہیں کی جائے گی۔

اسی وجہ سے ہم یہ کہتے ہیں کہ منافقین یہودیوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اور یہودی قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ پر نعوذ باللہ طعنہ زنی کرتے تھے اس لئے وہ منافقین بھی انہی یہودیوں کی طرح کے کافر ہیں اور وہ مسلمان جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کافروں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اپنے ایمان پر باقی رہے جبکہ کفار قرآن حکیم پر طعنہ زنی بھی کرتے تھے۔ اس میں فرق یہ ہے کہ منافقین یہود کے ساتھ اپنے اختیار کے ساتھ بیٹھتے تھے جبکہ مسلمان کفار کے ساتھ ضرورت کے وقت بیٹھتے تھے۔

امام قرطبی اور امام رازی علیہما الرحمۃ کی اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار اور اہل معصیت کے ساتھ مجالست اور دنیاوی معاملات کرنا جائز ہے کیونکہ قرآن حکیم میں ''حتی یخوضوا فی حدیث غیره'' ''یہاں تک کہ وہ (انکار اور تمسخر کو چھوڑ کر) کسی دوسری بات میں

مشغول ہو جائیں" فرمایا گیا ہے۔جس میں صراحت ہے کہ جب وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں تو ان کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت ہے۔جب کفار قرآن وسنت کا انکار اور ان کے ساتھ تمسخر کر رہے ہوں تو اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

1. کفار کے ساتھ اپنے اختیار سے دل سے ان کی باتوں سے راضی ہوتے ہوئے بیٹھنا۔
2. کفار کے ساتھ اپنے اختیار سے دل سے ناراض ہوتے ہوئے بیٹھنا جبکہ زبان سے ان کا رد بھی ہو۔
3. کفار کے ساتھ اپنے اختیار سے دل سے ناراض ہوتے ہوئے بیٹھنا جبکہ زبان سے ان کا رد نہ ہو۔
4. کفار کے ساتھ ضرورت کے وقت دل سے ناراض ہوتے ہوئے بیٹھنا جبکہ زبان سے ان کا رد ہو۔
5. کفار کے ساتھ ضرورت کے وقت دل سے ناراض ہوتے ہوئے بیٹھنا جبکہ زبان سے ان کا رد نہ ہو۔

ان تمام صورتوں میں کفر صرف اسی وقت ثابت ہوگا جب کفار کی باتوں کو سننے کے بعد دل میں بھی برا نہ جانا جائے کیونکہ فان لم يستطع فبقلبه (اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ برائی کو زبان سے روکے تو پھر دل سے برا جانے) کو "أضعف الایمان" "ایمان کا کمزور ترین درجہ کہا گیا ہے۔البتہ اگر کوئی مسلمان ان کے ساتھ اس لئے بیٹھے کہ ان کے رازوں کو حاصل کرے یا ان کے دلائل معلوم کرے یا کسی اور ضرورت کے تحت ان سے مجالست کرے جبکہ دل ان کے کفر پر راضی نہ ہو تو اس صورت میں اس مسلمان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔کیونکہ کفر کے ساتھ عدم رضا اس کے ایمان کی علامت ہے۔اگر اس نے بغیر کسی عذر کے زبان یا اعضاء سے ان کے ساتھ کفر میں حصہ لیا یا ان کی باتوں کو دل سے قبول کر لیا یا ایمان میں شک کو قبول کیا تو اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔یاد رہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنا چاہیے،البتہ ان باتوں کو ملحوظ رکھتے

ہوئے اکفار المسلمین سے بھی گریز کرنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا عملت الخطيئة في الارض من شهدها فكرهها كان كمن غاب عنها و من غاب عنها فرضيها كان كمن شهدها

(مشکوۃ المصابیح: رقم الحدیث: ۴۹۱۲)

ترجمہ: جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں حاضر ہو اور اسے ناپسند کرے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ وہاں سے غائب ہو اور جو وہاں سے غائب ہو مگر اس گناہ کے ساتھ راضی ہو گویا وہ ایسے ہی ہے جیسے وہاں حاضر ہو۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خاخ کے باغ میں جاؤ۔وہاں ایک مسافر عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہوگا۔تم اس سے وہ خط لے لینا۔ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا پھر ہم کو ایک عورت ملی۔ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو۔اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو ورنہ تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے خط نکال کر دیا۔ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس خط لے کر آئے،یہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل مکہ کے بعض مشرکین کی طرف تھا جس میں آپ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔میں قریش کے ساتھ چپاں تھا_سفیان نے کہا وہ ان کے حلیف تھے اور قریش میں سے نہ تھے_آپ کے ساتھ جو مہاجر ہیں،ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں،ان رشتہ داریوں کی بناء پر قریش ان کے اہل و عیال کی حفاظت کریں گے۔میں نے یہ چاہا کہ ہر چند کہ ان سے میرا کوئی نسبتی تعلق نہیں تاہم میں ان پر ایک احسان کرتا ہوں جس کی وجہ سے وہ مکہ میں میرے اہل وعیال کی

حفاظت کریں۔

"و لم افعله کفرا ولا ارتدادا عن دینی و لا رضا بالکفر بعد الاسلام"

ترجمہ: "میں نے یہ اقدام کسی کفر کی وجہ سے نہیں کیا، نہ میں نے مرتد ہونے کی وجہ سے ایسا کیا اور نہ اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کے سبب ایسا کیا ہے"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "صدق" "اس نے سچ کہا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: دعنی یا رسول اللہ ﷺ اضرب عنق ھذا المنافق یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ غزوہ بدر میں حاضر ہوا ہے۔ تم کیا جانو کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کے تمام حالات سے واقف ہے اور اس نے ارشاد فرمایا: اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ: باب: من فضائل اھل بدر رضی اللہ عنھم)

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ پر اپنی جان اور مال کو صرف کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص طور پر اس انعام سے نوازا کہ ان کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے گزشتہ تمام گناہوں کو بخش دیا اور اس عمل سے وہ اس فضل کے اہل ہو گئے کہ آخرت میں ان سے کسی گناہ پر مواخذہ نہ ہوگا، البتہ دنیاوی اعتبار سے ان پر احکام شرعیہ کا اجراء ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر افک کی وجہ سے اور حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شراب پینے کی وجہ سے حد جاری ہوئی۔ یہ دونوں صحابہ کرام بدری صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے ہیں۔ مذکورہ آیت مقدسہ اور حدیث شریف میں ان کے لئے اس بات کی بشارت بھی ہے کہ ان کا خاتمہ بالایمان ہی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اعلان فرمادیا کہ اب وہ جو چاہیں کریں اللہ نے ان کی مغفرت فرما دی ہے یعنی ہمیشہ کے لئے ان کو ارتداد اور کفر وشرک سے پاک کر دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے راز کو مشرکین سے بیان کرنا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

خیانت کرنا بظاہر کفر ہے اسی لئے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دینی غیرت وحمیت کی وجہ سے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی تصدیق کے بعد بھی منافق کہا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے جواب کی نبی کریم ﷺ کی جانب سے تصدیق کی وجہ سے اس کا تعین ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے قبل مشرکین کی طرف وہ خط کفر ونفاق کی وجہ سے ارسال نہیں کیا تھا۔ اس حدیث شریف میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا جواب قابل غور ہے جس میں آپ نے اپنے ایمان کا اظہار اس طرح سے فرمایا:

"و لم افعله کفرا ولا ارتدادا عن دینی و لا رضا بالکفر بعد الاسلام"

ترجمہ: "میں نے یہ اقدام کسی کفر کی وجہ سے نہیں کیا، نہ میں نے مرتد ہونے کی وجہ سے ایسا کیا اور نہ اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کے سبب ایسا کیا ہے"

آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ نے ارتداد کی نفی کے بیان کے ساتھ اس کی وضاحت فرمادی کہ میں نے یہ عمل کفر پر راضی ہونے کے سبب نہیں کیا۔

حضرت امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واعلم: من نوی الکفر یکفر و یخرج عن دین الاسلام فی الحال لأن الھم بالکفر یزیل التصدیق فاذا زال التصدیق صار منافقا و المنافق کافر و الھم بالکفر غیر مغفور بالاجماع (شرح بدء الامالی: ص: ۳۲۹)

ترجمہ: جان لو کہ جس نے کفر کرنے کا ارادہ کیا وہ کافر ہو جاتا ہے اور دین اسلام سے اسی وقت نکل جاتا ہے کیونکہ کفر کا ارادہ کرنا تصدیق کو زائل کر دیتا ہے اور جب تصدیق زائل ہو جائے تو انسان منافق ہو جاتا ہے اور منافق کافر ہے۔

اس بات پر اجماع ہے کہ کفر کا ارادہ کرنا معاف نہیں کیا جاتا۔

فتاوی قاضی خان میں ہے:

الرضا بالکفر کفر (الفتاویٰ قاضی خان: ج:۲/ص:۴۶۷)

ترجمہ: کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

اذا لقن الرجل رجلا کلمة الکفر فانه یصیر کافرا و ان کان علی وجه اللعب و کذا اذا امر الرجل امرأة الغیر ان ترتد و تبین هی من زوجها یصیر هو کافرا کذا روی عن أبی یوسف رحمه الله و عن أبی حنیفة رحمه الله أن من امر الرجل ان یکفر کان الأمر کافرا کفر أو لم یکفر و قال الفقیه أبو اللیث رحمه الله :اذا علم الرجل رجلا کلمة الکفر یصیر کافرا اذا علمه أو أمره بالارتداد و کذا فیمن علم المرأة کلمة الکفر انما یصیرهو کافرا اذا امر ها بالارتداد لانه رضی بکفر المامور و من رضی بکفر الغیر یصیر کافرا (الفتاویٰ قاضی خان: ج:۲/ص:۴۶۶)

ترجمہ: اگر کوئی شخص دوسرے فرد کو کفر کی بات کہنے کی تلقین کرے تو وہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ اگرچہ اس نے یہ بات دل لگی یا کھیل میں کی ہو۔ اسی طرح سے اگر کسی آدمی نے کسی آدمی کی عورت کو یہ کہا "تو مرتد ہو جا" تاکہ تو اپنے شوہر کے عقد سے نکل جائے۔ تو وہ تلقین کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ امام ابو یوسف اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ حکم دینے والا کافر ہو جائے گا چاہے مامور اس کی بات پر عمل کرتے ہوئے کفر کرے یا نہ کرے۔

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص کسی دوسرے فرد کو کلمہ کفر سکھاتا ہے یا ارتداد کا حکم دیتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی

شخص کسی عورت کو کفریہ کلمہ سکھائے تو وہ اس کو ارتداد کو حکم دیتے ہی کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ جس کو حکم دے رہا ہے اس کے کفر پر راضی ہو گیا ہے اور جو کسی دوسرے کے کافر ہونے پر بھی راضی ہو جائے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

کسی شخص کو کفر کی تلقین کرنا یا کفر پر کسی بھی دور میں راضی ہونا کفر ہے اسی لئے اگر کوئی مفتی کسی عورت کو مرتد ہونے کا مشورہ دے تاکہ وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے تو اس صورت میں وہ عورت کافر ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں وہ مفتی کافر ہو جائے گا۔

المحیط البرہانی میں ہے:

ومن رضی بکفر نفسه فقد کفر، و من رضی بکفر غیره اختلف المشائخ رحمهم الله تعالیٰ فیه، و قالوا: فی السیر الکبیر :مسألة تدل علی ان الرضا بکفر الغیر لیس بکفر و صورة ما ذکر فی السیر :المسلمون اذا اخذوا أسیرا و خافوا أن یسلم فکعموه بشئ أی شدوا فمه بشئ حتی لا یسلم أو ضربوه حتی یشتغل بالضرب فلا یسلم فقد أساؤوا فی ذلك و لم یقل :فقد کفروا .و أشار شمس الأئمة السرخسی رحمه الله تعالیٰ فی شرحه الی ان هذه المسألة لا تصح دلیلا لأن تأویل هذه المسألة :أن المسلمین یعلمون انه لا یسلم حقیقة و لکن یظهر الاسلام تقیة لینجو عن شر القتل فلا یکون هذا منهم رضا بکفره۔

و ذکر شیخ الاسلام خواهر زاده رحمه الله تعالیٰ فی شرح السیر ان الرضا بکفر الغیر انما یکون کفرا اذا کان یستجیز الکفر و یستحسنه أما اذا کان لا یستجیزه ولا

يستحسنه ولكن أحب الموت أو القتل على الكفر لمن
كان شريرا مؤذيا بطبعه حتى ينتقم منه فهذا لا يكون
كفرا ۔ و من تأمل قول الله تعالیٰ: ربنا اطمس على أموالهم
و اشدد على قلوبهم فلا يؤمنوا (يونس ۸۸:۱۰) حتى يظهر له
صحة ما ادعيناه۔

و على هذا اذا ادعى على ظالم أماتك الله على الكفر أو قال
:سلب الله عنك الايمان أو دعا عليه بالفارسية: خدای
تعالیٰ جان تو بکافری قبض کند،فهذا لا يكون كفرا اذا
كان لا يستحسن الكفر و الا يستجيزه و لكن تمنى ان
يسلبه الله تعالیٰ الايمان حتى ينتقم منه على ظلمه و
ايذاء ه بالخلق و قد عثرنا على رواية أبي حنيفة رحمه الله
تعالیٰ أن الرضا بكفر الغير كفر من غير تفصيل

(المحیط البرھانی: ج:۷/ص:۳۹۸_۳۹۹)

ترجمہ: اور جو اپنی ذات کے کفر پر راضی ہو جائے تو اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا، اور جو کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہو اس میں مشائخ - اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، کا اختلاف ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ سیر کبیر میں ایک مسئلہ ہے، جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ کسی غیر کے کفر پر راضی ہونا کفر نہیں ہے ۔ اس کی صورت سیر میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ مسلمانوں نے ایک قیدی کو پکڑ لیا ۔ انہیں اس بات کا خوف ہوا کہ یہ اسلام قبول کرے گا تو انہوں نے کسی چیز کے ساتھ اس کا منہ باندھ دیا تا کہ وہ اسلام قبول نہ کر سکے یا انہوں نے اس کو اتنا مارا کہ وہ مار کھانے میں اتنا مصروف رہا کہ اسلام قبول نہ کر سکا ۔ بے شک انہوں نے یہ برا عمل کیا ۔ سیر میں اس کے بارے میں یہ نہیں کہا گیا کہ انہوں نے کفر کیا بلکہ

اس عمل کو اساءت بتایا گیا ہے ۔ شمس الائمہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ اس بات پر دلیل نہیں بنتا کہ کفر غیر پر راضی ہونا کفر نہیں، کیونکہ اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ ان مسلمانوں نے جان لیا تھا کہ وہ حقیقی طور پر اسلام کو قبول نہ کرے گا بلکہ اسلام کا اظہار زبان سے صرف اس لئے کرے گا کہ قتل سے خود کو بچا سکے اس صورت میں یہ ان مسلمانوں کا کفر پر راضی ہونا نہیں ہے ۔

شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کی شرح میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونا اس صورت میں کفر ہے جبکہ وہ کفر کو جائز سمجھتا ہو اور اسے بہتر قرار دیتا ہو ۔ اگر وہ اسے جائز نہ سمجھے اور نہ ہی اسے بہتر قرار دے بلکہ اس بات کو پسند کرے کہ یہ شریر اور فطری ایذا دینے والا آدمی کفر پر مر جائے یا کفر پر ہی قتل کر دیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہو گا، اور جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کرے گا اس پر ہمارے دعویٰ کی صحت واضح ہو جائے گی ۔

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے ہمارے رب! بے شک تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی میں اسباب زینت اور مال و دولت (کی کثرت) دے رکھی ہے، اے ہمارے رب! (کیا تو نے انہیں یہ سب کچھ اس لئے دیا ہے) تا کہ وہ (لوگوں کو کبھی لالچ اور کبھی خوف دلا کر) تیری راہ سے بہکا دیں ۔ اے ہمارے رب! تو ان کی دولتوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ پھر بھی ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں ۔

اسی طرح اگر کسی ظالم کے لئے بد دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ تجھے کفر پر موت دے یا اللہ تعالیٰ تجھ سے ایمان کو سلب کر لے یا اس کے لئے فارسی میں

بددعا کرے کہ اللہ تعالیٰ تیری جان کفر کی حالت میں قبض کرے۔تو یہ کفر نہیں ہوگا جبکہ وہ کفر کو بہتر نہ جانتا ہو اور نہ ہی اس کو جائز سمجھتا ہو۔بلکہ کفر کے بجائے یہ تمنا کرنا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو سلب کرلے تاکہ اس کے ظلم اور مخلوق کو تکلیف پہنچانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے۔ہم نے امام ابوحنیفہ کی روایت کو ہی اختیار کیا ہے کہ کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونا بغیر کسی تفصیل کے کفر ہے۔

امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الرضا بالکفر مستخفا بالکفر لا یکون کفرا لقوله تعالیٰ عن قصة موسیٰ علیه السلام :واشدد علی قلوبهم فلا یؤمنوا الایة (فتاوی النوازل:ص:۲۸۶)

ترجمہ: کفر پر کفر کا استخفاف کرتے ہوئے راضی ہونا کفر نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے۔"اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ پھر بھی ایمان نہ لائیں"

عبارات مذکورہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کسی دوسرے کے کفر پر، کفر کو مستحسن اور جائز سمجھتے ہوئے راضی ہونا بھی کفر ہے۔جہاں تک ان مجاہدین کا تعلق ہے جو ایک کافر کا منہ باندھ دیں یا اسے بے ہوش کردیں تاکہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ ہوجائے تو ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ انہوں نے یہ عمل اس کے کفر سے خوش ہونے کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ وہ اس بات کے خواہشمند تھے کہ اس شخص نے اہل اسلام پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے ہیں لہٰذا اسے اسلام قبول کرنے نہ دیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کفر پر مرنے کی وجہ سے اسے جہنم کے ابدی عذاب میں داخل فرمادے۔اس عمل کے ظلم ہونے میں کوئی شک نہیں تاہم اس عمل پر ان مجاہدین کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی علماء کے بیان کردہ اس مسئلہ سے یہ بات اخذ کی جائے گی الرضا بکفر الغیر کفر نہیں۔

جہاں تک ان آیات مقدسات کا تعلق ہے جن میں انبیاء کرام علیہم السلام نے کفار کے لئے کفر پر مرنے کی دعا کی ہے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان کا یہ عمل نعوذ باللہ کفر پر راضی ہونے یا اسے اچھا سمجھنے کی وجہ سے ہرگز نہ تھا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا تو مشن ہی لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا ہوتا ہے۔جب انہیں یہ یقین ہوگیا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے تو اس صورت میں وہ ان موذی شریر لوگوں کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کا خاتمہ بالکفر ہی کرے تاکہ وہ ابد الاباد جہنم میں ہی رہیں۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام خواهر زاده رحمه الله تعالیٰ فی شرح السیر ان الرضا بکفر الغیر انما یکون کفرا اذا کان یستجیز الکفر و یستحسنه أما اذا کان لا یستجیزه ولا یستحسنه ولکن أحب الموت أو القتل علی الکفر لمن کان شریرا مؤذیا بطبعه حتی ینتقم منه فهذا لا یکون کفرا .و من تأمل قول الله تعالیٰ :ربنا اطمس علی أموالهم و اشدد علی قلوبهم فلا یؤمنوا (یونس ۱۰:۸۸)حتی یظهر له صحة ما ادعیناه.و هو المنقول عن الماتریدی،و قول بعضهم :ان جاء ه کافر لیسلم فقال:اصبر حتی أتوضا أو أخره یکفر لرضاه بکفره فی زمان موافق لما روی عن الامام لکن یدل علی خلافه ما روی فی الحدیث الصحیح فی فتح مکة أن ابن أبی سرح أتی به عثمان رضی الله تعالیٰ عنه الی النبی ﷺ فقال:یا رسول الله (صلی الله علیه واله وسلم)بایعه فکف صلی الله علیه و اله وسلم یده و نظر الیه ثلاث مرات و هو معروف فی السیر ،و هو یدل

بظاهره على أن التوقف مطلقا ليس كما قاله كفرا۔

(روح المعانی:ج:۳/ص:۲۲۵)

ترجمہ: شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کی شرح میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونا اس صورت میں کفر ہے جبکہ وہ کفر کو جائز سمجھتا ہو اور اسے بہتر قرار دیتا ہو۔ اگر وہ اسے جائز نہ سمجھے اور نہ ہی اسے بہتر قرار دے بلکہ اس بات کو پسند کرے کہ یہ شریر اور فطری ایذا دینے والا آدمی کفر پر مر جائے یا کفر پر ہی قتل کر دیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا، اور جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کرے گا اس پر ہمارے دعویٰ کی صحت واضح ہو جائے گی۔

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے ہمارے رب! بے شک تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی میں اسباب زینت اور مال و دولت (کی کثرت) دے رکھی ہے، اے ہمارے رب! (کیا تو نے انہیں یہ سب کچھ اس لئے دیا ہے) تا کہ وہ (لوگوں کو کبھی لالچ اور کبھی خوف دلا کر) تیری راہ سے بہکا دیں۔ اے ہمارے رب! تو ان کی دولتوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ پھر بھی ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

امام ماتریدی اور بعض علماء رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے کہ اگر کسی کے پاس کافر اسلام قبول کرنے کے لئے آیا تو اس نے کہا صبر کرو تا کہ میں وضو کر لوں یا اس میں تاخیر کی تو وہ کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے اسی وقت کافر ہو جائے گا امام سے مروی ہونے کی وجہ سے۔ لیکن اس کا خلاف حدیث صحیح میں مروی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ابن ابی سرح کو حضرت سیدنا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی

یارسول اللہ ﷺ اس سے بیعت لے لیں۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس سے روکے رکھا اور اس کی طرف تین بار دیکھا۔ سیر کی کتب میں یہ واقعہ مشہور و معروف ہے۔ جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا مطلقاً کفر نہیں جیسا کہ امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کفر قرار دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر چند اشخاص کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ اگر یہ کعبہ شریف کے پردے میں بھی پناہ لیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ان میں سے ایک تھا۔ یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تا کہ وہ بیعت کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے تو نبی کریم ﷺ نے اس کی بیعت لینے میں توقف فرمایا تا کہ حالت کفر میں ہی اس کو کوئی صحابی رضی اللہ عنہ قتل فرما دیں۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے اس مسئلہ میں یہ مثال پیش کی ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ غیر کے کفر پر راضی ہونا یا اسے دائرہ ایمان میں داخل کرنے میں توقف کرنا علی الاطلاق کفر نہیں ہے۔ یہ عمل کفر اسی وقت ہوگا جب کفر کو مستحسن سمجھا جائے یا کفر کو جائز سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ راضی ہوا جائے۔

کسی کو مسلمان کرنے میں تاخیر کرنا:

اگر کوئی کافر کسی مسلمان کے پس اسلام قبول کرنے کے لئے آئے تو اسے چاہیئے کہ بلا تاخیر اس کی مسلمان ہونے میں مدد کرے۔ یاد رہے کہ کسی کافر کے لئے مسلمان ہونے کے لئے کسی مسلمان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں اگر وہ کلمہ شہادت ادا کر لے اور کسی کتاب یا عالم کی تقریر سن کر اپنے باطل عقائد پر مطلع ہو کر اس سے توبہ کر لے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ اگر کوئی کافر مسلمان ہونا چاہے تو اس کو مسلمان کرنے میں تاخیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے، بعض لوگوں کے پاس جب کوئی کافر مسلمان ہونے کے لئے آئے تو وہ

اسے کسی بڑے پیر صاحب یا علامہ صاحب کے پاس بھیج دیتے ہیں۔اس عمل سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنا چاہئے۔بعض علماء نے اس عمل کو اس کافر کے کچھ عرصہ کے لئے کافر رہنے پر راضی ہونے کی وجہ سے کفر کہا ہے۔اس کے کفر ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

امام ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

کافر جاء الی مسلم فقال :اعرض علی الاسلام فقال المسلم :اذهب الی فلان و هو یعرض علیك الاسلام۔
اختلف المشائخ فيه.قيل :انه لا يكفر لأن من الكفر شئ لا يزيد بكلمة الشهادة مالم يبرأ عن دينه ،و عسى هذا الرجل لا يعلم ذلك ، وينبغي للعالم أن يبادر بتكثير أهل الاسلام مع أنه يقضي باسلام المكره تحت ظلال السيوف. (الفتاویٰ النوازل:ص:۲۸۸)

ترجمہ: خلاصہ:ایک کافر ایک مسلمان کے پاس آیا۔اس سے کہا کہ مجھ پر اسلام کو پیش کرو۔اس مسلمان نے کہا کہ تم فلاں کے پاس چلے جاؤ وہ تم پر اسلام کو پیش کرے گا۔مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر نہیں ہوگا۔کیونکہ بعض اوقات کفریہ عقائد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ محض کلمہ شہادت پڑھنے سے زائل نہیں ہوتے ،اس بات کا امکان ہے کہ وہ مسلمان شخص ان کو نہ جانتا ہو۔عالم کے لئے یہ مناسب ہے وہ مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کرے۔جبکہ علماء اس بات کا بھی فتویٰ دیتے ہیں کہ تلوار کے زور پر اگر کوئی شخص اسلام قبول کرے تو اس کا اسلام مقبول ہوگا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ کافر کو مسلمان کرنے میں تاخیر کرنے کی وجہ سے مسلمان کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس میں تاخیر کرنا مناسب نہیں۔نیز مقتیان کرام کو چاہئے کہ وہ مسئلہ الکفار میں اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ جس قدر ممکن ہو سکے وہ مسلمانوں کی تعداد کو بڑھانے کی

کوشش میں اپنی قوتوں کو صرف کریں۔

خلاصہ:

1. کسی فرد کا اپنے کفر پر راضی ہونا بلا اختلاف کفر ہے۔
2. کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونے کی مختلف صورتیں ہیں:

ا۔ کفر کو جائز اور مستحسن سمجھتے ہوئے کسی کے کفر پر راضی ہونا۔کفر غیر پر راضی ہونے کے بلا تفصیل کفر ہونے سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہی مراد ہے۔

ب۔ کفر کو ناجائز اور غیر مستحسن سمجھتے ہوئے کسی کے کفر پر راضی ہونا تاکہ اس کافر کی موت کفر ہونے کی وجہ وہ ابدی عذاب کا مستحق ہو نیز کفر اور فتنہ وفساد پھیلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے۔

پہلی صورت کے کفر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جبکہ دوسری صورت میں فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور یہی قرآن سنت کی نصوص کا تقاضا ہے۔

ج۔ اگر کسی شخص کو اسلام قبول کروانے میں توقف یا تاخیر سے کام لیا جائے تو یہ کفر نہیں ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ
(الکہف ۱۸:۲۹)

ترجمہ: اور آپ فرما دیجئے کہ (یہ) حق تمہارے رب کی طرف سے ہے،پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔

جب اللہ تعالیٰ نے خود یہ فرما دیا کہ جو چاہے کفر کرے اور جو چاہے ایمان لائے تو پھر کفر کرنے پر ہماری گرفت کیوں ہوگی؟

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے ہرگز اس بات پر راضی نہیں کہ وہ کفر کریں۔اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ

(الزمر ۳۹:۷)

ترجمہ: اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا۔

اللہ رب العزت نے نہ تو انسان کو مجبور پیدا فرمایا ہے اور نہ ہی اسے مطلقاً اختیارات عطا فرمائے ہیں کہ یہ جو چاہے کرتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل، ایمان و کفر کے فرق کو واضح فرما دیا ہے اور اپنے انبیاء و رسل کو بھیج کر اتمام حجت فرما کر ہر شخص کو اختیار دیا ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے اختیار کرے۔ اگر اس نے حق کے واضح ہونے کے بعد بھی کفر و شرک کو پسند کیا تو وہ سزا کا حقدار ہوگا۔ مذکورہ اشکال کے جواب کے لئے اس پوری آیت مقدسہ کو سمجھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَّسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ (الکہف ۱۸:۲۹)

ترجمہ: اور آپ فرما دیجئے کہ (یہ) حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے بیشک ہم نے ظالموں کے لئے (دوزخ کی) آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ (پیاس اور تکلیف کے باعث) فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو بھون دے گا، کتنا برا مشروب ہے اور کتنی بری آرامگاہ ہے۔

یاد رہے کہ بعض اسباب کی وجہ سے حقیقۃ کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک

سیاق نظم کی وجہ سے حقیقۃ کو ترک کرنا ہے یعنی بعض اوقات حقیقۃ کو سیاق کلام کی وجہ سے ترک کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک مسلمان کسی حربی سے یہ کہے "أنزل" "تو نیچے اتر جا" اور وہ آجائے تو اس صورت میں اس حربی کو امان دی جائے گی۔ اگر وہ کہے "أنزل ان کنت رجلا" "اگر تو مرد ہے تو نیچے اتر" تو اس صورت میں وہ مامون نہیں ہوگا کیونکہ سیاق کلام سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ متکلم ہرگز اس کو پناہ دینے پر راضی نہیں۔ اسی طرح سے اگر اس آیت مقدسہ کے سیاق میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے یہاں حقیقۃ کو سیاق نظم و کلام کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ومن شاء فلیکفر کے بعد اس کی وضاحت فرما دی ہے کہ جو کوئی کفر کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔ حضرت امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و بیان النوع الثالث، و هو سیاق النظم فی قوله تعالیٰ :فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا فان سیاق النظم یتبین ان المراد هو الزجر و التوبیخ دون الامر و التخییر (اصول السرخسی: ج:۱/ص:۱۹۲-۱۹۳)

ترجمہ: جن اسباب کی وجہ سے حقیقت کو ترک کر دیا جاتا ہے ان میں تیسری قسم نظم و کلام کا سیاق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت فمن شاء فلیؤمن ومن شا فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا میں ارشاد فرمایا۔ بے شک کلام کے سیاق سے یہ بات واضح ہے کہ اس سے مراد زجر و توبیخ کرنا ہے نہ کہ یہ کفر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے یہ کفر کرنے کا اختیار دیا جا رہا ہے۔

امام حسام الدین فرماتے ہیں:

و بدلالة سیاق النظم کما فی قوله تعالیٰ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا

(الحسامی: ص:۱۷)

ترجمہ: اور سیاق نظم سے حقیقت کو ترک کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ میں ارشاد فرمایا: فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا

پس اگر اس آیت مقدسہ کے سیاق میں غور کیا جائے تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آیت اس لئے بیان کی گئی ہے کہ یہ بتادیا جائے کہ جو کفر کا مرتکب ہو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس لئے اس آیت من شاء فلیکفر میں حقیقۃ کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے۔

تبجیل الکافر کفر

"کافر کی تعظیم کرنا کفر ہے"

عربی زبان میں تَبجِیل سے مراد کسی کی تعظیم کرنا ہے۔ کسی کی تعظیم اس کے علم، بزرگی، شرافت، دینی منصب، مال و دولت، حسب و نسب اور دیگر صفات کی وجہ سے کی جاتی ہے، البتہ اگر قدر و شرف کا معیار بدل جائے تو ہر انسان اپنی طبیعت اور معیار کے مطابق شخصیات کی تعظیم و توقیر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق حقیقی طور پر ہر وہ شے لائق تعظیم ہے جس کا تعلق اللہ اور اس کے نبی مکرم ﷺ سے ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کی تعظیم کرنے کو خیر اور دلوں کا تقویٰ ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ (الحج ۲۲:۳۰)

ترجمہ: یہی (حکم) ہے اور جو شخص اللہ (کی بارگاہ) سے عزت یافتہ چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو وہ اس کے رب کے ہاں اس کے لئے بہتر ہے۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲ (الحج ۲۲:۳۲)

ترجمہ: یہی (حکم) ہے اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ (تعظیم) دلوں

کے تقویٰ میں سے ہے۔

کسی فرد کی تعظیم مختلف انداز سے کی جاتی ہے جیسے دست بوسی کرنا، اس کے لئے قیام کرنا یا اچھے القابات اور وہ کلمات استعمال کرنا جو تعظیم کے لئے مستعمل ہوں۔ اس کا آخری درجہ کسی کی تعظیم کے لئے اپنی پیشانی کو جھکا دینا ہے۔ جیسے تمام ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کرنا۔ تعظیم اس وقت تعظیم بنتی ہے جب محبت کے ساتھ کی جائے اسی لئے کسی کی تعظیم کرنا اس کی طرف قلبی میلان کی دلیل ہے۔

بعض اوقات انسان کسی کی تعظیم اس کے دنیاوی منصب یا قریبی رشتہ کی وجہ سے کرتا ہے، بعض اوقات تعظیم کرنا بخوشی اپنے اختیار سے ہوتا ہے جیسے انسان کا اپنے والدین کی تعظیم کرنا، اور بعض اوقات مجبوراً جیسے اپنے سے بڑے منصب پر فائز ناپسندیدہ شخص کی تعظیم کرنا۔ اگر ہم اپنے معاشرہ کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم کئی ایک اشخاص کی بلا تفریق دین و مذہب، خواہی نہ خواہی، اس کے دین سے صرف نظر کرتے ہوئے دنیاوی منصب یا کسی اور وصف کی وجہ سے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ دنیا میں لا تعداد اسکولز اور تعلیمی ادارے ہیں جہاں عیسائی، یہودی، ہندو اور دیگر مذاہب کے اساتذہ تدریس کا کام سرانجام دیتے ہیں اور مسلمان طلباء اور طالبات کے لئے ان کی تعظیم کرنا اخلاقاً بھی ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح سے دنیا کی مختلف کمپنیز اور صنعتی اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر کفار فائز ہیں جبکہ مسلمان ان کے ماتحت رہ کر کام بھی کرتے ہیں اور ان کے حسب منصب ان کی تعظیم بھی کرتے ہیں، بعض اوقات ہم کسی فرد کی اس کے فن یا کسی اور وصف کی وجہ سے تعظیم کرتے ہیں جبکہ ہماری دلچسپی کا تعلق اس کے دین یا مذہب سے قطعی نہیں ہوتا۔ ہماری توجہ کا مرکز صرف اس کی وہ خاص صفت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اس شعبہ میں دیگر سے ممتاز نظر آتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم فقہاء کے اس قول "تبجیل الکافر کفر" یعنی "کافر کی تعظیم کفر ہے" پر بحث کریں گے۔

حضرت علامہ شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تبجیل الکافر کفر،فلو سلم علی الذمی تبجیلا کفر و لو قال للمجوسی :یاأستاذی تبجیلا کفر (الأشباہ والنظائر: ج:۲/ص:۷۸)

ترجمہ: کافر کی تعظیم کفر ہے، پس اگر مسلمان نے ذمی کو تعظیماً سلام کیا اور اگر مجوسی سے تعظیماً کہا اے میرے استاذ تو یہ کفر ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

و فی مصباح الدین،سئل أبو حفص الکبیر عن رجل أتی المشرکین و قد ترك صلاۃ أو صلا تین فان کان تعظیما لھم کفر و لیس علیه قضاء الصلاۃ و ان اتی ذلك بفسق لم یکفر و قضی ما ترك (الفتاوی الھندیہ ج:۲/ص:۳۶۹)

ترجمہ: مصباح الدین میں ہے کہ ابوحفص کبیر سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو مشرکین سے ملاقات کرے اور ایک نماز یا دو نمازوں کو چھوڑ دے تو آپ نے بتایا کہ اگر وہ ان کی تعظیم کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا اور اس پر نماز کی قضاء نہیں ہے،اور اگر یہ بطور فسق نماز کو فسق کرتا ہے تو جتنی نمازیں اس نے ترک کی ہیں یہ ان کی قضا کرے گا۔

فقہاء کی ان عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کافر و مشرکین کی تعظیم کرنا کفر ہے،بعض حضرات فقہاء کی ان عبارات کو علی الاطلاق بیان کرتے ہیں اور اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ کافر کی مطلقاً تعظیم کرنا کفر ہے۔جو یقیناً درست نہیں ہے کیونکہ شریعت سے کفار کی ان کے دنیاوی منصب یا کسی حق کی وجہ سے تعظیم کے جواز کا ثبوت ملتا ہے نیز اس صورت میں مسلمانوں کے سواد اعظم کو اسلام سے خارج کرنا لازم آئے گا۔اگر اس اصول کو مطلق رکھا جائے تو سب سے زیادہ پریشانی ان مسلمانوں کو ہوگی جو غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر ہیں اور شاید ان میں سے پھر کوئی بھی مسلمان نہ رہے۔اگر قرآن وسنت اور فقہاء کی عبارات میں غور کیا جائے تو

معلوم ہوتا ہے کہ کسی کافر کی مطلقاً تعظیم کرنا کفر نہیں ہے۔کسی کافر و مشرک کی تعظیم اس وقت کفر ہوگی جب کہ ان کی تعظیم ان کے کفر کی وجہ سے کی جائے۔مثلاً اگر کالج کے کسی مسیحی استاذ کی تعظیم اس کے دنیاوی منصب کی وجہ سے کی جائے جیسے کلاس میں اس کے استقبال میں تعظیماً قیام کرنا،تو یہ کفر نہیں ہوگا۔ہاں اگر اس کی تعظیم کا سبب اس استاذ کے کفریہ عقائد ہوں یا اس کے باطل عقائد سے راضی ہونا ہو تو پھر وہ تعظیم کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔اپنے موقف کی تائید میں اب ہم کچھ مثالیں پیش کریں گے:

پہلی مثال:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ (لقمان ۳۱:۱۴)

ترجمہ: (اسے یہ حکم دیا) کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی (تجھے) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اس کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و کفی بذلك دلالۃ علی تعظیم حقھما و وجوب برھما و الاحسان الیھما (احکام القرآن: ج:۲/ص:۲۴۳)

ترجمہ: اور یہ والدین کے حق کی تعظیم کرنے،ان کے ساتھ نیکی کرنے کے واجب ہونے اور ان پر احسان کرنے کے لئے دلیل ہونے پر کافی ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں:

و قال فی الوالدین الکافرین :و ان جاھداك علی ان تشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطعھما و صاحبھما فی الدنیا معروفا(لقمان ۱۵:۳۱)..........

قال أبو بکر فطاعۃ الوالدین واجبۃ فی المعروف لا فی معصیۃ اللہ فانه لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ

الخالق.......ومن اجل ما أكد الله تعالیٰ من تعظيم حق الأبوين قال أصحابنا :لا ينبغي للرجل أن يقتل أباه الكافر اذا كان محاربا للمسلمين .لقوله تعالیٰ و لا تقل لهما اف(الاسراء ١٧:٢٣)و قوله تعالیٰ :و ان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما و صاحبهما في الدنيا معروفا(لقمان ١٥ :٣١).فأمر تعالیٰ بمصاحبتهما بالمعروف في الحال التي يجاهدانه فيها على الكفر.....و قال اصحابنا في المسلم يموت أبواه و هما كافران :انه يغسلهما و يتبعهما و يدفنهما لأن ذلك من الصحبة بالمعروف التي أمر الله بهما (احکام القرآن: ج:٢/ص:٢٤٣-٢٤٤)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافر والدین کے بارے میں فرمایا: اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی حقیقت کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا (کے کاموں میں) ان کا اچھے طریقے سے ساتھ دینا۔ (لقمان ۳۱:۱۵)

ابوبکر فرماتے ہیں: والدین کی اطاعت نیکی میں کرنا واجب ہے۔ گناہ میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی، کیونکہ مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں نہیں کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے جو والدین کے حق کی تعظیم کرنے پر اتنی تاکید فرمائی ہے تو اس کی وجہ سے ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کافر باپ کو قتل کرے جب وہ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے والا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انہیں اف بھی نہ کہنا (الاسراء ۱۷:۲۳)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں

کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی حقیقت کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا (کے کاموں میں) ان کا اچھے طریقے سے ساتھ دینا۔ (لقمان ۳۱:۱۵)

پس اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں بھی ان کی صحبت کو نیکی کے ساتھ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ وہ اس مسلمان کو مشرک بنانے کی کوشش کر رہے ہوں.... ہمارے اصحاب اس مسلمان کے بارے میں فرماتے ہیں جس کے والدین مر گئے ہوں اور وہ کافر ہوں، کہ وہ ان دونوں کو غسل دے گا، ان کے جنازے کے پیچھے جائے گا اور انہیں دفن بھی کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس صحبت کے اختیار کا حکم دیا ہے وہ نیکی کے ساتھ ہے۔

حضرت امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی تعظیم کا مطلقاً حکم دیا ہے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے والدین کی اطاعت اور تعظیم کرے۔ ان کی تعظیم اور اطاعت کرنے میں والدین کے مسلمان ہونے کی قید نہیں ہے۔

جب کافر والدین شرک کی طرف دعوت دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کافر والدین کی تعظیم کرنا اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے لیکن اگر وہ شرک کا حکم دیں تو اس صورت میں بھی ان کے ساتھ بھلائی کی جائے گی تاہم ان کی اطاعت خالق کی معصیت میں کرنا جائز نہیں۔

دوسری مثال:

قرآن حکیم میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "اب" مشرک تھے۔

قرآن مجید میں موجود ہے کہ آپ علیہ السلام نے انہیں "ابت" کہہ کر پکارا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے "أب" کو بار بار "یا أبت" کہہ کر پکارنا اور ان کی زندگی میں انہیں "سلام علیك سأستغفر لك ربي" (مریم ۱۹:۴۲ تا ۴۷) کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ

کے قلب میں اپنے "أب" کے لئے دل میں تعظیم اور محبت کے جذبات تھے جسے یقیناً کفر نہیں کہا جا سکتا۔

تیسری مثال:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قال النبی صلی الله علیه واله وسلم: أنزلوا الناس منازلهم (سنن أبی داود: ج:۲/ص:۳۲۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ سلوک ان کے مراتب کے اعتبار سے کرو۔

اس حدیث شریف میں لوگوں کی مہمان نوازی اور ان کے ساتھ سلوک ان کے منصب کا لحاظ رکھتے ہوئے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں "الناس" کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کافر ہو یا مسلمان، متقی ہو یا فاسق اس کے دنیاوی منصب کے پیش نظر اس کی مہمان نوازی کی جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر کی تعظیم، مہمان نوازی یا اس کے ساتھ کسی بھی قسم کا معاملہ اس کے دنیاوی منصب کا لحاظ رکھتے ہوئے کرے تو یہ کفر نہیں ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہرقل روم کی طرف اپنا مکتوب گرامی ارسال فرمایا تو اس میں تحریر تھا۔

بسم الله الرحمن الرحیم۔ من محمد عبد الله و رسوله (ﷺ) الی هرقل عظیم الروم (صحیح البخاری: بدء الوحی، رقم الحدیث:۶)

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول کی طرف سے ہرقل، روم کے عظیم کی طرف۔

روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور نام ہرقل تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے "عظیم الروم" تحریر فرمایا۔ اس حدیث شریف کی شرح میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فیه عدول عن ذکره بالملك و الامرة لانه معزول بحکم الاسلام لکنه لم یخله من اکرام لمصلحة التالیف

(فتح الباری: ج:/ص:)

ترجمہ: اس میں ہرقل کی بادشاہت اور امارت سے اعراض کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اسلام کے حکم سے معزول کر دیا گیا تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کی تالیف قلب کی مصلحت کی وجہ سے اکرام سے خالی نہیں رکھا۔

اس حدیث شریف اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے دنیاوی منصب کا لحاظ رکھتے ہوئے تالیف قلب کے لئے اس کا اکرام کیا تا کہ اسے اسلام قبول کرنے میں آسانی ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کافر کی تالیف قلب کے لئے اکرام کیا جائے اور اس کے دنیاوی منصب کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی تعظیم کی جائے تو یہ جائز ہے۔ یقیناً ایسے کافر سے بد اخلاقی کے ساتھ پیش آنا دعوت تبلیغ میں بہت بڑی رکاوٹ بن سکتا ہے اور یہ عمل حکمت کے بھی خلاف ہے۔

محیط برہانی میں ہے:

قال صاحب الجامع الأصغر: المسلم اذا أهدی یوم النیروز الی مسلم آخر شیئا و لم یرد به تعظیم ذلك الیوم، ولکن جری علی ما اعتاده بعض الناس لا یکفر ولکن ینبغی أن لا یفعل ذلك فی ذلك الیوم خاصة و یفعله قبله أو بعده، کیلا یکون شبیها بأولئك القوم و قد قال النبی ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم... و فی الواقعات حکی عن أبی حفص الکبیر رحمه الله تعالیٰ لو أن رجلا عبد الله خمسین سنة، ثم جاء یوم النیروز فأهدی الی بعض المشرکین بیضة یرید به تعظیم ذلك

الیوم، فقد کفر و أحبط عمله، و هذا بخلاف ما لو اتخذ مجوسی دعوة لحلق شعر رأس الصبی و دعا الناس الی ذلك فحضر بعض المسلمین دعوته و أهدی الیه شیئا لا یکفر.

(المحیط البرہانی: ج: ۷/ص: ۴۲۹)

ترجمہ: صاحب جامع اصغر نے فرمایا ہے کہ مسلمان جب کسی دوسرے مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ دے اور اس کا ارادہ اس دن کی تعظیم کا بھی نہ ہو، بلکہ اس نے یہ کام اپنی عادت کے مطابق کیا ہو جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ خاص طور پر اس دن یہ کام نہ کرے بلکہ اس سے پہلے یا اس کے بعد تحفہ دے دے، تا کہ اس قوم کے ساتھ مشابہت نہ ہو، اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہوگا۔

واقعات میں ہے کہ ابوحفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت ہے کہ اگر کسی آدمی نے اللہ کی عبادت پچاس سال تک کی ہو۔ پھر یوم نوروز آجائے اور وہ اس دن کی تعظیم کی نیت سے کسی مشرک کو انڈہ تحفہ میں دے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ بخلاف اس کے کہ ایک مجوسی اپنے بچہ کے سر منڈانے کی لوگوں کو دعوت کرے۔ کوئی مسلمان اس میں حاضر ہو اور اسے کوئی چیز بطور ہدیہ دے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

قدیم زمانہ سے نوروز مشرکین کا مذہبی تہوار ہے۔ اسی لئے فقہاء نے کفار کے اس دن کی تعظیم کو کفر کہا ہے، البتہ اگر کوئی مسلمان اس دن کی تعظیم کی نیت کے بغیر کسی کو تحفہ پیش کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اگر مسلمان کسی کافر کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے دعوت میں شرکت کریں اور اس کو تحائف پیش کریں تو ان کی تکفیر بھی نہیں کی جائے گی۔ اس حوالہ سے امام برہان الدین

رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مالدار مجوسی فقیر مسلمانوں پر بہت احسان کرتا تھا۔ ان کی مساجد پر مال خرچ کرتا اور مسجد میں چراغ جلانے کے لئے پیسے بھی دیتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنے بچہ کو گنجا کرنے کی رسم میں مسلمانوں کو دعوت دی۔ اہل اسلام میں سے ایک بہت بڑی تعداد نے اس میں شرکت کی اور اسے تحائف پیش کئے۔ مسلمانوں کا یہ عمل وہاں کے "مفتی صاحب" کو بہت ناگوار گزرا اور انہوں نے اپنے استاذ شیخ الاسلام امام ابوالحسن سغدی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط لکھا اور ساری بات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا: "أدرک أهل بلدک فقد ارتدوا و شهدوا اشعار المجوس" اپنے شہر کے لوگوں کو سنبھالیں کیونکہ وہ مرتد ہو گئے ہیں اور انہوں نے مجوسیوں کے شعار میں شرکت کی ہے۔ ان کے استاذ شیخ الاسلام امام ابوالحسن سغدی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

أن اجابة دعوة اهل الذمة مطلقة فی الشرع و مجازاة المحسن بالاحسان من المروة و الکرم و حلق الرأس لیس من شعار أهل الضلال و الحکم بردة أهل الاسلام بذلك القدر غیر ممکن و الاولی لاهل الاسلام أن لا یوافقوهم مثل هذه الاحوال لاظهار الفرح و المسرة

(المحیط البرہانی: ج: ۷/ص: ۴۲۹)

ترجمہ: شریعت میں اہل ذمہ کی دعوت کو قبول کرنا جائز ہے۔ اور احسان کرنے والے کے احسان کا بدلہ احسان، مروت اور کرم کے ساتھ دینا چاہیئے۔ سر منڈانا گمراہ لوگوں کا شعار نہیں ہے، اور اس قدر اہل اسلام کے مرتد ہونے کے حکم دینا ممکن نہیں ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ اہل اسلام کفار کی مسرت، فرحت اور خوشی کے اس طرح کے مواقع میں شریک نہ ہوں۔

امام برہان الدین اور امام سغدی علیہما الرحمۃ کی تصریحات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کفار کے ساتھ معاملات کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان سے

معاملہ کرنا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔آپ ﷺ نے خود تبلیغ کے لئے کفار کی دعوت بھی
کی ہے اوران کی دعوت میں شرکت بھی کی ہے۔کفار کے احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینا
مستحسن ہے نیزان کی دعوت کو قبول کرنا،انہیں تحائف دینااوران کے ساتھ کھانا جائز ہے
تاہم اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان ان کے ساتھ اظہار مسرت کے موقع پر شریک نہ ہوں۔پس یہ بات
واضح ہوگئی کہ کسی کافر کی تعظیم مطلقاً کفر نہیں ہے البتہ اگر کسی کافر کی تعظیم یا ان کے دینی ومذہبی
شعار کی تعظیم ان کے کفر کی وجہ سے کی گئی تو یہ کفر ہوگا۔اس ضمن میں ان کے دینی شعار اور
معاشرتی تہوار میں فرق کرنا ضروری ہے،جیسا کہ امام سغدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح "و حلق
الرأس ليس من شعار أهل الضلال" سے ثابت ہے۔

حضرت امام حموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال بعض الفضلاء يجب تقييده بأن يكون تعظيما لكفره

(شرح الحموی:ج:ا/ص:۷۷)

ترجمہ: بعض فضلاء نے یہ کہا ہے کہ اس قول کو اس طور پر مقید کرنا واجب ہے کہ کافر کی
تعظیم اس صورت میں کفر ہوگی جب کہ یہ تعظیم اس کے کفر کی وجہ سے ہو۔

یعنی یہ ضروری ہے کہ فقہاء کے اس قول کو اس بات کے ساتھ مقید کیا جائے کہ کافر کی
تعظیم اس وقت کفر ہے جب اس کی تعظیم کفر کی وجہ سے کی جائے۔اگر اس کو اس قید کے ساتھ
مقید نہ کیا گیا تو اس صورت میں اہل اسلام کی بڑی تعداد کو اسلام سے خاج کرنا لازم آئے
گا۔کفار کی تعظیم کو مطلقاً کفر کہنا ادعوا الى سبيل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنة
کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس قاعدہ کو مطلق رکھنا دعوت وتبلیغ کے کام میں رکاوٹ ہے۔

وضع حدیث

ہر نیکی اپنی نوعیت کے اعتبار سے موجب ثواب ہوتی ہے اسی طرح ہر گناہ اپنی
نوعیت کے اعتبار سے کبیرہ یا صغیرہ ہوتا ہے۔دو رکعت نفل ادا کرنا یقیناً باعث اجر وثواب
ہے لیکن اگر یہی نیکی رمضان شریف میں کی جائے تو اس کا ثواب فرائض کے برابر ہوجاتا

ہے۔زنا کرنا بلا شبہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اگر کوئی شخص نعوذ باللہ اسی گناہ کا ارتکاب اپنی محارم کے
ساتھ کرے یا بیت اللہ میں اس گناہ کے ساتھ اپنی جان پر ظلم کرے تو اس گناہ کی سنگینی میں
مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

جھوٹ بولنا اور کسی پر بہتان باندھنا کبیرہ گناہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں
پر لعنت فرمائی ہے،لیکن اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر بہتان باندھے یا
ان کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے تو اس جرم کی شناعت کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور اس کا
مرتکب جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت،اللہ تعالیٰ اطاعت کی ہے۔آپ ﷺ کی محبت،اللہ تعالیٰ کی
محبت ہے اور آپ ﷺ کی رضا میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص رسول اللہ
ﷺ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے تو گویا اس نے اللہ رب العزت کو دھوکہ دینے کی
کوشش کی اور جس نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تو گویا اس نے اللہ رب
العزت کی شان میں بے ادبی کا ارتکاب کیا۔علی ہذا القیاس اگر کسی شخص نے نعوذ باللہ نبی کریم
ﷺ پر جھوٹ باندھا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔

اس باب میں ہم اس بات پر بحث کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اور
آپ ﷺ کی طرف کسی جھوٹے قول یا فعل کو منسوب کرنا کفر ہے یا نہیں؟ایسی حدیث کو حدیث
موضوع کہا جاتا ہے۔

حدیث موضوع:

حدیث موضوع احادیث ضعیفہ میں سے سب سے زیادہ معیوب ہے۔اس کا بیان کرنا
اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک یہ نہ بیان کر دیا جائے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

(ف)القسم (الأول) و هو الطعن بكذب الراوى فى

الحديث النبوی هو (الموضوع) والحكم عليه بالوضع انما
هو بطريق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد يصدق الكذوب.
لكن لأهل العلم بالحديث ملكة قوية يميزون بها ذلك و
انما يقوم بذلك منهم من يكون اطلاعه تاما و ذهنه
ثاقبا و فهمه قويا ومعرفته بالقرائن الدالة على ذلك
متمكنة (شرح نخبۃ الفکر:ص:۴۳۶)

ترجمہ: پہلی قسم حدیث نبوی ﷺ کے راوی میں کذب کی وجہ سے طعن کا ہونا،وہ حدیث موضوع ہے۔حدیث پر موضوع ہونے کا حکم قطعی طور پر نہیں بلکہ بطور ظن غالب لگایا جاتا ہے، کیونکہ کبھی کبھی جھوٹے لوگ بھی سچ بول دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ علمائے حدیث کو ایسا قوی ملکہ عطا فرماتا ہے کہ وہ اس میں تمیز کر لیتے ہیں۔اس کام کو وہی کر سکتا ہے جس کو اس سے متعلق مکمل اطلاع ہو، اس کا ذہن ستارہ ہو، ان کی سوچ مضبوط ہو اور اس کی معرفت رہنمائی کرنے والے قرائن پر مکمل ہو۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

يعرف الوضع باقرار واضعه أو معنى اقراره أو قرينة فی
الراوی أو المروی فقد وضعت احاديث يشهد بوضعها
ركاكة لفظها و معانيها (تقریب النواوی:ص:۲۴۴_۲۴۵)

ترجمہ: حدیث کا موضوع ہونا حدیث کو گھڑنے والے کے اقرار یا اس کے معنوی اقرار سے معلوم ہوتا ہے۔ یا راوی یا مروی کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے۔کئی ایک احادیث کو وضع کیا گیا ہے جن کے موضوع ہونے پر ان کے الفاظ اور معانی کا گھٹیا ہونا دلالت کرتا ہے۔

حدیث کا موضوع ہونا کئی طریقوں سے معلوم ہوتا ہے۔ان کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔

❶ راوی کا حدیث وضع کرنے کا اقرار:

اگر کوئی راوی خود اس بات کا اقرار کرلے کہ میں نے اس حدیث کو گھڑا ہے اور جھوٹ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے تو اس حدیث کو موضوع کہا جائے گا۔ جیسے نوح بن ابی مریم کا فضائل قرآن سے متعلق احادیث وضع کرنے کا اقرار کرنا۔اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ کذاب راوی کسی صحیح حدیث کے بارے میں یہ بات اس لئے کہے تاکہ لوگ اس سے متنفر ہو جائیں۔اس لئے علماء اصول نے ایک قید یہ بھی لگائی ہے کہ وہ حدیث اس شخص کے طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے مروی نہ ہو یعنی اگر وہ روایت کسی اور صحیح طریق سے مروی ہو گی تو اس طریق سے اسے روایت کرنا جائز ہو گا جبکہ اس کذاب راوی کے طریق سے اسے روایت نہیں کرنا چاہیے۔

❷ وہ چیز جو حدیث وضع کرنے کے اقرار کی قائم مقام ہو جائے:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال العراقی: كأن يحدث بحديث عن شيخ ,و يسأل عن
مولده فيذكر تاريخا يعلم وفاة ذلك الشيخ قبله و لا
يعرف ذلك الحديث الا عنده فهذا لم يعترف بوضعه و
لكن اعترافه بوقت مولده يتنزل منزلة اقراره بالوضع
لأن ذلك الحديث لا يعرف الا عن ذلك الشيخ و لا يعرف
الا بروايةهذا عنه (تدریب الراوی:۲۴۵)

ترجمہ: اس بارے میں عراقی فرماتے ہیں: جیسے وہ راوی ایک شیخ سے روایت کرے، اس راوی سے اس شیخ کی پیدائش کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ کسی تاریخ کا ذکر کرے جبکہ اس شیخ کی وفات اس سے پہلے ہو چکی ہو، اور وہ حدیث اس راوی کے علاوہ کسی کے پاس نہ ہو۔اس شخص نے اپنے حدیث

وضع کرنے کا اعتراف تو نہیں کیا لیکن اس شیخ کی پیدائش کے وقت کا اس طور پر اعتراف کیا ہے جو اس کے حدیث وضع کرنے کے اقرار کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ وہ حدیث اس شیخ کے علاوہ کسی سے معروف نہیں ہے اور اس راوی کے علاوہ وہ حدیث اس شیخ سے کسی نے روایت نہیں کی۔

حافظ رازی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الجرح والتعدیل میں اپنی سند سے عفیر بن معدان سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا:

قدم علينا عمر بن موسى الوجيهي الميتمي فاجتمعنا في مسجد حمص فجعل يقول: حدثنا شيخكم الصالح خالد بن معدان فقلت: في اى سنة سمعت منه؟ فقال: سمعت منه في سنة ثمان و مائة. فقلت: أين سمعت منه؟ قال: في غزاة ارمينية. فقلت له: اتق الله و لا تكذب. مات خالد بن معدان في سنة اربع و مائة فأنت سمعت منه بعد موته بأربع سنين و لم يغز ارمينية قط ما كان يغزو الا الروم. (کتاب الجرح والتعدیل: ج:۰۶/ص:۱۳۳)

ترجمہ: ہمارے پاس عمر بن موسیٰ وجیہی میتمی آیا تو ہم سب حمص کی مسجد میں جمع ہو گئے۔ اس نے کہنا شروع کیا [حدثنا شيخكم الصالح] خالد بن معدان، تو میں نے پوچھا کہ آپ نے ان سے کس سن میں سماعت کی ہے؟ اس نے کہا ۱۰۸ھ میں۔ میں نے پھر اس سے پوچھا اور آپ نے ان سے کہاں سماعت کی ہے؟ تو اس نے جواب دیا ارمینیہ کی جنگوں میں۔ میں نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جھوٹ مت بولو۔ خالد بن معدان کا انتقال ۱۰۴ھ میں ہوا ہے اور تم نے ان کے انتقال کے چار سال بعد ان سے سماعت کیا! انھوں نے کبھی ارمینیہ کی جنگوں میں حصہ نہیں لیا وہ صرف

روم میں جنگ کیا کرتے تھے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض اوقات وضاع اس بات کا اقرار تو نہیں کرتا کہ وہ حدیث کو وضاع کرنے والا ہے البتہ وہ حدیث کی روایت میں یا راویوں کے احوال میں ایسی بات ذکر کر دیتا ہے جو اس کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

۳ حدیث کے الفاظ یا معنی کا گھٹیا ہونا:

اللہ تعالیٰ ہر عیب سے بری ہے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو ہر عیب سے مبرا تخلیق فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو جوامع الکلم عطا فرمائے۔ شان نبوت سے یہ بات قطعی طور پر بعید ہے کہ آپ ﷺ کسی ایسی بات کے ساتھ کلام فرمائیں جو اپنے الفاظ یا معنی کے اعتبار سے گھٹیا یا نازیبا ہوں۔ اسی لئے علمائے اصول نے حدیث کے موضوع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ اس حدیث میں الفاظ یا معنی کے اعتبار سے گھٹیا پن یا دنانت پائی جاتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے علمائے حدیث بیدار مغز اور روشن دماغ ہوتے ہیں اور عالم الغیوب انہیں ایسا نور اور ملکہ عطا فرماتا ہے کہ وہ جھوٹی حدیث کو سن یا پڑھ کر فوراً ہی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک نہیں ہے۔

حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

قال الربيع بن خثيم ان من الحديث حديثا له ضوء كضوء النهار نعرفه و ان من الحديث حديثا له ظلمة كظلمة الليل ننكره (الکفایۃ فی علم الروایۃ: ص:۳۷۰)

ترجمہ: ربیع بن خثیم فرماتے ہیں: حدیث کا ایک نور ہوتا ہے جیسے دن کا نور، ہم اسے پہچان لیتے ہیں۔ اسی طرح حدیث کا ایک اندھیرا ہوتا ہے جیسے رات کا اندھیرا ہوتا ہے۔ ہم اس [illegible]

امام اوزاعی کے حوالہ سے آپ نقل فرماتے ہیں:

كنا نسمع الحديث و نعرضه على أصحابنا كما نعرض الدرهم الزائف فما عرفوا منه أخذناه و ما أنكروا منه تركناه (الکفایۃ فی علم الروایۃ:ص:۳۷۰)

ترجمہ: ہم حدیث سنتے تھے اور اسے اپنے اساتذہ پر پیش کرتے تھے جیسے ہم کھوٹا درہم دکھایا کرتے ہیں، پس جسے وہ پہچانتے تھے ہم اسے لے لیا کرتے تھے اور جس کا وہ انکار کردیا کرتے تھے ہم اسے چھوڑ دیا کرتے تھے۔

ہر تحریر اور عبارت کے ظاہری اور باطنی اثرات ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر کلام بھی نور یا ظلمات سے پُر ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا کلام اور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ نور سے لبریز ہیں جس سے اہل قلب ونظر بخوبی واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض علمائے حدیث کو وہ نور نظر و فہم عطا فرماتا ہے کہ وہ ہر روایت کو ظاہری علوم پر پرکھنے کے علاوہ اس کے باطن پر بھی نظر رکھتے ہیں، پس جو کلام نور نبوت کے فیضان سے خالی معلوم ہوتا ہے وہ اس کو رد کر دیتے ہیں اور جو کلام نور نبوت سے لبریز ہوتا ہے وہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ انہیں مسلسل خدمت حدیث کی وجہ سے ایسا ملکہ عطا فرما دیتا ہے کہ جس طرح نقود کی معرفت رکھنے والا نقدی کو محض ہاتھ میں لیتے ہی بتا دیتا ہے کہ یہ سکہ کھوٹا یا جعلی ہے اسی طرح وہ بھی موضوع حدیث کو سنتے ہی بتا دیتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔

بعض محدثین فرماتے ہیں کہ اس باب میں مدار معنوی طور پر روایت کا گھٹیا ہونا ہے، کیونکہ دین کی ہر بات میں حسن ہوتا ہے اور رکیک ہونا قبیح ہے۔ جہاں تک رکاکت لفظی کا تعلق ہے تو اس بات کا احتمال ہے کہ راوی نے حدیث کو بالمعنی روایت کیا ہو اور روایت کرتے ہوئے اس نے الفاظ کو غیر فصیح الفاظ سے تبدیل کر دیا ہو لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہی ہیں تو پھر اسے کاذب ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح سے اگر کوئی حدیث اس طور پر عقل کے مخالف ہو کہ اس کی تاویل بھی نہ کی جا سکتی ہو یا وہ کتاب اللہ، سنت متواترہ یا

اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تطبیق بھی ممکن نہ ہو تو یہ بھی اس کے موضوع ہونے کی علامت ہے۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

الربيع بن سليمان، سمعت الشافعي يقول: سأل رجل عبدالرحمن بن زيد بن اسلم: حدثك ابوك عن أبيه أن سفينة نوح طاف بالبيت و صلى خلف المقام ركعتين؟ قال: نعم (میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ج:۰۳/ص:۲۷۹)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ کو آپ کے والد نے، اپنے والد سے مروی یہ حدیث سنائی ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم پر آپ نے دو رکعت ادا کیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمن بن زید کو کاذب خیال کرتے تھے۔ طوفان نوح میں آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ نے اپنے بعد مبعوث کیے جانے والے نبی ابو الانبیاء سیدنا ابرہیم علیہ السلام کے مقام پر بیت اللہ میں نماز کو ادا کیا! ابن زید کے انتہائی بلید الذہن، بے وقوف اور کذاب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

علمائے اصول نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ بعض قرائن کی وجہ سے بھی حدیث کو موضوع کہا جاتا ہے، جیسے اگر کسی صغیرہ گناہ پر بہت بڑے عذاب کی وعید ہو یا حقیر کام کرنے پر بہت بڑے اجر وثواب کا وعدہ ہو، تو یہ اس کے موضوع ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی رافضی فضائل اہل بیت میں کوئی حدیث روایت کرے تو اسے بھی موضوع کہا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی شناعت:

جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ اور علامت نفاق ہے۔ اللہ رب العزت جھوٹ بولنے والوں پر

لعنت فرماتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرے تو اس گناہ کی شاعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ امام مسلم روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1. لا تكذبوا علي فانه من يكذب علي يلج النار

(مسلم: رقم الحديث: ۱)

ترجمہ: "میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرو کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا"۔

2. من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار

(مسلم: رقم الحديث: ۳)

ترجمہ: "جو شخص میری طرف جھوٹی بات جان بوجھ کر منسوب کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیئے"۔

3. ان كذبا علي ليس ككذب على احد فمن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار (مسلم: رقم الحديث: ۴)

ترجمہ: "مجھ پر جھوٹ باندھنا اس طرح سے نہیں ہے جس طرح سے تم میں سے کسی پر جھوٹ باندھا جاتا ہے۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"۔

4. سيكون في اخر امتي اناس يحدثونكم بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤكم فاياكم و اياهم (مسلم: رقم الحديث: ۱۳)

ترجمہ: "میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو تم سے ایسی حدیثیں سنائیں گے جو نہ تم نے کبھی سنی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے آباؤ اجداد نے سنی ہوں گی، پس وہ تم سے دور رہیں اور تم ان سے دور رہو"

5. يكون في اخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من

الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤكم فاياكم و اياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم (مسلم: رقم الحديث: ۱۴)

ترجمہ: آخری زمانہ میں مکار، دھوکہ باز اور جھوٹے لوگ ہوں گے۔ وہ تمہیں ایسی احادیث سنائیں گے جو نہ تم نے کبھی سنی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے آباؤ اجداد نے سنی ہوں گی، پس وہ تم سے دور رہیں اور تم ان سے دور رہو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ مبتلا کر دیں"

واضعین کی اقسام اور وضع حدیث کے اسباب:

واضعین کی مختلف اقسام ہیں جن پر اب ہم مختصراً بحث کریں گے۔

1. ثواب کی نیت سے حدیث وضع کرنے والے جاہل عبادت گزار:

اس سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں لوگ زاہد سمجھتے ہیں۔ یہ گروہ سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہے کیونکہ لوگ ان کی ظاہری وضع قطع کی وجہ سے ان کی بیان کردہ روایات کو درست سمجھتے ہیں۔ وضع حدیث سے ان کا مقصد اپنے فاسد گمان کے مطابق عوام الناس کو دین کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے اس عمل باطل پر اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کا گمان بھی رکھتے ہیں۔

امام حاکم اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ابوعصمہ نوح بن ابو مریم سے پوچھا گیا کہ تم عکرمہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضائل قرآن سے متعلق روایت نقل کرتے ہو جبکہ عکرمہ کے شاگردوں کے پاس وہ حدیث موجود نہیں۔ اس نے جواب دیا:

اني رأيت الناس قد أعرضوا عن القرآن، و اشتغلوا بفقه أبي حنيفة، و مغازي ابن اسحاق فوضعت هذا الحديث حسبة (تدریب الراوی: ص: ۲۵۱)

ترجمہ: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن سے غافل ہو رہے ہیں اور ابوحنیفہ کے فقہ اور ابن اسحاق کی مغازی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے یہ حدیث ثواب

کی نیت سے وضع کر لی۔

میسرہ بن عبد ربہ سے پوچھا گیا کہ تم یہ احادیث کہاں سے لائے ہو کہ جس نے یہ پڑھا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا؟ اس نے کہا:

وضعتها أرغب الناس فيها (تدریب الراوی: ص:۲۵۱)

ترجمہ: میں نے اس کو اس لئے وضع کیا ہے تا کہ لوگوں کو ترغیب دے سکوں۔

ایک بہت عابد، زاہد اور نفس کو قابو میں رکھنے والا نوجوان تھا۔ اس کی موت پر بغداد کے بازار بھی بند ہو گئے تھے۔ اپنی عبادت و ریاضت کے باوجود وہ احادیث وضع کرتا تھا۔ اس کی موت کے وقت اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم حسن ظن رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا:

كيف لا، وقد وضعت في فضل علي (رضي الله عنه) سبعين حديثا؛ (تدریب الراوی: ص:۲۵۱)

ترجمہ: میں حسن ظن کیسے نہ رکھوں، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ستر احادیث وضع کی ہیں۔

اسی طرح ابو داؤد نخعی رات کو طویل قیام کرنے والے تھے لیکن اس کے باوجود احادیث وضع کرتے تھے۔ واضعین کا یہ گروہ لوگوں کو دین کی طرف مائل کرنے کے لئے وضع حدیث کو جائز بلکہ باعث اجر و ثواب سمجھتا تھا۔

۴ ترغیب وترہیب کے لئے حدیث وضع کرنا:

اس باب میں کرامیہ کا گروہ بہت مشہور ہے۔ یہ اہل بدعت کا وہ گروہ ہے جن کا قائد محمد بن کرام سجستانی تھا۔ یہ گروہ ثواب اور عذاب سے متعلق احادیث وضع کرتا تھا تا کہ لوگ اطاعت کی طرف ترغیب کریں اور معصیت سے بچیں۔ یہ گروہ وضع حدیث کو شرعاً جائز سمجھتا ہے۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا" ليضل به

الناس" "تا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے"، یعنی وضع حدیث اس وقت منع ہے جب لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہو۔ وہ اس بات سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جھوٹ باندھتے ہیں۔ (تدریب الراوی: ص:۲۵۱۔۲۵۲)

ان کے اس قول کے بارے میں امام زرکشی فرماتے ہیں:

والكذب على رسول الله صلى الله عليه واله وسلم حرام في جميع الأحوال (النکت: ص:۲۳۸)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہر حالت میں حرام ہے۔

۳ عصبیت کی وجہ سے حدیث وضع کرنا:

بعض اوقات کسی مذہب کے مقلدین اپنے مذہب کے تعصب میں غیر مذہب کے امام کے بارے کوئی روایت وضع کر دیتے ہیں تا کہ لوگ اس سے متنفر ہوں یا پھر اپنے مذہب کے امام کے فضائل میں ایسی حدیث بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں۔ مثلاً

أبو حنيفة سراج امتي۔ (الموضوعات الکبری: ص:۲۳)

ترجمہ: ابوحنیفہ میری امت کے چراغ ہیں۔

• اسی طرح مامون بن احمد ہروی نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک حدیث وضع کی اور کہا:

يكون في امتي رجل يقال له: محمد بن ادريس، يكون أضر على أمتي من ابليس، (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص:۴۴۸)

ترجمہ: میری امت میں ایک شخص ہو گا اسے محمد بن ادریس کہا جائے گا۔ وہ میری امت کے لئے (نعوذ باللہ) ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہو گا۔

④ حکام کی خوشی کے لئے حدیث وضع کرنا:

بعض واضعین حکام کی خوشی حاصل کرنے کے لئے احادیث وضع کرتے ہیں۔ایک مرتبہ ہارون الرشید کے والد محمد بن منصور عبداللہ عباسی مہدی کے پاس غیاث بن ابراہیم نخعی آیا۔اس نے دیکھا کہ بادشاہ کبوتروں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔اس نے اسی وقت ایک سند نبی کریم ﷺ تک بیان کی اور کہا:

"لا سبق الا فی نصل أو خف أو حافر أو جناح"۔

ترجمہ: ''مسابقت'' حلال نہیں ہے سوائے تیر کے پیکان یا اونٹ کی ٹاپ یا گھوڑے کے کھر میں یا پرندوں کے پر میں''

اس نے جان بوجھ کر حدیث میں ''جناح'' کے لفظ کا اضافہ کیا مہدی نے اس بات کو جان لیا کہ غیاث نے میری وجہ سے جھوٹ بولا ہے اس نے اسی وقت کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔(شرح نخبۃ الفکر،ص:۴۴۱)

⑤ شہرت کے لئے حدیث وضع کرنا:

بعض واضعین اس خواہش میں حدیث وضع کرتے ہیں کہ وہ کوئی ایسی بات بیان کریں جو آج تک کسی نے نہ کی ہو تا کہ لوگ ان کی طرف رغبت کریں اور وہ مشہور ہو جائیں،یعنی لوگوں میں یہ مشہور ہو جائے کہ یہ بہت بڑے عالم ہیں۔بعض اوقات اس قبیل کے افراد صحیح اسناد کو یاد کر لیتے ہیں اور صحیح متن بیان کرنے کے بجائے جھوٹی حدیث بیان کر دیتے ہیں۔امام یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل علیہما الرحمۃ نے ایک مسجد جس کا نام رصافہ تھا،میں نماز پڑھی۔وہاں ایک قصہ گو کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

حدثنا احمد بن حنبل و یحیٰی بن معین قالا :حدثنا عبد الرزاق قال:حدثنا معمر ،عن قتادة ،عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال:قال رسول الله صلی الله علیه واله

وسلم: من قال لا اله الا الله یخلق من کلمة منها طائر ،منقاره من ذهب،و ریشه من مرجان،و أخذ فی قصته من نحو عشرین ورقة،

ترجمہ: ہم سے احمد بن حنبل نے اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا اور انہوں نے قتادہ سے روایت کیا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کلمہ سے ایک پرندہ پیدا فرماتا ہے۔اس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور اس کے پر مرجان کے ہوتے ہیں۔اس نے اس طرح بیس صفحات پر مشتمل اس کا قصہ سنایا۔

دونوں ائمہ کرام یہ بات سن کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس سے یہ حدیث بیان کی ہے؟ آپ نے جواب دیا: اللہ کی قسم میں نے تو خود آج پہلی بار یہ بات سنی ہے۔آپ دونوں نے خاموشی سے اس کی بات سنی اور اختتام پر اس قصہ گو سے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم سے یہ روایت کس نے بیان کی ہے؟ اس نے کہا: احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے۔آپ نے فرمایا کہ میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں۔ہم نے یہ بات ہرگز نبی کریم ﷺ کی احادیث میں نہیں سنی۔اگر کوئی ایسی روایت ہے بھی تو ہمارے علاوہ کسی پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔اس قصہ گو نے کہا،تم یحییٰ بن معین ہو۔آپ نے فرمایا جی ہاں۔اس نے کہا میں یہ سنتا آیا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق ہے آج یہ دیکھ بھی لیا۔آپ نے فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم کہ میں احمق ہوں۔اس نے جواب دیا کہ کیا پوری دنیا میں یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل تمہارے سوا کوئی نہیں ہے؟ میں تو اس احمد کے علاوہ سترہ احمد بن حنبل نامی افراد سے احادیث رکھتا رہا ہوں۔(شرح شرح نخبۃ الفکر،ص:۴۵۰)

❻ دین کی دشمنی میں احادیث وضع کرنا:

واضعین میں ایک گروہ احادیث کو دین کی دشمنی اور اسلام کو مسخ کرنے کے لئے وضع کرتا ہے، جیسے زنادقہ کا گروہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کفر کو چھپاتے ہیں اور اسلام کو ظاہر کرتے ہیں یا یہ لا دین ہوتے ہیں۔ وضع حدیث سے ان کا مقصد دین کا تخفاف اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے۔ حماد بن زید فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے چودہ ہزار احادیث کو وضع کیا ہے۔ مہدی فرماتے ہیں کہ میرے سامنے ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اس نے سو احادیث کو وضع کیا ہے۔ اسی طرح محمد بن سلیمان بن علی نے جب عبد الکریم بن ابوی عوجاء کی گردن مارنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ میں نے چار ہزار احادیث کو وضع کیا ہے۔ جس سے میں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا ہے۔ اس طرح کے اور بہت سے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے ہزاروں احادیث کو استخفاف دین اور مسلمانوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے کے لئے وضع کیا ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص:۴۴۶)

اللہ رب العزت نے اپنے فضل خاص سے ہر دور میں ایسے نقاد اور مخلص اہل علم حضرات پیدا فرمائے ہیں جنہوں نے صدق اور کذب میں فرق روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ ان علماء نے ایسے علوم و اصول مرتب فرما دیئے ہیں کہ بحمدہ تعالیٰ قیامت تک کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی طرف کوئی جھوٹ اس طرح منسوب نہیں کر سکتا کہ صحیح اور سقیم میں تمیز کرنا ناممکن ہو جائے یا دین متین کی صورت مسخ ہو جائے۔ فجزاهم الله خير الجزاء فی الدارین۔ (امین)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہارون الرشید کے سامنے ایک زندیق گرفتار کر کے لایا گیا۔ ہارون نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس پر اس زندیق نے کہا: آپ مجھے کس گناہ میں قتل کر رہے ہیں؟ ہارون نے کہا: تاکہ اللہ کی مخلوق تیرے شر سے محفوظ

رہے۔ اس نے کہا آپ مجھے تو قتل کرا دیں گے لیکن آپ ان ایک ہزار احادیث کا کیا کریں گے جن کو میں نے ہر طرف پھیلا دیا ہے اور وہ میری وضع کردہ ہیں۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کا ایک بھی لفظ موجود نہیں ہے۔ ہارون الرشید نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو کس خیال میں ہے۔ ابو اسحاق فزاری اور عبد اللہ بن مبارک رحمہما اللہ اصول حدیث پر ان احادیث کو پرکھ کر ایک ایک لفظ نکال باہر کریں گے۔ (تاریخ الخلفاء، ص: ۵۶۴)

حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فبين النقاد جزاهم الله خيرا كل هذا و ميزوا من حديث رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الكذب و الهذيان و لم تعدم الأمة المحمدية (على صاحبها الصلاة والسلام) في كل عصر من يقوم بحفظ السنة و ينفي عنها ما ليس منها

(الغایۃ: ص: ۱۱۳)

ترجمہ: تنقید کرنے والوں نے یہ سب بیان فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اور نبی کریم ﷺ کی احادیث میں شامل کردہ سے جھوٹ اور بکواس کو الگ کر دیا۔ ایسے افراد کبھی امت محمدیہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام میں کسی زمانہ میں بھی کبھی معدوم نہیں ہوتے، جو سنت کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی نفی کرتے ہیں جو حدیث میں سے نہیں ہوتا۔

کیا وضع حدیث کفر ہے؟

سابقہ اوراق میں ہم حدیث موضوع کی تعریف، اس کی پہچان، شاعت اور اسباب پر مختصراً بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم اپنے اصل موضوع پر بحث کریں گے کہ وضع حدیث کفر ہے یا نہیں؟ وضع حدیث کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے البتہ اس کے کفر ہونے

میں علماء کا اختلاف ہے۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و الوضع فی الترغیب ذو ابتداع

جوزوه مخالف الاجماع

و جزم الشیخ أبو محمد

یکفر بوضعه ان یقصد

(الفیۃ السیوطی فی علم الحدیث:۴۷)

ترجمہ: ترغیب کے لئے حدیث وضع کرنا بدعت ہے

اسے جائز قرار دیا ہے اجماع کے مخالفین نے

شیخ ابومحمد نے اس بارے میں کہا ہے کہ

جان بوجھ کر حدیث وضع کرنا کفر ہے

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اتفقوا علی أن تعمد الکذب علی النبی ﷺ من الکبائر و
بالغ أبو محمد الجوینی فکفر من تعمد الکذب علی النبی
صلی اللہ علیہ والہ وسلم (شرح نخبۃ الفکر:ص:۴۵۲)

ترجمہ: تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنا
کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ابومحمد جوینی نے اس بارے میں مبالغہ کیا ہے
،انہوں نے نبی کریم ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے والے کی تکفیر کی ہے۔

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وضع حدیث کے کبیرہ گناہ
ہونے پر سب کا اتفاق ہے البتہ وضاع کی تکفیر میں اختلاف ہے۔اسی لئے آپ نے امام
جوینی علیہ الرحمۃ کے اس قول کے بارے میں فرمایا کہ "بالغ ابو محمد الجوینی "یعنی
ابومحمد نے اس کے حکم میں مبالغہ کیا ہے۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کے بارے
میں فرماتے ہیں:

بل بالغ الشیخ أبو محمد الجوینی فجزم بتکفیر واضع
الحدیث (تدریب الراوی:ص:۲۵۲)

ترجمہ: بلکہ شیخ ابومحمد جوینی نے واضع الحدیث کی تکفیر میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔
یعنی آپ نے بھی امام جوینی کے اس عمل کو مبالغہ سے تعبیر کی ہے۔

امام ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذهب أبو محمد الجوینی والد امام الحرمین الی أنه یکفر و
یراق دمه لکن ضعفه ولده وعده من هفواته

(التقریر والتحبیر:ج:۲/ص:۳۱۲)

ترجمہ: امام الحرمین کے والد امام ابومحمد جوینی نے واضع الحدیث کی تکفیر کی ہے اور
ان کے مطابق اس کا خون بہایا جائے گا،لیکن ان کی اس بات کو ان کے
بیٹے نے ضعیف قرار دیا ہے،اور اسے ان کی بے وقوفیوں میں شمار کیا ہے۔

امام جوینی کے اس قول کے بارے میں ملاعلی قاری فرماتے ہیں:

و هو یحتمل أن یکون زجرا لهم ،و یدل علیه قول
المصنف:و بالغ ،و یحتمل أن یکون اجتهادا منه و هو
یحتمل الخطأ و المجاوزة عن الحد فی المبالغة ،لا سیما مع
مخالفة الاجماع و لذا قال ولده امام الحرمین هذا زلة
من الشیخ (شرح شرح نخبۃ الفکر:ص:۴۵۲)

ترجمہ: اور اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ آپ کی بات زجر و توبیخ کے طور پر
ہو۔اس پر مصنف کا یہ قول دلالت کرتا ہے"بالغ" کہ انہوں نے مبالغہ سے کام
لیا ہے۔اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ نے اجتہاد کرتے ہوئے ایسا کہا
ہو۔اس میں خطا اور اس بات کا احتمال ہے کہ آپ نے مبالغہ سے کام لیتے
ہوئے حد سے تجاوز کیا ہے۔خاص طور جب کہ اس میں اجماع کی بھی مخالفت

ہے۔اسی لئے ان کے بیٹے امام الحرمین نے کہا ہے کہ یہ ان کی غلطی ہے۔

آپ الموضوعات کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

قال شیخ مشایخنا الحافظ جلال الدین السیوطی رحمه الله: لا أعلم شیئا من الکبائر قال احد من اهل السنة بتکفیر مرتکبه الا الکذب علی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فان الشیخ ابا محمد الجوینی من اصحاب الشافعی و هو والد امام الحرمین قال ان من تعمد الکذب علیه علیه السلام یکفر کفرا یخرجه عن الملة و تبعه علی ذلك طائفة منهم الامام ناصر الدین بن المنیر من أئمة المالکیة. قلت: و یؤیدهما قوله علیه السلام (لیس الکذب علی ککذب علی غیری) و کذا امره بقتل من کذب علیه و احراقه بعد موته و ذلك ان الافتراء علیه افتراء علی الله فانه (ما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی) و یقویه قوله فی ما تقدم: ما اقول الا ما نزل من السماء فاذا کان کذلك (فمن اظلم ممن افتری علی الله کذبا) و انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بایات الله ای الکذب علی الله و رسوله ﷺ فان الکذب علی غیرهما لا یخرجه عن الایمان باجماع اهل السنة و الجماعة (الموضوعات: ص:۱۳۔۱۴)

ترجمہ: ہمارے مشائخ کے شیخ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اکابرین اہل سنت میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے جھوٹ بولنے پر کسی کی تکفیر کی ہو، سوائے اس جھوٹ کے جو رسول اللہ ﷺ پر باندھا جائے۔

اصحاب شافعی میں سے شیخ ابومحمد جوینی فرماتے ہیں جو کہ امام الحرمین کے والد ہیں۔جس نے جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا وہ کافر ہو جائے گا۔اس کا یہ عمل اس کو ملت اسلام سے خارج کر دے گا۔ان کی اس مسئلہ میں اتباع علماء کے ایک گروہ نے کی ہے جن میں مالکی امام ناصر الدین بن منیر بھی ہیں۔میں (حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) یہ کہتا ہوں کہ ان کی بات کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا اس طرح سے نہیں ہے جس طرح میرے سوا کسی اور شخص پر جھوٹ باندھا جاتا ہے،اور جیسے رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو قتل کرنے اور مرنے کے بعد جلانے کا حکم دیا جس نے آپ ﷺ پر جھوٹ باندھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے) اس کی تقویت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے: (اور اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: (بے شک جھوٹی افترا پردازی (بھی) وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے)

یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا کیونکہ ان دونوں کے علاوہ کسی اور پر جھوٹ باندھنا علمائے اہل سنت والجماعۃ کے اجماع کے مطابق کفر نہیں ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالہ سے یہ معلوم ہوا کہ آپ واضع الحدیث کی تکفیر کے قائل تھے۔جس حدیث کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے:

رجل عشق امرأة فاتی الی اهلها مساء فقال: انی رسول رسول الله صلی الله علیه واله وسلم بعثنی الیکم ان

اتضیف فی ای بیوتکم شئت ...... فاتی رجل منهم
النبی ﷺ فقال ان فلانا اتانا یزعم انك امرته ان یبیت فی
ای بیوت شاء فقال ﷺ: کذب یا فلان انطلق معه فان
امکنك الله منه فاضرب عنقه و احرقه بالنار و الا اراك
الا قد کفیته ،فجاء ت السماء فصبت فخرج لیتوضأ
فلسعته افعی فلما بلغ ذلك النبی ﷺ قال هو فی النار

(الموضوعات:ص:۱۲)

ترجمہ: ایک آدمی کو ایک عورت سے عشق ہوگیا۔وہ اس کے گھر والوں کے پاس آیا اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پیامبر ہوں ۔آپ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تم میں سے جس کے گھر میں چاہوں مہمان بن کر رہوں....ان میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض گزار ہوا کہ ایک شخص ہمارے پاس آیا اور اس کا کہنا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسے ہماری طرف بھیجا ہے کہ وہ جس کے گھر میں چاہے رات گزارے ۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے جھوٹ بولا ،اے فلاں تم اس آدمی کے ساتھ جاؤ اور اگر اللہ تمہارے لئے ممکن بنائے تو اس کی گردن مار دو اور اسے جلا دو۔میں تمہیں نہیں دیکھنا چاہتا مگر اس حالت میں کہ تم اس کے لئے کافی ہو جاؤ۔بارش ہوئی اور وہ جھوٹا شخص وضو کے لئے باہر نکلا اسے ایک سانپ نے ڈنک مارا وہ مرگیا۔جب نبی کریم ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم کی آگ میں ہے۔

علمائے اصول کی ان تصریحات سے واضح ہوا کہ واضع الحدیث کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے۔اس لئے اسے مطلقاً کافر کہنا درست نہیں ۔بعض علماء نے جو اسے کافر کہا ہے ان کی مراد یا تو یہ ہے کہ اس نے کافروں والا کام کیا یا انہوں نے اس میں مبالغہ سے کام کیا ہے۔

اس بارے میں ہمیں امام ذہبی کا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

قد ذهب طائفة من العلماء الی ان الکذب علی النبی صلی الله علیه واله وسلم کفر ینقل عن الملة و لا ریب ان تعمد الکذب علی الله و رسوله ﷺ فی تحلیل حرام أو تحریم حلال کفر محض و انما الشأن فی الکذب علیه ﷺ فی ما سوی ذلك (کتاب الکبائر:ص:۲۳)

علماء کے ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا کفر ہے ۔یہ ایک ملت سے منقول ہے،اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کسی نے جان بوجھ کر اللہ اور نبی کریم ﷺ پر جھوٹ اس طور پر باندھا کہ وہ حرام کو حلال کردے یا حلال کو حرام کردے تو محض کفر ہے۔نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کے کفر ہونے میں اختلاف اس صورت میں ہے جب وہ حلت وحرمت میں نہ ہو۔

علماء اصول کی تصریحات سے واضع الحدیث سے متعلق درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

۱. وضع حدیث انتہائی کبیرہ گناہ ہے۔
۲. واضع الحدیث کے کافر ہونے میں علماء کا اختلاف ہے لہٰذا اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، تاہم اسے احتیاطاً توبہ اور تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہیئے۔
۳. استخفاف دین کے لئے حدیث وضع کرنا کفر ہے۔
۴. وضع حدیث کے ذریعہ قطعی حلال کو حرام یا قطعی حرام کو حلال کرنے کی کوشش کرنا کفر ہے۔

من قال لأخیه یا کافر فقد باء بها احدهما

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد ایمان پر رکھی ہے،

جہاں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھنے کی ہدایت عطا فرمائی ہے وہاں ان باتوں سے بھی منع فرمایا جو اخوت اور بھائی چارے کی فضاء کو مکدر کر دیتی ہیں۔ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو گالی دینا، اس کی غیبت کرنا، چغلی کرنا وغیرہ ایسے عوامل ہیں جو دلوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیتے ہیں۔اسی لئے قرآن وسنت میں تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ایک مومن کفر کی طرف لوٹنا اتنا ہی ناپسند کرتا ہے جتنا آگ میں زندہ ڈال دیا جانا۔اسی طرح اپنے ایمان کی اہمیت کو جانتے ہوئے وہ اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہے کہ اسے کوئی "کافر" کہے یا زمرہ اہل اسلام سے خارج ہونے کا لیبل اس پر چسپاں کرے۔دور حاضر میں یہ بات بہت عام نظر آنے لگی ہے کہ خواص وعوام ایک دوسرے کو بلا جھجک کافر کہہ دیتے ہیں اور اس عمل سے قبل اپنی طرف نظر بھی نہیں کرتے کہ وہ اس کے اہل ہیں بھی یا نہیں؟ اس پر مستزاد یہ کہ اپنی کہی بات کو اس قدر مستند اور ناقابل تردید سمجھتے ہیں کہ جو ان کے کہے کو کافر نہ کہے وہ اسے بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اہل اسلام اور بالخصوص اہل سنت کے علماء کو ایک دوسرے کی تکفیر سے محفوظ فرمائے اور اسلام کی دعوت عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بھا احدھما

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایما امری قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ

ترجمہ: جس شخص نے اپنے بھائی سے اے کافر کہا تو کفر دونوں میں سے کسی ایک

کی طرف ضرور لوٹے گا۔اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو فبہا ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آئے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم بھی ہوتا ہے کہ کسی کا کفر اگر واقعی ثابت ہو چکا ہو تو اسے کافر کہنا جائز ہے ورنہ اس کا وبال کہنا والے پر ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ و لیس کذلک الا عاد علیہ

ترجمہ: اور جس نے کسی شخص کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔

(مسلم: کتاب الایمان: باب: بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر)

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: کتاب الادب: باب من کفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال)

ان کے علاوہ بھی کئی ایک محدثین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں "بغیر تاویل" کی شرط لگائی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی تکفیر میں متاول ہو تو وہ معذور کہلائے گا اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہنے کو عذر فرمایا اور انہیں تنبیہہ بھی فرمائی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے جنگی احوال کی خبر کفار کو دینا نفاق ہے۔اسی طرح جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورۃ البقرۃ کی تلاوت فرمائی تو ایک صحابی نماز سے الگ ہو گئے اور انہوں نے اپنی نماز الگ ادا کر لی۔جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا یہ منافق ہے۔وہ صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا عذر پیش کیا۔آپ ﷺ کو جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا "أفتان انت" اے معاذ کیا تم فتنہ میں ڈالنے

والے ہو؟ پھر انہیں مختصر سورتیں تلاوت کرنے کی نصیحت فرمائی۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کافر نہیں فرمایا کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جماعت ترک کرنے کی وجہ سے منافق گمان کیا تھا۔ (خلاصہ: عمدۃ القاری: ج:۲۲/ص:۱۵۷۔۱۵۸)

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

فتأملنا في هذا الحديث طلبا منا للمراد به ما هو؟ فوجدنا من قال لصاحبه :يا كافر معناه انه كافر لأن الذى هو عليه الكفر فاذا كان الذى عليه ليس بكفر ،وكان ايمانا كان جاعله كافرا جاعل الايمان كفرا ،و كان بذلك كافرا بالله تعالىٰ لأن من كفر بايمان الله تعالىٰ فقد كفر بالله :و من يكفر بالايمان فقد حبط عمله ،و هو بالاخرة من الخاسرين .فهذا أحسن ما وفقنا عليه من تأويل هذا الحديث والله نسأله التوفيق

(مشکل الآثار: باب بیان مشکل ماروی عنہ علیہ السلام فیمن قال لأخیہ: یا کافر)

ترجمہ: خلاصہ: ہم نے اس حدیث کی مراد جاننے کے لئے اس میں غور کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ جس شخص نے اپنے بھائی سے کہا اے کافر اس کا مطلب ہے کہ وہ کافر ہے کیونکہ یہ وہ ہے جس پر کفر ہے، پس اگر وہ کافر نہ ہو اور ایمان والا ہو تو اسے کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے ایمان کو کفر کہا ہے۔ اس وجہ سے وہ درحقیقت اللہ کا انکار کرنے والا ہے۔ جس نے ایمان کو کفر کہا اس نے اللہ کا انکار کیا۔ جس نے ایمان کا انکار کیا اس کے اعمال برباد ہو گئے اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔ یہ اس حدیث کی سب سے بہترین تاویل ہے جس کی ہمیں توفیق ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ہم توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ کہ جس شخص کو اس نے کافر کہا وہ واقعی میں کافر ہو اور دوسری صورت یہ کہ وہ کافر نہ ہو۔ جب اس میں وجہ کفر نہ پائی گئی تو مسلمان کا اس کو کافر کہنا اس کو خود کافر بنا دیتا ہے کیونکہ وہ اب اس کے ایمان کو کفر سے تعبیر کر رہا ہے جو کفر ہے۔

ہمارے نزدیک اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو "کافر" کہے تو محض اس عمل سے اسلام سے دونوں میں سے کوئی بھی خارج نہیں ہوگا۔ کافر ہونے کی صورت کو ہم امام طحاوی کے قول کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ ایک وعید ہے تاکہ اہل اسلام ایک دوسرے کو کافر بنانے سے احتراز کریں۔ دوسری بات یہ کہ یہ حدیث مبارکہ خبر واحد ہے جس کی وجہ سے اس کو تکفیر کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ اس حدیث کے بارے میں شرح مواقف میں ہے:

(الثالث قوله عليه السلام :من قال لاخيه المسلم يا كافر فقد باء به)اى بالكفر(أحدهما قلنا آحاد)و قد اجمعت الامة على ان انكار الاحاد ليس كفرا (و)مع ذلك نقول(المراد مع اعتقاد انه مسلم فان من ظن بمسلم انه يهودى أو نصرانى فقال له يا كافر لم يكن ذلك كفرا بالاجماع) (شرح المواقف: ج:۸/ص:۳۴۴)

ترجمہ: خلاصہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ خبر واحد کا انکار کفر نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ بات اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہے کہ یہ مسلمان ہے۔ پس جس کسی نے مسلمان کے بارے میں یہ گمان کیا کہ وہ یہودی ہے یا نصرانی

ہے تو اس پر اجماع ہے کہ وہ کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔

اس بارے میں حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے امام خانی لکھتے ہیں:

قال النووی فی الاذکار :قول المسلم لأخیه یا کافر یحرم تحریما غلیظا و یمکن حمل قوله و یمکن حمل قوله (یحرم تحریما غلیظا) علی الکفر أیضا کما فی الروضة لکنه قال فی شرح مسلم ما حاصله :مذهب أهل الحق انه لا یکفر المسلم بالمعاصی کالقتل و الزنا و کذا قوله لأخیه یا کافر من غیر اعتقاد بطلان دین الاسلام ذکر ذلك عند شرح حدیث :اذا قال الرجل لأخیه یا کافر فقد باء بها احدهما .و الحاصل ان المفهوم من جملة اقوال النووی انه لا یکفر بمجرد هذا اللفظ بل لا بد معه من ان یعتقد ان ما اتصف به شخص من الاسلام کفر

(رسالہ فی الفاظ الکفر:ص:۴۰۱)

ترجمہ: امام نووی نے اذکار میں فرمایا ہے کہ مسلمان کا اپنے بھائی کو اے کافر کہنا بہت شدید حرام ہے آپ کے قول کو کفر پر محمول کرنا بھی ممکن ہے، جیسا کہ روضہ میں ہے لیکن آپ نے شرح صحیح مسلم میں بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کوئی مسلمان گناہ سے کافر نہیں ہوتا جیسے قتل کرنا ،زنا کرنا یا جیسے اپنے بھائی کو اے کافر کہنا ،اس کے دین اسلام کے باطل نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے۔آپ نے اس کا ذکر درج ذیل حدیث کی شرح میں ذکر کیا ہے۔جس شخص نے اپنے بھائی سے اے کافر کہا تو کفر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹے گا اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو فبہا ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آئے گا۔حضرت امام نووی کے تمام

اقوال کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص محض اس لفظ سے کافر نہیں ہوگا بلکہ اس کے کافر ہونے کے لیے یہ عقیدہ ضروری ہے کہ یہ شخص جو اسلام کے ساتھ متصف ہے اس کا اسلام کفر ہے۔

مسلمان کو کافر کہنے کی شناعت:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط (الحجرات ۴۹:۱۱)

ترجمہ: ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھا کرو۔

اس کی وضاحت میں امام محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و عن ابن مسعود رضی الله عالی عنه هو ان یقال الیهودی أو النصرانی أو المجوسی اذا اسلم یا یهودی أو یا نصرانی أو یا مجوسی (روح المعانی:ج:۱۳/ص:۲۳۲)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس سے مراد کسی شخص کو جو اسلام قبول کر چکا ہو یہودی ،نصرانی یا مجوسی کہنا ہے۔یا اسے اے یہودی ،اے نصرانی یا اے مجوسی کہنا ہے۔

اس آیت کے بارے میں امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال قتادة فی قوله تعالیٰ و لا تنابزوا بالالقاب قال:لا تقل لأخیك المسلم یا فاسق یا منافق .حدثنا عبد الله بن محمد قال: حدثنا الحسن قال:أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الحسن قال :کان الیهودی و النصرانی یسلم فیقال له یا یهودی یا نصرانی فنهوا عن ذلك

(احکام القرآن: ج:۳/ص:۵۳۷)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ولا تنابزوا بالالقاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا

مطلب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو اے فاسق یا اے منافق نہ کہے۔حضرت حسن سے مروی ہے کہ جب کوئی یہودی یا نصرانی اسلام قبول کرتا تو اسے اے یہودی یا اے نصرانی کہا جاتا تھا۔اس آیت میں مسلمانوں کو اس عمل سے روکا گیا ہے۔

علمائے عظام کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوگیا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا از روئے قرآن ناجائز ہے۔اس سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من رمی مؤمنا بکفر فھو کقتلہ

(صحیح البخاری: کتاب الادب: باب من کفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال)

ترجمہ: جس نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کی تہمت لگائی تو یہ اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

و من قذف مؤمنا بکفر فھو کقاتلہ

(جامع الترمذی: ج:۲/ص:۵۴۸)

ترجمہ: جس نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کی تہمت لگائی تو وہ اسے قتل کرنے والے کی طرح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا قال الرجل للرجل یا یھودی فاضربوہ عشرین

(جامع الترمذی: ج:۱/ص:۲۰۳)

ترجمہ: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہے اے یہودی تو اسے بیس کوڑے مارو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثلاث من اصل الایمان الکف عن من قال لا الہ الا اللہ و لا تکفرہ بذنب و لا تخرجہ من الاسلام بعمل

(سنن ابی داود: کتاب الجھاد، باب الغزو مع ائمۃ الجور)

ترجمہ: تین باتیں ایمان کی بنیاد میں سے ہیں۔جو لا الہ الا اللہ کہے اسے تکلیف نہ دینا، کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کرو اور نہ ہم اسے کسی عمل سے اسلام سے نکالیں۔

حضرت عالم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أو قال لمسلم: یا فاسق یا خبیث یا کافر

(الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۱۰۰)

ترجمہ: اگر کوئی کسی مسلمان سے اے فاسق اے خبیث یا اے کافر کہے تو اس پر تعزیر ہے۔

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

قال بعضھم من قال لاخر: یا کافر لا یجب التعزیر ما لم یقل: یا کافر باللہ لان اللہ سمی المؤمن کافرا بالطاغوت قال: فمن یکفر بالطاغوت (البقرۃ ۲:۲۵۶) یکون محتملا۔

(الفتاوی التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۱۰۲)

ترجمہ: بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس نے کسی دوسرے سے کہا اے کافر اس پر تعزیر واجب نہیں ہوگی۔جب تک وہ اسے اے اللہ کا انکار کرنے والے نہ کہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو طاغوت کا انکار کرنے والا بھی کہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: سو جو کوئی ان معبودان باطل کا انکار کرے۔

پس یہ بات اپنے اندر احتمال رکھتی ہے۔

اس بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ مسلمان کو کافر کہنا یا خارج از اسلام قرار دینا گناہ ہے۔اگر کسی مسلمان کو کسی شخص نے کافر کہا اور وہ قاضی کے پاس اپنا مسئلہ لے کر چلا جائے تو اسے اس کے کفر کو ثابت کرنا ہوگا۔اگر وہ شخص اس کو کافر ثابت نہ کر سکے تو اس صورت میں اسے تعزیراً سزا دی جائے گی کیونکہ ایک مسلمان کے لئے کافر کہلایا جانا ہر قسم کے سب وشتم سے بڑھ کر ہے۔مولانا عالم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں یہ احتمال یہ بھی بیان کیا ہے کہ کیونکہ کافر بعض

اوقات مسلمانوں کے لئے بھی لغوی اعتبار سے استعمال کیا جاتا ہے اس لئے جب کسی مسلمان کو کافر کہا جائے تو اسے تعزیراً سزا دینے سے قبل یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کہنے والے نے کافر کا لفظ کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ اگر وہ لغوی اعتبار سے استعمال کیا ہے تو اسے سزا نہیں دی جائے گی۔

کافر کو کافر کہنا:

بعض حضرات اسلام کا دائرہ اتنا تنگ کر لیتے ہیں کہ انہیں اپنی ذات کے علاوہ کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ اسی طرح سے بعض حضرات اسلام کا دائرہ اتنا وسیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہیں کوئی کافر نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ وہ یہود ونصاریٰ کو بھی مسلمان اور بعد از انتقال مستحق جنت سمجھتے ہیں۔ ان غیر معتدل رویوں سے بچنا چاہئے۔ اسلام کا دائرہ وسیع کرنے یا اسے تنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اب کسی کو دین میں کمی یا زیادتی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ بعض اوقات یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کافر کو کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ ہماری رائے میں کسی شخص کے کافر ہونے کا ثبوت قطعی یا ظنی طور پر ہو گا۔ جیسے ابولہب، شداد، ہامان وغیرہ کا کافر ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔ لہٰذا ان کو کافر کہنا درست ہے۔ نبی کریم ﷺ سے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ (الکافرون ۱:۱۰۹)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے اے کافرو!

اس آیت مقدسہ سے ان لوگوں کو کافر کہنے کا جواز معلوم ہوتا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی براہ راست تکذیب کی۔ اسی طرح بعض لوگوں کا کافر ہونا ان کے کفریہ عقائد یا کفریہ اعمال سے اس قدر ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کے کفر میں کسی بھی قسم کا تامل یا شک باقی نہیں رہتا۔ جیسے مسیلمہ کذاب یا منکرین زکوٰۃ کا کافر ہونا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کے کفر پر اجماع ہوا اسی لئے ان پاکیزہ نفوس نے اپنے زمانہ میں ان کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں صاف ارشاد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے وصال

کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو کفر من کفر من العرب عرب میں سے جن کو کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی شروع میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کیا لیکن بعد میں آپ کی وضاحت پر آپ رضی اللہ عنہ کا سینہ مبارک بھی کھل گیا اور آپ نے جان لیا کہ جس طرح نماز کا انکار کفر ہے اسی طرح زکوٰۃ کا انکار بھی کفر ہے۔

جہاں تک کسی کے کفر کا ظنی طور پر معلوم ہونا ہے تو اس کو بھی کافر کہا جا سکتا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جماعت ترک کرنے پر ایک صحابی کو منافق کہا، تاہم اپنی اس رائے کا کسی دوسرے کو مکلف نہیں بنایا جا سکتا۔ یہاں ایک بات قابل غور یہ ہے جو مثالیں ہم نے پیش کی ہیں وہ خیر القرون کی ہیں۔ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ وہ دور ہے جس کے بارے میں ثم یفشو الکذب فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے فقہاء کرام نے اس کے سد باب کے لئے ایسے شخص کو تعزیراً سزا دینے کا مسئلہ بیان کیا ہے جو کسی مسلمان کو کافر کہے اور اس کا کفر ثابت نہ ہو۔ لہٰذا ہمیں بالخصوص مسئلہ اکفار میں کمال احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله عليه واله وسلم قال: تخرج الدابة معها خاتم سليمان و عصا موسی فتجلو وجه المؤمن و تختم انف الكافر بالخاتم حتیٰ ان اهل الخوان ليجتمعون فيقول هذا يا مؤمن ويقول هذا يا كافر (جامع الترمذی: ج:۲،ص:۶۲۳۔۶۲۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دابہ نکلے گا تو اس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا۔ وہ مومن کے چہرے کو روشن کر دے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی

سے مہر لگا دے گا یہاں تک کہ جب دستر خوان پر لوگ جمع ہوں گے تو وہ کہیں گے اے مومن! اور یہ کہیں گے اے کافر!

دابۃ الارض ایک جانور ہے جو قیامت سے قبل ظاہر ہوگا۔ احادیث میں اس کو قیامت کی علامات میں سے بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب وہ جانور ہر مومن و کافر کے چہرے پر ایمان و کفر کی علامت چھوڑ دے گا تو اہل ایمان کفار کو یا کافر کہہ کر پکاریں گے۔ دابۃ الارض کی اس علامت لگانے کے بعد اہل ایمان کا کسی کو کافر جاننا اس علامت کی وجہ سے قطعی نہیں ہوگا نیز دابۃ الارض کا یہ عمل دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل ایمان کا اس علامت کی وجہ سے کسی کو کافر کہنا ظنی ہوگا نہ کہ قطعی اور نبی کریم ﷺ نے اس بات کو بلا تردید بیان فرمایا ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

اس کے علاوہ وہ تمام روایات جن سے مرتد کی سزا (قتل) ثابت ہوتی ہے ان سے بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی کو مرتد قرار دے کر اسی وقت قتل کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا کفر ثابت ہو جائے، پھر اسے قتل کرنا کافر کہنے سے زیادہ سخت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے قاضیوں کے فیصلوں سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے کئی ایک لوگوں کو مرتد ہونے پر قتل کیا اگر وہ ان کے ارتداد اور کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیتے تو پھر انہیں قتل کی سزا کیونکر دیتے؟

متفرقات

سابقہ اوراق میں ہم تفصیلاً مسئلہ اکفار سے متعلق اصولوں کا بیان کر چکے ہیں۔ اس باب میں ہم متفرق اہم مسائل کو اختصار کے ساتھ بیان کریں گے تاکہ ان کی روشنی میں مسئلہ اکفار کو سمجھنا مزید آسان ہو جائے۔ واللہ المستعان

☆ علامہ عالم انصاری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من قال بحدوث صفة من صفات الله فهو كافر

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۱۵)

ترجمہ: اور جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی بھی صفت کو حادث کہا وہ کافر ہے۔

☆ و فی خزانة الفقه: و لو قال: لله تعالىٰ شريك، أو: ولد، أو: زوجة، أو: هو جاهل، أو عاجز، أو ناقص بذاته أو بصفاته كفر (الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۱۵)

ترجمہ: اور جس نے کہا اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے یا اس کا کوئی بیٹا ہے یا بیوی ہے یا وہ جاہل یا وہ عاجز ہے یا اپنی ذات یا صفات کے اعتبار سے ناقص ہے وہ کافر ہو گیا۔

☆ جب عورت اور مرد میں جھگڑا بڑھ جائے اور مرد عورت سے کہے تو اللہ سے ڈر اور خوف کر، تو عورت جواب میں کہے: میں نہیں ڈرتی، شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل اس بارے میں فرماتے ہیں:

ان كان الزوج عاتبها على معصية ظاهرة و خوفها من الله فأجابته بهذا تصير مرتدة و تبين من زوجها و ان كان الذى عاتبها فيه أمر لا يخاف فيه من الله لم تكفر الا ان تريد بذلك الاستخفاف فتبين من زوجها

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ج:۵/ص:۳۱۹)

ترجمہ: اگر شوہر نے اسے کسی ظاہر گناہ پر عتاب کیا ہو اور اسے اللہ سے ڈرایا ہو اور وہ یہ جواب دے تو مرتد ہو جائے گی اور اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔ اگر شوہر نے اسے کسی ایسے امر پر عتاب کیا جس میں اللہ سے ڈرا نہیں جاتا تو وہ کافر نہیں ہوگی۔ مگر یہ کہ وہ اس عمل سے توہین کا ارادہ کرے تو اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔

☆ و فی الخانية: نصرانی أسلم فمات ابوه بعد ذلك فقال: يليتنى لم أسلم الى هذا الوقت حتىٰ أرث منه! فانه

یصیر مرتدا لأنه تمنی الکفر و ذلک کفر

(الفتاوی التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۲۳)

ترجمہ: خانیہ میں ہے کہ ایک نصرانی نے اسلام قبول کرلیا۔ اس کے بعد اس کے باپ کا انتقال ہوگیا تو اس نے کہا: کاش میں اس وقت تک مسلمان نہ ہوا ہوتا تاکہ اس کا وارث بن جاتا۔ وہ مرتد ہوجائے گا کیونکہ اس نے کفر کی تمنا کی ہے اور کفر کی تمنا بھی کفر ہے۔

☆ اگر ایک شخص یہ قسم اٹھالیتا ہے کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں یہودی ہوں یا نصرانی یا میں اسلام سے بری ہوں تو اگر وہ اس شرط کو پورا کردے تو وہ کافر ہوگا یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

ینظر: ان کان عنده أنه یکفر متی اتی بالشرط و مع هذا أتی به یکفر، و کفارته ان یقول: لا اله الا الله محمد رسول الله(ﷺ) و ان کان عنده انه لا یکفر متی أتی بالشرط لا یکفر، و کان علیه کفارة الیمین، وان حلف بهذه الالفاظ علی امر فی الماضی بان قال: أنا یهودی أو مجوسی ان کنت فعلت کذا أمس! و هو یعلم انه قد کان فعله لا شك انه لیس علیه الکفارة، و هل یصیر کافرا؟ هو علی التفصیل الذی قلنا: ان کان عنده انه یمین و لا یکفر متی حلف بهذا لا یصیر کافرا، و ان کان عنده انه یکفر حین حلف بهذا یصیر کافرا فی الماضی و المستقبل، هکذا اختار الشیخ الامام شمس الأئمة السرخسی، و الشیخ المعروف بخواهر زاده و علیه الفتویٰ و فی الخانیة: فان کان ناسیا لا یعلم انه فعل أو لم یفعل لم یصر کافرا

عند الکل (الفتاوی التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۲۳)

ترجمہ: دیکھا جائے گا: اگر اس کے نزدیک اس شرط کا پورا کرنا کفر ہے اور پھر وہ اس شرط کو پورا کردے تو وہ کافر ہوجائے گا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ لا اله الا الله محمد رسول الله (ﷺ) کہے۔ اگر اس کے نزدیک اس شرط کا پورا کرنا کفر نہیں ہے تو وہ کافر نہ ہوگا اور اس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔ اگر وہ ماضی میں ان الفاظ کے ساتھ کسی امر پر حلف اٹھائے جیسے کہے کہ اگر میں نے کل فلاں کام کیا ہو تو میں یہودی ہوں یا مجوسی ہوں۔ وہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔ وہ کافر ہوگا یا نہیں؟ اس میں وہی تفصیل ہے جو ہم بیان کرچکے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک وہ قسم ہے اور وہ اس سے کافر نہیں ہوتا تو وہ کافر نہیں ہوگا، اور اگر اس کے نزدیک یہ کفر ہے۔ جب وہ ان الفاظ کے ساتھ حلف لے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ چاہے وہ ماضی میں ہو یا مستقبل میں۔ اسی کو شیخ امام شمس الائمہ سرخسی اور امام شیخ خواہر زادہ علیہما الرحمۃ نے اختیار کیا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ خانیہ میں ہے کہ اگر وہ بھولنے والا ہے اور نہیں جانتا کہ یہ کام میں نے کیا تھا یا نہیں تو وہ تمام کے نزدیک کافر نہ ہوگا۔

☆ اذا قال: الخمر لیست بحرام فهو کافر

(الفتاوی التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۴۳)

ترجمہ: جب اس نے کہا خمر حرام نہیں ہے وہ کافر ہے۔

☆ و فی المنتقی لو قال مسلم: حرمة الخمر ما ثبتت بنص القرآن فقد کفر (الفتاوی التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۴۳)

ترجمہ: منتقی میں ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کہا: خمر کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں ہے وہ کافر ہوگیا۔

☆ سئل أبو ذر عمن شك فی تحریم الربا أو الخمر و هو قریب العهد بالکفر جاهل بحکم الاسلام ؛ فقال: هو متمسك بحکم العقل فان علم حرمته بالشرع و استحل ذلك کفر (الفتاویٰ التاتار خانیة: ج:۵/ص:۳۳۲)

ترجمہ: ابوذر سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ربا یا خمر کی تحریم میں شک کرے جبکہ وہ زمانہ کفر کے قریب ہو اور اسلام کا حکم اسے معلوم نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اس کی گرفت عقل کے حکم کے ساتھ ہوگی۔ پس اگر وہ خمر کی حرمت کو شرع سے جانتا تھا پھر اس نے اس کو حلال جانا تو یہ کفر ہے۔

☆ حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ویکفر من قال ان حرمة الخمر لم تثبت بالقرآن

(البحر الرائق: ج:۵/ص:۱۹۸)

ترجمہ: جس نے کہا کہ خمر کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ حضرت بدر الرشید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و لو قال حرمة الخمر لم تثبت بالقرآن کفر۔ من انکر حرمة الخمر فی القرآن کفر (الفاظ الکفر: ص:۹۹)

ترجمہ: اور اگر کسی نے کہا کہ خمر کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں ہے وہ کافر ہو گیا۔ جس نے خمر کی حرمت کا قرآن میں بیان ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

☆ حضرت امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و کفر زاعم أنه لا نص فی القرآن علی تحریم الخمر ظاهر

(الاعلام بقواطع الاسلام: ص:۲۵۸)

ترجمہ: جس شخص نے یہ گمان کیا کہ قرآن میں کوئی ایسی نص نہیں جو خمر کے حرام ہونے پر دلالت کرے اس کا کفر ظاہر ہے۔

☆ حضرت تاج الدین ابو المعالی فرماتے ہیں:

و لو قال: حرمة الخمر لم تثبت بالقرآن یکفر

(رسالة فی الفاظ الکفر: ص:۴۵۸)

ترجمہ: اور اگر اس نے کہا کہ خمر کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں وہ کافر ہے۔

☆ علامہ عالم انصاری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

☆ فی الجامع الاصغر: قال الفقیه ابو القاسم رحمه الله: من لقن انسانا کلمة الکفر لیتکلم بها کفر الملقن و ان کان علی وجه اللعب و الضحك و هکذا روی عن ابن المبارك. و المروی عنه انه من امر امرأة حتی ترتد من الاسلام لتبین من زوجها فهو کافر و من افتی به فهو کافر

(الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۵/ص:۳۵۷)

ترجمہ: جامع اصغر میں ہے: فقیہ ابو القاسم نے فرمایا: جس نے کسی انسان کو کلمہ کفر کی تلقین کی تاکہ وہ کلمہ کفر ادا کرے تو تلقین کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ اگر چہ وہ کھیل کود یا مذاق کے طور پر ہی ہو۔ اسی طرح ابن المبارک سے مروی ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کسی کی بیوی کو حکم دیا کہ تم مرتد ہو جاؤ تاکہ اپنے شوہر کے نکاح سے نکل جاؤ تو وہ کافر ہو جائے گا اور جس نے ایسا فتویٰ دیا وہ مفتی کافر ہو جائے گا۔

حضرت امام عبد الغنی نابلسی فرماتے ہیں:

اعلم یا اخی اولا ان الفرض علی نوعین: فرض عملی و فرض اعتقادی و الفرض العملی لا یکفر جاحده و الفرض الاعتقادی یکفر جاحده و الوتر عند ابی حنیفة فرض عملی لا یکفر جاحده و معنی کونه فرضا عملیا انه

من جهة العمل فقط محكوم عليه بانه فرض لا من جهة الاعتقاد (کشف الستر عن فریضۃ الوتر:ص:۱۲۱)

ترجمہ: اے میرے بھائی سب سے پہلے جان لو کہ فرض کی دو اقسام ہیں: فرض عملی اور فرض اعتقادی۔فرض عملی کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا۔فرض اعتقادی کا انکار کرنے والا کافر ہوجائے گا۔وتر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض عملی ہے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں۔کسی امر کے فرض عملی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے عمل کے اعتبار سے تو محکوم علیہ ہے یعنی اس کو کرنے کا حکم اس طور پر دیا گیا ہے کہ وہ فرض ہے جبکہ اعتقاد کے اعتبار سے ایسا نہیں ہوتا۔

☆ حضرت امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن انكر المعراج من مكة الى المسجد الاقصى يكفر لانه قد رد الايات قوله جل و علا :سبحان الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى

(الاسراء۱:۱۷)

ومن صدق الايات و أقر ببلوغه الى بيت المقدس لا غير و أنكر ما وراء ذلك من المعارج و المعراج و العروج الى السماء و الصعود الى الجنة والعرش و الكرسى و الحجب واللوح و القلم وغير ذلك يكون معتزليا ۔

(شرح بدء الامالی:ص:۲۷۱)

ترجمہ: اور جس نے مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک معراج کا انکار کیا وہ کافر جائے گا،کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور جس نے ان آیات کی تصدیق کی اور اس بات کا اقرار کیا کہ آپ ﷺ

بیت المقدس تو تشریف لے گئے ہیں کہیں اور نہیں گئے اور باقی آسمان پر تشریف لے جانے اور جنت،عرش،کرسی،پردے،لوح قلم وغیرہ کی طرف جانے کا انکار کردے وہ معتزلی ہوگا۔

☆ و كذا تارك الصلاة ولا يكفر ما لم يستحلها و من قال بقتله ان يقتل زجرا و سياسة لا انه يكفر بها غير مستحل بها و خبر النبى ﷺ:من ترك الصلاة عامدا متعمدا فقد كفر.قلنا .مراده التعمد المنكر

(شرح بدء الامالی:ص:۳۲۴)

ترجمہ: اور اسی طرح نماز ترک کرنے والا ،وہ اس وقت تک کافر نہیں ہوگا جب تک اسے حلال نہ سمجھے اور جن علماء نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے وہ اسے زجرو سیاسی اعتبار سے قتل کرنا ہے۔وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ نماز ترک کرنے کی وجہ سے کافر ہوگیا ہے جبکہ وہ اس کے ترک کو حلال نہیں جانتا۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں "تعمد" سے مراد انکار کرتے ہوئے ترک کرنا ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص نماز کو ترک کردے تو اگرچہ اس نے یہ کافروں والا کام کیا لیکن وہ کافر نہیں ہوگا جب تک اسے جان بوجھ انکار کرتے ہوئے ترک نہ کرے۔

☆ و لا نخرج المؤمن المصدق من الايمان الا بجحود ما أدخله فيه (شرح بدء الامالی:ص:۳۲۵)

ترجمہ: اور ہم کسی مومن تصدیق کرنے والے کو ایمان سے نہیں نکالتے سوائے اس وقت جب وہ کسی ایسی بات کا انکار کردے جس سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا۔

☆ علامہ شیخ محمد بن محمد بابرتی حنفی اس حوالہ سے فرماتے ہیں:

لان الكفر و الايمان متضادان فلا يبطل أحدهما الا

باتیان الاخر و المؤمن انما صار مؤمنا و دخل فی الایمان
بالتصدیق و الاقرار فلا یصیر کافرا و خارجا عن الایمان
الا بالجحود و التکذیب فاذا ارتکب کبیرة مع بقاء اعتقاد
الجزم و التصدیق و الایمان لا یخرج عن الایمان فلا
یحکم بکفر أحد حتی یعلم منه جحود ما صار به مؤمنا

(شرح عقیدۃ الطحاویۃ: ص:۱۱۱)

ترجمہ: کیونکہ کفر اور ایمان متضاد ہیں۔ اس لئے کوئی اس وقت تک باطل نہ ہوگا جب تک دوسرا نہ آجائے۔ یعنی ایمان ہوگا تو کفر نہ ہوگا اور اگر کفر ہوا تو ایمان نہ ہوگا۔ مومن مومن بنا ہے اور ایمان میں داخل ہوا ہے تصدیق اور اقرار کی وجہ سے، پس وہ کافر نہیں ہوگا اور ایمان سے خارج نہیں ہوگا سوائے اس جان بوجھ کر انکار اور تکذیب کی وجہ سے۔ اگر اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا یقین، تصدیق اور ایمان کے ساتھ تو وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ نہ ہی کوئی اس کے کفر کا حکم دے گا۔ یہاں تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس بات کا انکار کرتا ہے جس سے وہ مومن ہوا تھا۔

☆ قاضی عمادالدین صاعد بن محمد نیشاپوری فرماتے ہیں:

و عن أبی مطیع البلخی قال: قال: ابو حنیفة من قتل نفسا بغیر حق أو سرق أو قطع الطریق أو فجر أو زنا أو شرب الخمر أو سکر فهو مؤمن فاسق و لیس بکافر و انما یعذبهم الله بالاحداث فی النار و یخرجهم منها بالایمان

(کتاب الاعتقاد: ص:۱۴۱)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کسی نے کسی بھی جان کو بغیر حق کے قتل کیا یا چوری کی یا ڈکیتی کی یا اعلانیہ گناہ کیا یا زنا کیا یا شراب پی یا نشہ کیا وہ

فاسق مومن ہے، کافر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ان کی وجہ سے آگ میں ڈالے گا اور ایمان کی وجہ سے باہر نکال لے گا۔

☆ حضرت امام بدرالرشید فرماتے ہیں:

ولو عزم علی الکفر و لو بعد مائة سنة یکفر فی الحال

(الفاظ الکفر: ص:۲۳)

ترجمہ: جس شخص نے کفر کرنے کا عزم کیا اگرچہ سو سال بعد ہی ہو تو وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا۔

☆و من لم یؤمن بکتاب من کتب الله أو جحد وعدا أو وعیدا مما ذکره الله تعالیٰ فی القرآن أو کذب شیئا منه کفر (الفاظ الکفر: ص:۲۷)

ترجمہ: اور جو ایمان نہ لائے اللہ کی کتابوں میں سے کسی کتاب پر یا کسی وعدہ یا وعید کا انکار کر دے۔ جس کو اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے یا قرآن میں سے کسی بات کا انکار کر دے وہ کافر ہو جائے گا۔

☆من جحد فرضا مجمعا علیه کالصلاة و الصوم و الزکاة و الغسل من الجنابة کفر (الفاظ الکفر: ص:۳۹)

ترجمہ: جس نے کسی ایسے فرض کا انکار کر دیا جس کے فرض ہونے پر تمام کا اجماع ہے جیسے نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور غسل جنابت وہ کافر ہو جائے گا۔

☆من تمنی ان لا یکون حرام الله تعالیٰ الزنا أو القتل بغیر الحق أو الظلم أو اکل ما لا یکون حلالا فی وقت من الاوقات یکفر (الفاظ الکفر: ص:۹۱)

ترجمہ: جس نے تمنا کی کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں جیسے زنا یا ناحق قتل یا ظلم یا اس چیز کا کھانا جس کا کھانا حلال نہیں ہے اوقات میں سے کسی وقت حرام نہ

ہوتیں وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ حضرت امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن المكفرات أيضا السحر الذى فيه عبادة الشمس و
نحوها فان خلا عن ذلك كان حراما لا كفرا فهو بمجرده لا
يكون كفرا ما لم ينضم اليه مكفر و من ثم قال الماوردى:
مذهب الشافعى رضى الله عنه أنه لا يكفر بالسحر و لا
يجب به قتله و يسأل عنه فان اعترف معه بما يوجب
كفره كان كافرا بمعتقده لا بسحره و كذا لو اعتقد اباحة
السحر كان كافرا باعتقاده لا بسحره فيقتل حينئذ بما
انضم الى السحر لا بالسحر هذا مذهبنا

(الاعلام بقواطع الاسلام: ص:۱۹۷)

ترجمہ: وجوہ تکفیر میں سے وہ جادو بھی ہے جس میں سورج وغیرہ کی عبادت کی جاتی ہے۔اگر جادو اس سے خالی ہو تو فسق ہے کفر نہیں۔محض جادو کفر نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ کوئی ایسی بات شامل نہ ہو جائے جو کفر ہے۔ماوردی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جادو سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا قتل کرنا واجب ہے۔اس سے پوچھا جائے گا۔اگر وہ اس کا اعتراف کرلے کہ اس کے پاس وہ بات ہے جو کفر کو واجب کرتی ہے تو وہ اپنے عقیدے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا سحر کی وجہ سے نہیں۔اسی طرح سے اگر اس نے جادو کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھا تو اپنے اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جائے گا جادو کی وجہ سے نہیں۔اس وقت اسے قتل کیا جائے گا اس وجہ کفر کی وجہ سے جو اس میں شامل ہوگئی ہے نہ کہ سحر کی وجہ سے۔یہ ہمارا مذہب ہے۔

☆ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فى الفتح :السحر حرام بلا خلاف بين اهل العلم و
اعتقاده اباحته كفر.....و علم به و بما نقلناه عن
الخانية انه لا يكفر بمجرد عمل السحر ما لم يكن فيه
اعتقاد أو عمل فهو مكفر و لذا نقل فى تبيين المحارم
عن الامام ابى المنصور:ان القول بانه كفر على الاطلاق
خطأ و يجب البحث عن حقيقته فان كان فى ذلك رد ما
لزم فى شرط الايمان فهو كفر و الا فلا اه

(ردالمحتار: ج:۶/ص:۳۸۳)

ترجمہ: فتح میں ہے کہ جادو تمام اہل علم کے نزدیک بلا اختلاف حرام ہے۔اور اس کے جائز ہونے کا عقیدہ کفر ہے.....ہم نے جو کچھ خانیہ سے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ محض جادو کا عمل کرنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا جب تک اس میں کوئی کفریہ اعتقاد یا عمل شامل نہ ہو،اس صورت میں وہ عمل یا اعتقاد کافر کرنے والا ہوا۔تبیین المحارم میں حضرت امام ابو منصور سے منقول ہے کہ علی الاطلاق یہ کہنا کہ جادو کفر ہے خطا ہے۔اس کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے اگر اس میں اس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط کے لئے لازم ہو تو وہ کفر ہوگا ورنہ نہیں۔

☆ و من زعم ان الاله سبحانه و تعالىٰ يحل فى شئ من احاد الناس أو غيرهم فهو كافر (الاعلام بقواطع الاسلام: ص:۲۰۴)

ترجمہ: جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ جو عالی ہے اور تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے،کسی میں حلول کر گیا ہے وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ ومن ذلك جحد جواز بعثة الرسل أو انكار نبوة نبى من

الانبیاء المتفق علی نبوتھم صلوات اللہ و سلامہ علیھم لا کالخضر و خالد بن سنان و لقمان و غیرھم

(الاعلام بقواطع الاسلام: ص:۲۰۵)

ترجمہ: وجوہات کفر میں سے رسولوں کی بعثت کے جواز کا انکار ہے یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایسے نبی کی نبوت کا انکار ہے جس کی نبوت پر سب کا اتفاق ہے حضرت خضر، خالد بن سنان اور لقمان علیہم السلام کی نبوت کے انکار سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کا نبی ہونا مختلف فیہ ہے۔

☆ و الشك فی الفرائض الكفر به واضح لانه يستلزم الشك فی الضروريات المعلومة من الدين و هو كفر كانكارها

(الاعلام بقواطع الاسلام: ص:۲۶۳)

ترجمہ: فرائض میں شک کرنے کا کفر ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ یہ ضروریات دین میں شک کو مستلزم ہے۔ یہ شک اس کے انکار کی طرح کفر ہے۔

☆ حضرت امام قاسم بن صلاح الدین خانی فرماتے ہیں:

من تمنی الکفر کفر (رسالۃ فی الفاظ الکفر: ص:۳۸۳)

ترجمہ: جس نے کفر کی تمنا کی وہ کافر ہوگیا۔

☆ و منها: اذا اسلم كافر فأعطاه الناس اموالا فقال اخر: ليتنی كنت كافرا فاسلم فاعطی. قال بعض المشايخ يكفر. قال: النووی قلت فی هذا نظر لانه جازم با لاسلام فی الحال و الاستقبال و ثبت احاديث صحيحة فی قصه اسامة رضی الله عنه حين قتل من نطق بالشهادة. فقال له ﷺ: كيف تصنع بلا اله الا الله اذا جاء ت يوم القيامة حتی تمنيت انی لم أ كن اسلمت قبله يو مئذ و

يمكن الفرق بينهما انتهی و الفرق ان اسامة رضی الله تعالی عنه لم يتمن الكفر لاجل الدنيا كما تمناه هذا القائل بل ود ان يكون اسلامه بعد هذه المعصية لأن الاسلام يجب ما قبل فيسلم من تلك المعصية العظيمة (رسالۃ فی الفاظ الکفر: ص:۳۸۴)

ترجمہ: وجوہ کفر میں سے ہے کہ جب کوئی کافر اسلام قبول کرے اور لوگ اس کو پیسے دیں تو دوسرا یہ کہے کہ کاش میں کافر ہوتا پھر اسلام قبول کرتا تو مجھے بھی پیسے دیئے جاتے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اس میں نظر ہے، کیونکہ وہ اسلام میں فی الحال اور مستقبل میں پختہ ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ثابت ہے۔ جب آپ نے اس شخص کو قتل کیا جس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم قیامت کے دن کیا کرو گے جب لا الہ الا اللہ آئے گا؟ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کاش میں نے اس روز سے پہلے اسلام قبول نہ کیا ہوتا۔ ان دونوں میں فرق ممکن ہے۔ انتہی۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کفر کی تمنا دنیا کے لئے نہیں کی تھی جیسے اس کہنے والے نے کی تھی، بلکہ وہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ آپ کا اسلام اس گناہ کے بعد ہوتا کیونکہ اسلام ما قبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس طرح آپ اس گناہ سے بچ جاتے۔

☆ هل يجوز ان يحكی الرجل عن غيره ما قاله من كلمات الكفر ام لا؟ قال القاضی عياض فی الشفاء يختلف

الحکم باختلاف ذلك على وجوه الوجوب و الندب و التحريم

ا) فان كان على وجه الشهادة و التعريف بقائله و الانكار عليه و التنفير منه فقد يجب

ب) و قد يندب بحسب حالات الحاكي و المحكي عنه و قد اجمع السلف و الخلف على حكايات مقالات الكفرة و الملحدين في كتبهم و مجالسهم لبيانهم و ردها

ج) و ان كان على وجه الاعتياد له أو اظهار استحسانه أو كان مولعا بمثله دراسة و تطلبا له أو كان مولعا برواية أشعار هجوه عليه الصلاة و السلام فهو الساب و لا ينفعه نسبته الى غيره فيبادر بقتله ان لم يتب و قد قالوا: حفظ شطر بيت مما هجي به صلى الله عليه واله وسلم كفر ان رضي بذلك او استحسنه لا ان قصد به غير ذلك . حققه ابن حجر و اجمعوا على تحريم رواية ما هجي به صلى الله عليه واله وسلم و تحريم كتابته و قراءته

(رسالۃ فی الفاظ الکفر: ص:۴۰۹)

ترجمہ: کسی شخص سے کفریہ کلمات کی حکایت جائز ہے یا نہیں؟ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں فرمایا ہے کہ اس کا حکم مختلف وجوہ کے ساتھ ہے، کبھی یہ واجب ہوتا ہے، کبھی مستحب ہوتا ہے اور کبھی حرام ہوتا ہے۔

1. اگر یہ گواہی کے طور پر ہو اور اس لئے ہو کہ لوگ اس کہنے والے کو جان لیں اور اس کا انکار کریں اور اس سے نفرت کریں تو یہ واجب ہے۔
2. یہ کبھی نقل کرنے والے اور جس کے بارے میں نقل کیا جا رہا ہے، کے اعتبار

سے مستحب بھی ہوتا ہے۔ سلف اور خلف کا کافروں اور ملحدین کے مقالات اپنی کتابوں اور مجالس میں نقل کرنے پر اجماع ہے۔

3. اگر یہ عادت کے طور پر ہو یا اس کی تحسین کے اظہار کے لئے ہو یا وہ کفریہ باتوں کو سیکھنا اور طلب کرنا پسند کرتا ہو یا نبی کریم کی (نعوذ باللہ) ہجو میں اشعار کو پسند کرتا ہو تو ساب ہے۔ اس کا ان باتوں کی نسبت کسی دوسرے کی طرف کرنا نفع نہ دے گا، پس اگر وہ تائب نہ ہو تو اس کے قتل میں جلدی کی جائے گی۔ علماء نے کہا ہے کہ جس شعر میں آپ ﷺ کی (نعوذ باللہ) ہجو بیان کی گئی ہو اس کے نصف بیت کو یاد کرنا کفر ہے اگر وہ اس کے ساتھ راضی ہو یا اس کو اچھا قرار دے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو تو وہ کافر نہ ہوگا۔

یہ تحقیق امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ تمام علماء کا اجماع ہے کہ جس چیز میں نعوذ باللہ آپ ﷺ کی ہجو بیان کی گئی ہو اس کا نقل کرنا لکھنا اور پڑھنا حرام ہے۔

☆معوذتین کا انکار:

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور کلام ہے۔ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے اور وہی اس لا ریب کتاب کی قیامت تک حفاظت فرمائے گا۔ قرآن حکیم ہم تک تواتر سے منقول ہے اور اس کا ثبوت اس قدر قطعی ہے کہ اس کا درجہ احادیث متواترہ سے بھی زیادہ بلند ہے۔ اسی لئے قرآن مجید سے متعلق ہر وہ بات جو خبر واحد سے ثابت ہو لائق توجہ نہیں۔ اخبار احاد ظنی ہوتی ہیں اس لئے ان سے دین کے عقائد بھی نہیں بنتے، بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ اگر کوئی شخص معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کا قرآن میں سے ہونے کا انکار کر دے تو وہ کافر نہیں ہوگا، کیونکہ دور اول میں اس کی قرآنیت میں اختلاف تھا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے قرآن میں سے ہونے کے قائل نہیں تھے۔ صدر اول کے بعد امت کا اجماع ہوا کہ یہ دونوں بھی قرآن مجید کی سورتیں ہیں اس لئے اجماع متاخر خلاف متقدم کو رفع نہیں کرسکتا۔

محققین اور علمائے اصول کا موقف یہ ہے جو عین صواب ہے کہ ان دونوں کا قرآن کی سورتیں ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کی نسبت کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں سے نہیں باطل ہے۔ اگر کوئی کسی درجہ میں اسے حدیث ثابت کر بھی دے تو باعتبار نقل خبر واحد ہونے سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں اور اخبار احاد سے قرآن کا ثبوت کا یا اس میں اشتباہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید ہر قسم کی اشتباہ اور شک سے پاک ہے۔ لہذا ان سورتوں کا قرآن میں سے ہونے کا انکار کفر ہے۔

مجتہد مطلق امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و ما عن ابن مسعود من انکار المعوذتین لم یصح

(التحریر: ج:۲/ص:۲۷۹)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو معوذتین کا انکار مروی ہے وہ صحیح نہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و المعوذتان فقد ثبت نقلهما شائعا من القرآن کسائر السور و ابن مسعود رضی الله عنه لم ینکر کونهما من القرآن (المستصفیٰ: ج:۱/ص:۲۸۶)

ترجمہ: معوذتین کا قرآن میں سے ہونا اسی طرح سے منقول اور مشہور ہے جیسے دیگر سورتوں کا قرآن میں سے ہونا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے قرآن میں سے ہونے کا انکار نہیں کیا۔

حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و ما عن ابن مسعود رضی الله عنه من انکارهما لم یصح....و اختار فی الفتاویٰ البزازیة تکفیر منکرهما للاجماع علی کونهما منه (فتح الغفار: ص:۱۵)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو معوذتین کا انکار مروی ہے وہ صحیح

نہیں....فتاویٰ بزازیہ میں ان دونوں سورتوں کے قرآن میں سے ہونے کے منکر کی تکفیر کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی قرآنیت پر اجماع ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اجمع المسلمون علی ان المعوذتین و الفاتحة و سائر السور المکتوبة فی المصحف قرآن و ان من جحد شیئا منه کفر و ما نقل عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما فی الفاتحة و المعوذتین باطل لیس بصحیح۔ قال ابن حزم فی اول کتاب المجاز هذا کذب علی ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما موضوع و انما صح عنه قراءة عاصم عن زر عن ابن مسعود رضی الله عنهم و فیها الفاتحة و المعوذتان (المجموع: ج:۳/ص:۳۹۶)

ترجمہ: تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ معوذتین اور فاتحہ اور تمام سورتیں جو مصحف میں مکتوب ہیں وہ قرآن ہیں۔ جس نے ان میں کسی بھی ایک چیز کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو فاتحہ اور معوذتین کے بارے میں منقول ہے وہ باطل ہے اور صحیح نہیں ہے ابن حزم نے کتاب المجاز کے شروع میں کہا ہے کہ یہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور یہ گھڑی ہوئی بات ہے اور قراءت عاصم جو زر اور پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں فاتحہ اور معوذتین موجود ہیں۔

حضرت امام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من ذلك أيضا جحد اية او حرف من القرآن مجمع علیه کا لمعوذتین بخلاف البسملة أو زیادة حرف فیه مع اعتقاد

انه منه .فان قلت :قد انکر ابن مسعود رضی الله تعالیٰ
عنهما کون المعوذتین قرآنا فکیف یکفرنا فیهما ؛قلت:
قال النوویفی المجموع :ان نسبة ذلك لابن مسعود رضی
الله عنهما کذب علیه (الاعلام بقواطع اھل الاسلام:ص:۲۰۶)

ترجمہ: وجوہ تکفیر میں سے کسی آیت یا قرآن حکیم کے کسی حرف کا انکار کرنا ہے جس پر اجماع ہو، جیسے معوذتین کا انکار کرنا بخلاف بسملہ کے۔ یا کسی حرف کی قرآن میں زیادتی کرانا اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ قرآن میں سے ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے معوذتین کے قرآن میں سے ہونے کا انکار کر دیا ہے تو پھر ان دونوں کے قرآن میں سے ہونے کا انکار کرنے والے کی تکفیر کیونکر ہو سکتی ہے؟ میں یہ کہوں گا کہ امام نووی نے مجموع میں بیان کر دیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کی نسبت جھوٹ ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام فخر الدین کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

والأغلب علی الظن ان نقل هذا المذهب عن ابن مسعود
رضی الله عنه نقل باطل و به یحصل الخلاص عن هذه
العقیدة (الاتقان:ص:۱۲۱)

ترجمہ: غالب گمان یہی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مذہب کا منقول ہونا باطل ہے۔ اس طرح اس عقیدہ سے خلاصی نصیب ہو جائے گی۔

آپ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

و کذا قال القاضی ابو بکر لم یصح عنه انها لیست من
القرآن و لا حفظ عنه .... و قال النووی فی شرح المهذب:
أجمع المسلمون علی ان المعوذتین و الفاتحة من القرآن و

ان من جحد منها شیئا کفر و ما نقل عن ابن مسعود
باطل لیس بصحیح و قال ابن حزم فی المحلی: هذا کذب
علی ابن مسعود و موضوع و انما صح عنه قراءة عاصم عن
زر عنه و فیها المعوذتان و الفاتحة (الاتقان:ص:۱۲۱)

ترجمہ: اسی طرح سے قاضی ابوبکر نے کہا ہے کہ یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح منقول نہیں ہے اور نہ ان سے یاد کی گئی ہے کہ معوذتین قرآن میں سے نہیں.... امام نووی شرح المہذب میں فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن میں سے ہیں۔ جس کسی نے ان میں سے کسی کا بھی انکار کیا وہ کافر ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو فاتحہ اور معوذتین کے بارے میں منقول ہے وہ صحیح نہیں ہے ابن حزم نے المحلی میں کہا ہے کہ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور یہ گھڑی ہوئی بات ہے اور قرأت عاصم جو زر اور پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں فاتحہ اور معوذتین موجود ہیں۔

حضرت امام قاضی محب اللہ بہاری فرماتے ہیں:

ما نقل احادا فلیس بقرآن قطعا (مسلم الثبوت: ج:۲/ص:۱۱)

ترجمہ: جو بطور خبر واحد منقول ہو وہ قطعاً قرآن نہیں ہو سکتا۔

اس کی وضاحت میں بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرماتے ہیں:

(ما نقل احادا فلیس بقرآن قطعا) و لم یعرف فیه
خلاف لواحد من اهل المذهب.... و المنقول احادا لیس
متواترا فلیس قرآنا (فواتح الرحموت: ج:۲/ص:۱۱)

ترجمہ: اس میں کسی بھی اہل مذہب کا اختلاف معروف نہیں ہے۔ جو بات بطور خبر واحد منقول ہو وہ متواتر نہیں ہو سکتی اور جو متواتر نہیں وہ قرآن نہیں ہے۔

آپ اسانید کے بیان کے بعد لکھتے ہیں:

و قد ثبت بالاسانید الصحاح ان قراء ة عاصم و قراء ة حمزة و قراء ة الکسائی و قراء ة خلف کلها تنتهی الی ابن مسعود و فی هذه القراآت المعوذتان و الفاتحة جزء من القرآن و داخل فیه .فنسبة انکار کونها من القرآن الیه غلط فاحش و من أسند الانکار الی ابن مسعود رضی الله عنه فلا یعبأ بسنده عند معارضة هذه الاسانید الصحیحة بالاجماع و المتلقاة بالقبول عند العلماء الکرام بل و الامة کلها کافة فظهر ان نسبة الانکار الی ابن مسعود رضی الله عنه باطل (فواتح الرحموت: ج:۲/ص:۱۲)

ترجمہ: ان صحیح اسانید سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف ان سب کی قرأتیں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ پر ختم ہوتی ہیں۔ ان تمام قرأتوں میں معوذتان اور فاتحہ قرآن کا جزو ہیں اور قرآن میں داخل ہیں۔ پس حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی طرف اس بات کی نسبت کہ آپ ان کے قرآن میں سے ہونے کا انکار کرتے تھے فحش غلطی ہے۔ جس نے اس انکار کی نسبت حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی طرف کی تو اس کی سند کی پرواہ نہیں کی جائے گی، ان اسانید سے تعارض کے وقت جو بالاجماع صحیح ہیں اور علماء کرام کے نزدیک انہیں قبولیت حاصل ہے، بلکہ پوری امت کا اس پر اتفاق ہے، پس یہ ظاہر ہوگیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی طرف انکار کی نسبت باطل ہے۔

علمائے امت کی ان تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ معوذتین قرآن حکیم کا حصہ ہیں اور ان کی قرآنیت کا انکار کفر ہے۔ جس طرح اور سورتوں کا انکار کفر ہے۔ جہاں تک حضرت

عبداللہ بن مسعود ؓ کی طرف اس بات کی نسبت ہے کہ آپ ان دونوں سورتوں کے قرآن میں سے ہونے کے قائل نہیں تھے ان پر افترا ہے، کذب ہے اور باطل ہے، پس اگر کوئی شخص فاتحہ یا معوذتین کے قرآن میں سے ہونے کا انکار کردے وہ کافر ہوجائے گا۔

اہل قبلہ کی تکفیر:

علماء عظام کے مابین اہل قبلہ کی اصطلاح معروف ہے۔ یہ اصطلاح نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلك المسلم الذی له ذمة الله و ذمة رسوله صلی الله علیه واله وسلم فلا تخفروا الله فی ذمته

(صحیح البخاری: کتاب الصلاۃ: باب فضل استقبال القبلۃ)

ترجمہ: جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے، پس اللہ تعالیٰ کے عہد کو اس کے ذمہ میں نہ توڑو۔

علمائے عظام جب یہ اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو ضروریات دین پر ایمان لانے والے ہوں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی حدیث مبارکہ میں نماز ادا کرنے، قبلہ رو ہونے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ان باتوں کا ذکر فرما رہے ہیں جو اہل اسلام کی علامات ہیں۔

حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اہل قبلہ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

ثم اعلم ان المراد بأهل القبلة الذین اتفقوا علی ما هو من ضروریات الدین کحدوث العالم و حشر الاجساد و علم الله بالکلیات و الجزئیات و ما أشبه ذلك من المسائل فمن واظب طول عمره علی الطاعات و العبادات

مع اعتقاد قدم العالم أو نفي الشر أو نفي علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من أهل القبلة

(شرح فقہ الاکبر:ص:۱۵۵)

ترجمہ: جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا، اجساد کا حشر ہونا، اللہ تعالیٰ کو کلیات اور جزئیات کا علم ہونا وغیرہ کی طرح مسائل، پس جس نے اپنی پوری عمر اطاعت وعبادات میں گزار دی اس اعتقاد کے ساتھ کہ عالم قدیم ہے یا اس نے شر کی نفی کی یا اللہ سبحانہ کے جزئیات کے علم کی نفی کی وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہوگا۔

پس جو کوئی شخص ضروریات دین پر ایمان لانے والا ہو وہ اہل قبلہ میں سے ہے اور مومن ہے، تاہم اگر اس میں کوئی کفریہ عقیدہ پایا جائے تو اگرچہ وہ بظاہر تمام اعمال اہل اسلام کی طرح ہی ادا کرنے والا ہو وہ اسلام سے خارج قرار پائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اس بات پر تمام صحابہ کا اجماع ہوا کہ جو کوئی کلمہ شہادت کے ساتھ زکوٰۃ کا انکار کرے وہ مرتد ہے اور اسے اس کا کلمہ پڑھنا نفع نہ دے گا۔

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل قبلہ جب تک ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار نہ کریں چاہیں وہ کتنے ہی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیوں نہ کریں انہیں فاسق وفاجر تو کہا جاسکتا ہے لیکن انہیں کافر نہیں کہا جائے گا۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و نسمی اهل القبلة مسلمین مؤمنین ما داموا بما جاء به النبی صلی الله علیه واله وسلم معترفین

(العقیدۃ الطحاویۃ:ص:۲۳)

ترجمہ: ہم اہل قبلہ کو مسلمان اور مومن کہتے ہیں جب تک وہ اس کا اعتراف کرتے رہیں جو کچھ نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں:

و لا نکفر احدا من اهل القبلة بذنب ما لم یستحله

(العقیدۃ الطحاویۃ:ص:۲۴)

ترجمہ: ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے جب تک وہ اس کو حلال نہ سمجھے۔

حضرت امام بابرتی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

(ما داموا بما جاء به النبی صلی الله علیه واله وسلم معترفین) لأن مجرد التوجه الی قبلتنا لا یدل علی الایمان ما لم یصدق النبی صلی الله علیه واله وسلم فیما جاء به من الشریعة فان الغلاة من الرافضة الذین یدعون ان جبریل غلط فی الوحی لمحمد(ﷺ) فان الله ارسله الی علی (رضی الله تعالیٰ عنه) و بعضهم قالوا: بانه اله فهؤلاء وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ:ص:۹۸)

ترجمہ: کیونکہ محض ہمارے قبلہ کی طرف توجہ کرنا ایمان پر دلالت نہیں کرتا جبکہ وہ نبی کریم ﷺ کی ہر اس بات کی تصدیق نہ کرے جو آپ علیہ الصلاۃ والسلام شریعت میں سے لے کر آئے ہیں۔ روافض میں سے کئی غلو کرنے والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام سے محمد (رسول اللہ ﷺ) کی طرف وحی لانے میں غلطی ہوئی۔ بے شک ان کو اللہ نے بھیجا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ معبود ہیں۔ وہ اگرچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہیں وہ مومن نہیں ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و ان المراد بعدم تکفیر اهل القبلة عند اهل السنة انه

لا يكفر ما لم يوجد شئ من أمارات الكفر و علاماته، و لم يصدر عنه شئ من موجباته (شرح الفقہ الاکبر،ص:۱۵۵)

ترجمہ: اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے سے اہل سنت کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اس کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک اس میں کوئی کفر کی نشانی نہ پائی جائے اور اس سے کوئی ایسی بات صادر نہ ہو جو کفر کو واجب کرتی ہے۔

حضرت امام الحرمین فرماتے ہیں:

و كذلك من كفر من اهل القبلة و صدر منه ما يوجب تكفيره فهو مردود الشهادة و ان كان من المتأولين المنتمين الى اهل القبلة (التلخیص،ص:۳۰۳)

ترجمہ: اسی طرح سے اہل قبلہ میں سے جس نے کفر کیا اور اس سے اس بات کا صدور ہوا جو تکفیر کو واجب کرتی ہے تو اس کی گواہی مردود ہوگی۔ اگرچہ وہ تاویل کرنے والوں میں سے، خود کو اہل قبلہ کی طرف منسوب کرنے والوں میں سے ہو۔

علمائے عظام کی ان تمام عبارتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے علماء نے مسئلہ اکفار میں نہایت ہی احتیاط سے کام لیا ہے۔ جو شخص ضروریات دین پر ایمان لاتا ہو اور اہل اسلام کے شعائر کو اختیار کرتا ہو وہ مسلمان ہے، ممکن ہے کہ اس میں عمل صالح کے اعتبار سے کوئی کوتاہی ہو لیکن اس وجہ سے اس کی تکفیر نہیں جائے گی۔ وہ تمام امور جن کا ثبوت اخبار احاد سے ہے یا جو ضروریات دین اور قطعیات میں سے نہیں ہیں ان کا انکار اسے اہل القبلۃ سے خارج نہیں کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص پوری زندگی تمام تر اسلامی شعائر کو اختیار کئے رکھے یا شب و روز قیام و سجود کی حالت میں گزار دے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کسی ایک بھی ایسی بات کا انکار کر دے جو ضروریات دین میں سے ہے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کو یہ عبادات نفع نہ دیں گی، پس علماء کا اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس کی بدعملی

یا کسی مشہور امر کے انکار پر اس کی تفسیق و تضلیل تو کی جا سکتی ہے تکفیر نہیں کی جا سکتی۔

ایمان کی حفاظت کی دعا:

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ صبح و شام اس دعا کو پڑھنے کا عادی بن جائے کیونکہ آپ ﷺ کی حدیث کے مطابق وہ اس دعا کی برکت سے کفر سے محفوظ رہے گا:

اللهم انى اعوذ بك من ان اشرك بك شيئا و انا اعلم و استغفرك لما لا اعلم (الفتاوی الصمدیہ: ج:۲/ص:۳۸۳)

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس بات سے کہ میں تیرے ساتھ کسی کو شریک بناؤں اس حال میں کہ اس کا علم رکھتا ہوں اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس سے جو میں نہیں جانتا۔

مراجع

نمبر	کتاب	مصنف / ناشر
۱	قرآن کریم	
۲	روح البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسوی، مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ
۳	المفردات فی غریب القرآن	الامام راغب اصفہانی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان
۴	التفسیر البیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر شیرازی بیضاوی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، پاکستان
۵	حاشیۃ الشیخ زادہ	امام محمد بن مصلح الدین مصطفی قوجوی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، پاکستان
۶	اللباب فی علوم الکتاب	امام ابن عادل، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان
۷	روح المعانی	السید محمود آلوسی بغدادی، المکتبۃ الحقانیۃ، ملتان، پاکستان
۸	التفسیرات الاحمدیۃ	الشیخ ملا احمد جیون، مکتبہ اسلامیہ، کانسی روڈ کوئٹہ
۹	الکشاف	امام جار اللہ محمود بن عمر زمخشری، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان
۱۰	احکام القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
۱۱	نظم الدرر	امام برہان الدین بقاعی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
۱۲	التفسیر الکبیر	الامام الرازی، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۱ھ
۱۳	الجامع لاحکام القرآن	ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، دار الکتب، بیروت، لبنان، ۱۳۸۰ھ

نمبر	کتاب	مصنف / ناشر
۱۴	الکتاب الموضح فی وجوہ القراءات و عللها	امام نصر بن علی بن محمد فارسی، دار الصحابۃ للنشر والتوزیع مصر
۱۵	الاتقان	امام جلال الدین سیوطی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان
۱۶	المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم	محمد فؤاد عبد الباقی، موسسۃ مناهل العرفان، بیروت
۱۷	صحیح مسلم	الامام ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان، ۱۳۷۵ھ
۱۸	صحیح البخاری	الامام ابو عبد اللہ اسماعیل بن ابراہیم البخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۱ھ
۱۹	سنن ابی داؤد	الامام ابو داؤد سلیمان بن اشعث، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، پاکستان
۲۰	سنن النسائی	الامام احمد النسائی مکتبہ رحمانیہ، لاہور، پاکستان
۲۱	جامع الترمذی	الامام ابو عیسیٰ محمد ن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، پاکستان
۲۲	سنن ابن ماجہ	الامام محمد بن عبد اللہ بن یزید ابن ماجہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، پاکستان
۲۳	سنن الدارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، المکتبۃ الشاملۃ
۲۴	سنن دار قطنی	امام علی بن عمر الدار قطنی، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان
۲۵	المسند	الامام عبد اللہ بن زبیر الحمیدی، بیروت، لبنان
۲۶	المؤطا	امام محمد بن حسن الشیبانی، قدیمی کتب خانہ، کراتشی، باکستان

۲۷	السنن الکبریٰ	الامام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، دار الفکر، بیروت، لبنان
۲۸	ظفر الامانی	امام ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی، جامعہ اسلامیہ اعظم گڑھ، ہند
۲۹	المعجم الکبیر	الامام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المکتبۃ الفیصلیۃ
۳۰	المعجم الصغیر	الامام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، بیروت لبنان
۳۱	مجمع الزوائد	الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی، مؤسسۃ المعارف، بیروت، لبنان، ۱۴۰۶ھ
۳۲	المؤطا	للامام مالک، الامام مالک، مطبعۃ مصطفیٰ بمصر، الطبعۃ الاخیرۃ، ۱۳۷۰ھ
۳۳	المصنف	الامام ابوبکر عبد الرزاق بن الھمام، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۳ھ
۳۴	المستدرک	امام حاکم، المکتبۃ الشاملۃ
۳۵	دلائل النبوۃ	امام بیہقی، المکتبۃ الشاملۃ
۳۶	مشکل الاثار	امام ابوجعفر طحاوی، المکتبۃ الشاملۃ
۳۷	مشکوۃ المصابیح	امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب، فرید بکسٹال، لاہور، پاکستان
۳۸	عمدۃ القاری	العلامۃ بدر الدین محمد بن محمود بن احمد العینی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۱۳۴۸ھ
۳۹	فتح الباری	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ بابی حلبی
۴۰	نخبۃ الفکر	احمد بن علی بن حجر العسقلانی، قدیمی کتب خانہ، کراچی پاکستان

۴۱	فتح المغیث	شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوی، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ
۴۲	شرح نخبۃ الفکر	احمد بن علی بن حجر العسقلانی، قدیمی کتب خانہ، کراچی پاکستان
۴۳	شرح شرح نخبۃ الفکر	علی بن سلطان محمد الھروی القاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی پاکستان
۴۴	تقریب النواوی	یحییٰ بن شرف محی الدین، قدیمی کتب خانہ، کراچی پاکستان
۴۵	تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی، قدیمی کتب خانہ، کراچی پاکستان
۴۶	کتاب الجرح و التعدیل	عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۳ھ۔
۴۷	الکفایۃ فی علم الروایۃ	امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان
۴۸	میزان الاعتدال فی نقد الرجال	الحافظ شمس الدین الذھبی، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان
۴۹	الموضوعات الکبریٰ	علامہ نور الدین علی بن سلطان محمد ہروی قاری، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم وادب آرام باغ کراچی، پاکستان
۵۰	الغایۃ	امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان
۵۱	النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح	امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر زرکشی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان
۵۲	الفیۃ	امام جلال الدین سیوطی، المکتبۃ العلمیۃ
۵۳	اسد الغابۃ	عزالدین ابوالحسن علی بن ابوالکرم ابن اثیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۵۴	تاریخ الاسلام	الحافظ شمس الدین الذهبی، المکتبۃ الشاملۃ
۵۵	سیر اعلام النبلاء	الحافظ شمس الدین الذهبی، موسسۃ الرسالۃ بیرولبنان الطبعۃ التاسعۃ ۱۴۱۳ھ
۵۶	الضوء اللامع	امام شمس الدین سخاوی، المکتبۃ الشاملۃ
۵۷	لسان المیزان	الحافظ احمد بن حجر العسقلانی، موسسۃ الأعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۰ھ
۵۸	انباء الغمر بابناء العمر	امام ابن حجر عسقلانی، المکتبۃ الشاملۃ
۵۹	الاصابۃ	الحافظ احمد بن حجر العسقلانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
۶۰	الدرر الکامنۃ	امام ابن حجر عسقلانی، المکتبۃ الشاملۃ
۶۱	تذکرۃ الحفاظ	امام شمس الدین ذہبی، ادارہ معارف النعمانیہ حیدرآباد دکن
۶۲	الاستیعاب	حافظ ابوعمر ابن عبدالبر، دار الفکر بیروت، لبنان
۶۳	الرفع و التکمیل فی الجرح والتعدیل	امام ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
۶۴	ردالمختار	محمد امین ابن عابدین، مکتبہ امدادیہ، ملتان
۶۵	فتاوی النوازل	امام ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۶۶	الدر المختار	علامہ حصکفی، مکتبہ امدادیہ، ملتان
۶۷	تنبیہ الولاۃ والحکام	سید محمد امین آفندی ابن عابدین شامی، سہیل اکیڈمی، لاہور پاکستان
۶۸	الفتاوی التاتارخانیۃ	عالم بن علاء دہلوی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

۶۹	البحر الرائق	الشیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان
۷۰	فیصل التفرقۃ	محمد بن محمد بن محمد غزالی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، الطبعۃ الرابعۃ ۲۰۰۶م
۷۱	بدائع الصنائع	علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
۷۲	الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام	قاضی ملاخسرو حنفی، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان
۷۳	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی پاکستان
۷۴	شرح الحموی	علامہ شیخ سید احمد بن محمد حموی مصری، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ، کراچی پاکستان
۷۵	افاضۃ الانوار	علامہ علاؤالدین حصنی، منشورات ادارۃ القرآن، کراچی، پاکستان
۷۶	کشف الاسرار	امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی پاکستان
۷۷	جامع الرموز	امام شمس الدین محمد خراسانی قہستانی، ایم ایچ کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی پاکستان
۷۸	اصول البزدوی	امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان
۷۹	نسمات الاسحار	علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی، منشورات ادارۃ القرآن، کراچی، پاکستان

۸۰	الهداية	الامام ابوالحسین علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، المصباح، بک لینڈ، اردو بازار، لاہور
۸۱	المنار	امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، منشورات ادارۃ القرآن، کراچی، پاکستان
۸۲	المبسوط	الامام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی، المکتبۃ الغفاریہ کانسی روڈ کوئٹہ
۸۳	شرح كتاب السير الكبير	الامام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی، المکتب للحرکۃ الثورۃ الاسلامیۃ للمجاھدین افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۸۴	الفتاوىٰ الهندية	علامہ شیخ نظام وجماعۃ من علماء الھند، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ پاکستان
۸۵	اعلاء كلمة الله فى بيان وما اهل به لغير الله	حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد پاکستان
۸۶	الحسامي	حسام الدین محمد بن محمد بن عمر اخسیکثی، میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب، کراچی پاکستان
۸۷	فتح الغفار	الشیخ زین الدین بن ابراھیم المعروف بابن نجیم، مکتبہ اسلامیہ، میزان مارکیٹ، کوئٹہ، پاکستان
۸۸	نور الانوار	ملا جیون صدیقی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، پاکستان
۸۹	اصول الشاشي	ملا نظام الدین شاشی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، پاکستان

۹۰	اصول السرخسي	ابوبکر محمد بن احمد ابی سہل السرخسی، دار المعارف النعمانیہ، کریم پارک لاہور، ۱۴۰۱ھ
۹۱	تقويم الأدلة	امام ابوزید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ دبوسی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان۔
۹۲	الفتاوىٰ الحديثية	امام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، پاکستان
۹۳	الفتاوىٰ الولوالجية	امام ولوالجی، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
۹۴	المحيط البرهاني	امام محمود بن احمد بن عمر برہان الدین مازہ، منشورات ادارۃ القرآن، کراچی، پاکستان
۹۵	فتاوىٰ قاضي خان	امام حسن بن منصور بن محمود اوزجندی، حافظ کتب خانہ مسجد روڈ کوئٹہ پاکستان
۹۶	اللمع	ابراہیم بن علی شیرازی فیروز آبادی شیرازی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، ۲۰۰۷م
۹۷	البحر المحيط	الامام ابو حیان الاندلسی، دار الفکر، بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۳ھ
۹۸	الميزان	امام علاؤ الدین محمد بن عبد الحمید سمرقندی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان
۹۹	شرح منار الانوار	امام عبد اللطیف ابن ملک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۱۰۰	الصارم المسلول	شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، دار ابن حزم، بیروت لبنان

۱۰۱	الفتاویٰ السراجیة	امام علی بن عثمان بن محمد سراج الدین اوشی، ایچ۔ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی۔
۱۰۲	فتاویٰ اللکنوی	امام محمد عبدالحی لکھنوی، مکتبہ عثمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ پاکستان
۱۰۳	معین الحکام	امام علی بن حسن طرابلسی، المکتبۃ الشاملة
۱۰۴	المحرر فی اصول الفقه	امام ابن تیمیه
۱۰۵	المغنی	موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامۃ، دار الکتاب، بیروت، لبنان
۱۰۶	الاجماع	امام ابن منذر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان
۱۰۷	المجموع شرح المهذب	الامام یحییٰ بن شرف محی الدین النووی، دار الفکر، بیروت، لبنان
۱۰۸	کتاب الخراج	قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم،
۱۰۹	النتف فی الفتاویٰ	قاضی القضاۃ ابو الحسن علی بن حسین بن محمد سغدی، مکتبہ عثمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ پاکستان
۱۱۰	کتاب الفتاویٰ الخیریة	علامہ ابراہیم بن سلیمان بن محمد بن عبدالعزیز، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان
۱۱۱	خلاصة الفتاویٰ	علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری، امجد اکیڈمی لاہور
۱۱۲	الجامع الصغیر	امام محمد بن حسن شیبانی، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیة کراچی پاکستان
۱۱۳	القدوری	الامام احمد بن محمد قدوری، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، پاکستان

۱۱۴	کنز الدقائق	امام حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی، دار احیاء التراث العربی
۱۱۵	تنویر الابصار	علامہ تمرتاشی، مکتبہ امدادیہ، ملتان
۱۱۶	الروض	امام شرف الدین اسماعیل بن مقری، المکتبۃ الشاملة
۱۱۷	فتح القدیر	امام کمال الدین بن عبد الواحد بن ہمام، المکتبۃ الحقانیة محلہ جنگی پشاور پاکستان
۱۱۸	مراتب الاجماع	ابو محمد علی بن احمد بن حزم، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان
۱۱۹	التحریر	امام کمال الدین ابن ہمام، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان
۱۲۰	التقریر و التحبیر	علامہ ابن امیر الحاج حلبی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان
۱۲۱	رسالة ف الفاظ الکفر	قاسم بن صلاح الدین خانی، دار ایلاف الدولیة للنشر و التوزیع، کویت
۱۲۲	الفاظ الکفر	بدر الرشید حنفی، دار ایلاف الدولیة للنشر والتوزیع، کویت
۱۲۳	الاعلام بقواطع الاسلام	امام ابن حجر ہیتمی، دار ایلاف الدولیة للنشر و التوزیع، کویت
۱۲۴	رسالة فی الفاظ الکفر	تاج الدین ابو المعالی مسعود بن احمد حنفی، دار ایلاف الدولیة للنشر والتوزیع، کویت
۱۲۵	کشف الستر عن فریضة الوتر	عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، ۲۰۰۴ء
۱۲۶	المستصفی	سیدنا امام محمد غزالی، مطبوعہ امیریہ کبری بولاق مصر

۱۲۷	مسلم الثبوت	قاضی محب اللہ بن عبد الشکور بہاری، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی پاکستان
۱۲۸	فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین لکھنوی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی پاکستان
۱۲۹	التلخیص	عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف جوینی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۲۰۰۳م
۱۳۰	الفصول فی الاصول	ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۲۰۰۰م
۱۳۱	البحر المحیط	الامام زرکشی بدر الدین محمد بن بہادر الشافعی، دار الکتبی، مصر، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۴ھ
۱۳۲	العقائد النسفیۃ	امام عمر نسفی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان
۱۳۳	شرح العقائد النسفیۃ	سعد الدین مسعود بن عمر، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان
۱۳۴	کتاب الاعتقاد	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، دار ابن حزم، ۱۴۲۴ھ
۱۳۵	العقیدۃ الطحاویۃ	امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی، موسسہ الکتب الثقافیۃ، بیروت، لبنان
۱۳۶	الفقہ الاکبر	امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی پاکستان
۱۳۷	شرح المقاصد	علامہ سعد الدین تفتازانی، دار المعارف نعمانیہ لاہور
۱۳۸	شرح الفقہ الاکبر	ملا علی قاری، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی پاکستان

۱۳۹	النبراس	شیخ عبد العزیز پرہاروی، شاہ عبد الحق اکیڈمی بندیال روڈ سرگودھا
۱۴۰	المسایرۃ	امام کمال الدین محمد بن ہمام، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت لبنان
۱۴۱	المسامرۃ	امام کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف شافعی، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت لبنان
۱۴۲	شرح بدء الامالی	امام ابوبکر جصاص رازی، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان
۱۴۳	الصواعق المحرقۃ	امام احمد بن حجر ہیتمی مکی، کتب خانہ مجیدیہ ملتان
۱۴۴	الایمان	امام ابن تیمیہ، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان
۱۴۵	تنبیہ الغبی	امام ابراہیم بن عمر بقاعی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۴۶	القول المنبئ عن ترجمۃ ابن عربی	امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ http://www.almeshkat.net/vb/showthread.php?t=74341
۱۴۷	الیواقیت والجواہر	امام عبد الوہاب شعرانی دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان
۱۴۸	تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی	امام جلال الدین سیوطی، www.zytouna.com/vb/showthread.php
۱۴۹	تطہیر الجنان و اللسان	امام احمد بن حجر ہیتمی مکی، کتب خانہ مجیدیہ ملتان
۱۵۰	شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ و الجماعۃ	امام لالکائی، دار الکتب العلیمیۃ بیروت لبنان
۱۵۱	مقالات اسلامیین	امام ابو الحسن اشعری، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۱۵۲	الفرق بين الفرق	امام عبدالقاہر بن طاہر بن محمد اسفرائینی، مکتبہ محمد علی صبیح و اولادہ بمیدان الازہر بمصر
۱۵۳	شرح العقيدة الطحاوية	امام اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی ،موسسۃ الکتب الثقافیۃ
۱۵۴	کتاب اصول الدين	امام ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی، دارصادر، بیروت لبنان
۱۵۵	کتاب التوحيد	ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی ،دار الکتب العلمیہ ،بیروت لبنان، ۲۰۰۶م
۱۵۶	سیف چشتیائی	پیر سید مہر علی شاہ صاحب، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد، پاکستان
۱۵۷	شرح المواقف	حضرت سید شریف جرجانی، قم ایران
۱۵۸	لسان العرب	الامام ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، دار الفکر بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ھ
۱۵۹	كتاب التعريفات	حضرت سید شریف جرجانی، دارالفکر، لبنان
۱۶۰	تاج العروس	محمد مرتضیٰ زبیدی، دارالفکر، بیروت، لبنان
۱۶۱	کتاب الاعتقاد	قاضی عماد الاسلام ابو العلاء صاعد بن محمد استوائی نیشا پوری، دارالکتب العلیمیۃ ، بیروت لبنان
۱۶۲	الشفاء	قاضی عیاض مالکی، دارالکتب العلمیہ ، بیروت لبنان
۱۶۳	كشف الظنون	حاجی خلیفہ، دارلفکر، بیروت لبنان
۱۶۴	جواهر النصوص	شیخ عبدالغنی نابلسی، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت لبنان
۱۶۵	مکتوبات امام ربانی	امام مجدد الف ثانی، ضیاء القرآن، لاہور

۱۶۶	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی، قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۶۷	شرح الصدور	امام جلال الدین سیوطی، المکتبۃ الحقانیۃ
۱۶۸	الفتوحات المكية	شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، الھیۃ المصریۃ قاہرہ
۱۶۹	كتاب الكبائر	امام شمس الدین ذہبی، دار الفکر، لبنان
۱۷۰	الاقتصاد فی الاعتقاد	امام محمد بن محمد غزالی، دار المنہاج ۲۰۰۸ء المملکۃ العربیۃ السعودیۃ جدہ
۱۷۱	السيف المسلول على من سب الرسول ﷺ	شیخ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی، دارابن حزم، بیروت لبنان، ۲۰۰۵ء